مستقل اہمیت کی حامل معیاری اور شگفتہ تحریریں

سیارہ ڈائجسٹ

جولائی 2020

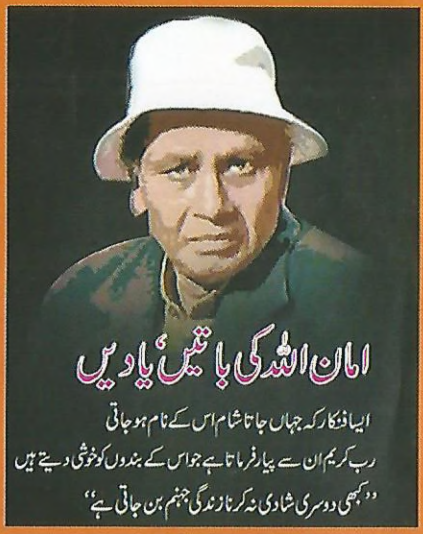

امان اللہ کی باتیں یاد یں

ایسا فنکار کہ جہاں جاتا شام اس کے نام ہو جاتی

رب کریم ان سے پیار فرماتا ہے جو اس کے بندوں کو خوشی دیتے ہیں

''کبھی دوسری شادی نہ کرنا زندگی جہنم بن جاتی ہے''

طارق عزیز

منتظر چھوڑ کے چلا وہ گیا

دیکھتی آنکھ سنتے کانوں کو

PAKISTANIPOINT
WWW.PAKISTANIPOINT.COM

القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الاعراف

تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ ”ہم یہ سب کچھ تمہارے رب کے حضور اپنی معذرت پیش کرنے کے لئے کرتے ہیں اور اس اُمید پر کرتے ہیں کہ شاید یہ لوگ اس کی نافرمانی سے پرہیز کرنے لگیں۔“ آخر کار جب وہ ان ہدایات کو بالکل ہی فراموش کر گئے جو انہیں یاد کرائی گئیں تھیں تو ہم نے اِن لوگوں کو بچا لیا جو بُرائی سے روکتے تھے اور باقی سب لوگوں کو جو ظالم تھے اِن کی نافرمانیوں پر سخت عذاب میں پکڑ لیا پھر جب وہ پوری سرکشی کے ساتھ وہی کام کئے چلے گئے جس سے اِنہیں روکا گیا تھا' تو ہم نے کہا کہ بندر ہو جاؤ اور یاد کرو جبکہ تمہارے رب نے اعلان کر دیا کہ ”وہ قیامت تک برابر ایسے لوگ بنی اسرائیل پر مسلط کرتا رہے گا جو اِن کو بدترین عذاب دیں گے“ یقیناً تمہارا رب سزا دینے میں تیز دست ہے اور یقیناً وہ درگزر اور رحم سے بھی کام لینے والا ہے۔

(آیت 168-164) (بحوالہ تفہیم القرآن۔ از: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

الحدیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے اللہ میرا نفس تیری نافرمانی نہ کرے

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا کرتے ہیں (آخر تک) ترجمہ یہ ہے۔

اے میرے اللہ تُو میرے نفس کو ایسا کردے کہ وہ تیری نافرمانی سے بچے اور تیری سزا سے ڈرے اور اسے بُری صفات سے پاک کر تُو اس کو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے تُو اس کا سرپرست اور آقا ہے۔

اے میرے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو مجھے نفع نہ دے اور اس دل سے جو تیرے سامنے پست نہ ہو اور اس نفس سے جو آسودہ نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔

تشریح: نفع دینے والا علم وہ علم ہے جو دنیا میں آدمی کو تقویٰ سکھاتا، عمل پر اُبھارتا اور خدا کی رحمت کا مستحق بناتا ہے۔

نفس کے آسودہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو دنیا کا سروسامان جتنا بھی ملے نفس اس پر قناعت نہیں کرتا بلکہ اس کی بھوک برابر بڑھتی ہی جاتی ہے اور دعا قبول نہ ہونے کے بہت سے اسباب ہیں جن میں سے ایک سبب یہ ہے کہ آدمی کی کمائی حرام ہو۔

(بحوالہ: فرمانِ رسول ﷺ نمبر سیارہ ڈائجسٹ)

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

اس شمارے میں......

صفحہ	عنوان	مصنف	تعارف
2	القرآن	تفہیم القرآن	قرآن ایک مکمل ضابطہ حیات ہے!
3	الحدیث	ادارہ	اے اللہ میرا نفس تیری نافرمانی نہ کرے!
14	دستک	امجد رؤف خان	دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں کو آخری سلام!
35	مدد کرو میری دو جہانوں کے مالک	فرحت قادر	ہم نے خود راہ کو مذاق سمجھ کر تباہی کو گلے لگایا! حالات کی سنگینی آشکار کرتی جامع تحریر!
41	باعث شرم کھلاڑی	کامران امجد خان	انکی غلطیوں کے باعث پاکستان کی جگ ہنسائی ہوئی!
49	"خود جلیں دیدہ اغیار کو بینا کر دیں"	قلندر حسین سید	ایسی بے مثال تحریروں کا گلدستہ جنہیں چننے کے لئے دو جنوں کتابوں کی عرق ریزی درکار ہوتی ہے!

65

سفاک

ایک خطرناک مجرم کی کہانی جس نے خود کو بچانے کیلئے بیٹے کو ڈھال بنالیا

انجم فاروق

17

امان اللہ کی باتیں، یادیں

امان اللہ کامیڈی کنگ

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

63 سچی اور انمول باتیں
ان میں سے ہر بات پر آپ جتنا غور کریں گے اُتنا ہی اُس کی سچائی اور حقانیت کے قائل ہوتے جائیں گے!
محمد علیم نظامی

73 تلافی
ایک عورت کی کہانی جس سے بیمار باپ کی خبر گیری کا "گناہ" ہوگیا تھا!
عائشہ خان

81 پانچواں قتل
ایک شخص کا ماجرا جو یکے بعد دیگرے پانچ قتل کی وارداتوں میں ملوث ہوگیا تھا!
آثم میرزا

87 سر بند
ایک آدمی کی کہانی جو اپنا سر ساتھ لے کر گیا تھا گستاپو کے زمانہ کا دلچسپ واقعہ!
فیاض الرحمان قادری

91 ایک اور راستہ
ایک لڑکی کی کہانی، تنگ گلیاں اور پُرانا مکان اس کے رشتے کی راہ میں رکاوٹ تھے!
ریاض احمد

79 تربوز کے 8 بڑے فائدے
موسم گرما میں قدرت کا انمول تحفہ جو بھرپور غذائیت کے ساتھ ساتھ جسم میں پانی کی کمی بھی پوری کرتا ہے!
حکیم محمد عثمان

96 دوسری منزل
اس کمرے کا راز جاننا ضروری تھا اور انسپکٹر نواز نے یہ راز جاننے کیلئے سر کی بازی لگانے کا فیصلہ کرلیا تھا!
نواز خان

129 کیڑے مکوڑوں کی عجیب عادتیں
حشرات الارض کے عجائبات کے بارے میں تحقیق کرنا گویا زندگی کے معجزوں میں مستغرق ہونا ہے۔
عارف محمود اپل

175 دل سے دل تک
دو سہیلیوں کی کہانی جو ایک دوسرے کی زندگی کا لازمی جزو بن گئی تھیں
سعدیہ رئیس

www.pakistanipoint.com

120 — **"چولستانی بلو"** — احمد علی شاہ مخمور — ایک عورت کی کہانی جو دلوں پر راج کرتی مگر حقیقت میں مجبور ولاچار تھی

135 — **کتاب زیست کا ایک یادگار باب** — ایم بی انجم — ایک انسان کی جدوجہد اور کامیابی کی جستجو کی کہانی!

142 — **رم جھم برسات اور اس کی بیماریاں** — صغیرہ بانو شیریں — چھوٹی چھوٹی باتیں، بڑے بڑے فائدے........ کارآمد ٹپس!

148 — **انوکھی شادی** — محمد ظریف — ایک لڑکی کی کہانی جس پر شادی کا نام سنتے ہی جن آجاتا تھا!

155 — **انتقام کی آگ** — جاوید راہی — ایک عورت کی کہانی جو برائی کے راستے پر بہت دور نکل گئی تھی!

169 — **بزمِ شاعری** — ادارہ — باذوق قارئین کے کلام وانتخاب پر مبنی مقبول ترین سلسلہ!

خواتین کارنر

165 — ☆ ایک بہادر پاکستانی خاتون کی کہانی ☆ کرونا وائرس: دنیا کو 80 لاکھ نرسوں کی کمی کا سامنا

167 — **سیارہ کچن کارنر** — جویریہ کامران — نئی اور ذائقہ دار کھانوں کی منفرد تراکیب

186 — **حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ** — پروفیسر غلام رسول — اولیائے کرام کی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں اللہ کے ولی کی زندگی کے ایمان افروز حالات وواقعات!

198 — **پگڈنڈی** (قسط: 6) — نوشابہ اختر — وہ جذبات واحساسات میں گوندھی رشتوں کے بندھن کو آشکار کرتی لازوال تحریر

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

جلد 57 : شمارہ 7 جولائی 2020ء

رُکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

www.facebook.com/sayaradigest
Email:editorsayyara@yahoo.com
sayyaradigest@gmail.com
editorsayyara@hotmail.com
Phone:92-042-37245412
Mobile:0300-9430206

مستقل اہمیت کی حامل معیاری اور شگفتہ تحریریں

ماہنامہ سیّارہ ڈائجسٹ لاہور

مدیر اعلیٰ
امجد رؤف خان

مدیر منتظم
کامران امجد خان

مدیر : محمد ثاقب

معاون مدیران : جویریہ کامران۔ روفی خان۔ فرحان امجد

سرکولیشن منیجر : بشیر احمد

مارکیٹنگ منیجر : خرم احمد خان۔ 0333-4207684

گرافک ڈیزائنر : ہمایوں نثار

نگران پرنٹنگ : خالد محمود۔ محمد توفیق

طابع : اللہ والا پرنٹرز شاہراہِ قائداعظم لاہور

شعبہ اشتہارات : خرم احمد خان۔ 0333-4207684
طارق محمود۔ 0300-4144781

مجلس مشاورت
شوکت افضل ریاض آفندی
فیاض عمر عارف محموداپل

قیمت 120 روپے

امجد رؤف خان پبلشرز نے اللہ والا پرنٹرز سے چھپواکر 240 مین مارکیٹ ریواز گارڈن لاہور سے شائع کیا۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

قلندر حسین سید کا آخری خط

جناب امجد رؤف خاں صاحب۔مدیر منتظم سیارہ ڈائجسٹ۔السلام علیکم!سیارہ ڈائجسٹ ابھی تک تکمیل کے مراحل سے نبرد آزما ہوگا۔ کرونا وائرس وباء سے آج پوری دنیا میں خوف و ہراس ہے لیکن ہم ناخواندہ ملک کے ناخواندہ عوام ہمیں اس سے کیا غرض کہ کوئی مرے یا کوئی جیئے.....

ملک میں لاک ڈاؤن کاغذوں کی حد تک ہے۔ دکاندار بھی اس کی حدیں پھاندنے کے لئے روز نئے ہتھکنڈے مارکیٹ میں لارہے ہیں۔ خلاف ورزی پر جرمانے بھی ادا کررہے ہیں لیکن حرکتوں سے باز نہیں رہ سکتے چلو یہ وقت بھی بیت جائے گا۔

(والسلام قلندر حسین)

تحریریں شائع کرنے کا معیار

جناب امجد رؤف خاں صاحب۔مدیر منتظم سیارہ ڈائجسٹ۔السلام علیکم!

مکرمی ومحترمی آداب وتسلیمات کے بعد عرض حال یہ ہے کہ وباء کی تباہ کاریوں کے باعث مستقل قاری ہونے کے باوجود میں گزشتہ شمارہ حاصل نہیں کر پایا مگر امید واثق ہے کہ گزشتہ شماروں کی طرح یہ شمارہ بھی اپنی مثال آپ ہوگا۔سیارہ میں بھیجا گیا یہ میرا پہلا خط ہے مگر میری ایک تخلیق پہلے بھی سیارہ میں شائع ہوچکی ہے جس کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں۔ ایک مزید غزل بھی ارسال کی ہے امید ہے آپ قابل اشاعت سمجھیں گے۔

مکرمی کیا نو آموز نثر نگار بھی آپ کے ڈائجسٹ میں تخلیقات ارسال کرسکتے ہیں یا یہ اعزاز صرف تجربہ کار مصنفین کے لئے ہے۔تخلیقات سے میری مراد سلسلہ وار ناول سے ہے۔

(ارباب احمد راقب)

☆ارباب احمد صاحب' سیارہ ڈائجسٹ کے صفحات معیاری تحریروں کے لیے حاضر ہیں۔ ہم یہ تفریق نہیں کرتے کہ کوئی نو آموز ہے یا تجربہ کار' بلکہ ہمارے ہاں صرف تحریر کے معیار کو ہی دیکھا جاتا ہے۔ اگر آپ کی تخلیقات اچھی اور معیاری ہوئیں تو شائع کردی جائیں گی۔

ہر انداز دلکش و معلوماتی

گرامی قدر محترمی جناب امجد رؤف خان صاحب۔السلام علیکم!

آپ کا ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور شمارہ جون اور مکتوب ملا۔ آپ نے اس میں میری کہانی شائع فرمائی جس کے لئے آپ کا شکر گزار ہوں۔ اپنی تصنیف انمول نگینے سے ماخوذ چولستانی بلو ارسال خدمت ہے۔حسن عشق' اور نعت ارسال خدمت ہے۔آپ کے رسالے کا ہر انداز دلکش ومعلوماتی اور دل لبھانے والا ہے۔ ہر خاص و عام کا پسندیدہ اور ساری دنیا میں مشہور رسالے میں ہماری شمولیت باعث اعزاز ہے۔

(احمد علی شاہ مخمور)

☆احمد علی شاہ صاحب! آپ کی کہانی جولائی کے شمارہ میں شامل ہے۔

NADAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

طارق عزیز...... ہر دل عزیز

محترم جناب امجد رؤف خان صاحب۔ 2020ء میں ہم سے بہت سی اہم شخصیات جدا ہوگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔

"ابتدا ہے رب جلیل کے نام سے...... جو دلوں کے بھید خوب جانتا ہے، دیکھتی آنکھوں، سنتے کانوں کو طارق عزیز کا سلام پہنچے"۔ یہ آواز بھی اب خاموش ہوگئی ہے۔

جوں جوں وقت گزرتا ہے، انسان قبر کے قریب ہوتا جاتا ہے، کتنی مختصر ہے یہ زندگی، کتنی بے وفا ہے دنیا۔ آج تک کتنے آئے اور ملک عدم سدھار چلے لیکن کچھ ایسی روحیں بھی اس دارفانی کی زینت بنیں جن کے چلے جانے سے اک خلا پیدا ہوگیا۔ ان ہی لوگوں میں ایک اور عہد ساز شخصیت کا اضافہ ہوگیا۔ ہر دل عزیز، شاعر، ادیب، کالم نگار طارق عزیز نے بھی دیکھتی آنکھوں، سنتے کانوں کو ہمیشہ کے لیے خدا حافظ کہہ دیا۔

طارق عزیز جالندھر میں پیدا ہوئے اور پاکستان ہجرت کی۔ 1974ء میں پاکستان ٹیلی ویژن کے پہلے مرد براڈ کاسٹر بنے، 1992ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے تمغہ برائے حسن کارکردگی عطا کیا گیا، زمانہ طالب علمی میں پیپلز پارٹی سے وابستہ رہے، بعد ازاں طارق عزیز مسلم لیگ ن کی ٹکٹ پر الیکشن جیت کر قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ وہ 1997 سے 1999 تک اسمبلی کے ممبر رہے۔

طارق عزیز کی اصل پہچان ان کا شو "نیلام گھر" بنا جو مسلسل چار دہائیوں تک ادب کے موتی بکھیرتا رہا۔ آج کی نوجوان نسل میں بایدوشاید ہی کوئی ایسا ہو جو "نیلام گھر" یا "طارق عزیز" کے سحر میں مبتلا نہ ہو۔ انھوں نے شہرت کی بلندی کو چھولیا اور ملک کے لیے نام پیدا کیا۔ ایسے ہی لوگ تاریخ میں زندہ رہتے ہیں، جن کا مقصد حیات ذاتی نہیں ملی ہوتا ہے، جو اپنے لیے نہیں دوسروں کے لیے جیتے ہیں پھر زمانہ انھیں کبھی فراموش نہیں کرتا۔ طارق عزیز کو جب بھی یاد کیا جائے گا فخر سے یاد کیا جائے گا۔ بصد ادب! اگرچہ اس حولے سے ہماری روایت کچھ اچھی نہیں لیکن امید ہے کہ طارق عزیز اس حوالے سے خوش نصیب واقع ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں۔ آمین

(ایم خالد میاں)

☆ بلاشبہ طارق عزیز ایک باکمال شخص تھے۔ انھوں نے ایک عرصہ تک اپنی آواز اور خوبصورت کمپیئرنگ سے ٹیلی ویژن دیکھنے والوں کو گرویدہ بنائے رکھا۔ وطن کی محبت اُن کے رگ و پے میں بسی تھی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین

معصوم کی آہ اور عذاب کورونا

☐ جناب ایڈیٹر سیارہ ڈائجسٹ۔ کرونا وائرس نے زندگیاں بدل کر رکھ دی ہیں۔ سیارہ ڈائجسٹ کے شمارے بھی شاید پہلی بار قارئین تک نہیں پہنچ پائے۔ میں خود اسے مارچ کے بعد سے تلاش کرتا رہا۔ جو بھی مارکیٹ یا بک سٹال کھلا ملا وہاں سیارہ ڈائجسٹ کا پتہ کیا لیکن کہیں بھی یہ دستیاب نہیں تھا۔ بالآخر جون کا شمارہ مارکیٹ میں بھی دستیاب ہوگیا اور اب گھروں میں بھی موصول ہوچکا ہے۔ ڈائجسٹ نے پچھلے کئی ماہ کی تشنگی تو دور کردی لیکن کرونا وائرس نے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

جو تباہی مچائی ہے وہ کیسے کم ہوگی کوئی نہیں جانتا۔ لوگوں کے معاشی حالات بے حد خراب ہیں۔ نوکریاں تیزی سے ختم ہورہی ہیں، روزگار چھن رہے ہیں۔ اب تو مدد کرنے والے بھی نظر نہیں آرہے۔ ہر طرف مایوسی اور بے بسی ہے۔ اب دنیا بھر کے لوگوں کو مظلوم کشمیریوں اور فلسطینیوں کے دکھوں کا اندازہ ہوجانا چاہیے۔ فلسطین میں کسی ماں کی لاش کو جانوروں کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے تو شام میں رہنے والے معصوم بچے کو سمندر میں مچھلیوں کا چارہ بنانے کے لیے پھینک دیا جاتا ہے۔ کشمیری نوجوانوں کی آنکھوں کا نور چھین لیا جاتا ہے تو برما میں بچوں، بزرگوں اور خواتین کے جسموں کو چیر کر جانوروں کا چارہ بنا دیا جاتا ہے۔

ارے ہم تو شام کے اس بچے کے وہ الفاظ جو اس نے روتے ہوئے انٹرویو میں کہے تھے کہ ''میں مرنے کے بعد اپنے رب کو جا کر سب بتاؤں گا۔'' اس جملے کی تشریح کرنا شروع کردیں تو بھی ہم اس کا حق ادا کرنے میں بالکل ناکام رہیں گے اگر الفاظ کا حق ادا کوئی کرسکتا ہے تو وہ صرف میرا رب ہے جس نے یہ واضح کرکے پوری دنیا کو دکھا دیا کہ میں کیا کر سکتا ہوں اور کتنی آسانی سے کرسکتا ہوں۔ اللہ رب العزت نے اس دنیا میں صرف ایک انتہائی چھوٹا سا وائرس پھیلا کر ہمیں یہ بتا دیا ہے کہ اگر تم معصوم جانو کے سر سے چھت چھینو گے تو میں تمہاری چھت کو تمہارے لئے زندان بنا دوں گا۔ اگر تم مظلوموں کے نوالے چھینو گے تو میں تمہارے کاروبار تمہارے ہاتھوں سے بند کروادوں گا۔ آج ہمیں اس خوف کی فضا میں جیتے ہوئے نصف سال ہو چکا ہے۔ ہم اپنے کاروبار کو ڈوبتا دیکھ رہے ہیں۔ ہم اپنے گھروں کو زندان محسوس کررہے ہیں۔ اپنے پیاروں سے نہ چاہتے ہوئے بھی دوری اختیار کررہے ہیں۔ زندگی مفلوج ہوگئی ہے ہر شخص نفسا نفسی کے عالم میں مبتلا ہے اور ہر شخص دوسرے شخص کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ ہم اس بات کو مانیں یا نہ مانیں اس معصوم کی آہ شکایت رنگ لے آئی ہے۔

اب ہمارے پاس اللہ سے رجوع کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اس کے پاس ہر تکلیف کا علاج ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی غلطیوں کا اعتراف کریں اور اس کی معافی مانگیں۔ کیونکہ اللہ بڑا غفور و رحیم اور ہر تکلیف سے نجات بخشنے والا ہے۔

(حمزہ عالم)

ایک دو ماہ کی اقساط نہیں پڑھ سکے

محترم جناب امجد رؤف خان صاحب السلام علیکم۔ سیارہ ڈائجسٹ سمیت دیگر شمارے بھی پچھلے ایک دو ماہ سے مارکیٹ میں دستیاب نہیں تھے۔ بالخصوص ہمارے کراچی میں تو صورت حال زیادہ ہی خراب رہی۔ میرے کچھ دوست لاہور اور اسلام آباد میں ہیں۔ اُن کے مطابق انھیں تو شمارے تاخیر سے ملے لیکن مل گئے۔ تاہم کراچی میں ایسا نہیں ہوسکا۔ لاک ڈاؤن میں نرمی کے بعد اب جون کا شمارہ ملا ہے اور امید ہے کہ آگے بھی ملتا رہے گا۔ تاہم گذارش یہ کرنی تھی کہ ہمارے کچھ قسط وار سلسلے جن کا ہم مطالعہ ایک دو ماہ نہیں کرسکے اُن کی فراہمی کسی طرح ممکن ہوسکے تو عین نوازش ہوگی۔

(سلیم غنی۔ کراچی)

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

◎ دائمی اہمیت اور افادیت کا حامل ◎ ایک متاعِ بے بہا ◎ ایک دستاویز

سیارہ ڈائجسٹ کا

قرآن نمبر

ایمان افروز

عشق پرور

عمل آفرین

قارئین کرام

کے اصرار اور مانگ کے تحت نیا ایڈیشن محدود تعداد میں شائع کیا گیا ہے

◎ اعلیٰ رنگین طباعت ◎ ضخامت 1500 صفحات سے زائد ◎ تین جلدوں میں

مہنگائی کے باوجود خلقِ خدا اور قارئین کے استفادے کیلئے مکمل سیٹ صرف قیمت -/600 روپے

قارئین کرام براہ راست بذریعہ منی آرڈر یا وی پی قرآن نمبر منگوا سکتے ہیں

آرڈر کوپن

نام _____

پتہ _____

سیارہ ڈائجسٹ

240 مین مارکیٹ، ریواز گارڈن

لاہور۔ فون: 7245412

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

دیکھتی آنکھوں سنتے کانوں کو آخری سلام!

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

دیکھتی آنکھوں، سنتے کانوں، آپ سب کو طارق عزیز کا سلام پہنچے۔ اب پاکستان ٹیلی ویژن پر یہ الفاظ کبھی نہیں گونجیں گے۔ کیوں کہ پاکستان میں جس آواز سے ٹیلی ویژن نشریات کا آغاز ہوا، جس شخصیت نے 45 سال سے زائد عرصے تک لوگوں کو ایک معلوماتی پروگرام کے ذریعے جوڑے رکھا اور آنے والی نسلوں کو بھی متاثر کیا، وہ اب ہم میں نہیں رہے۔ مشہور ٹی وی کمپیئر، میزبان، اداکار، شاعر، ادیب اور ہر دلعزیز طارق عزیز اب اپنے مداحوں اور چاہنے والوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئے ہیں۔ خاندانی ذرائع کے مطابق اُن کا انتقال بدھ 17 جون 2020ء کو لاہور میں حرکت قلب بند ہونے سے ہوا۔ بعض خبروں کے مطابق طارق عزیز 84 برس کی عمر میں بھی بالکل صحت مند تھے اور انھیں کوئی بیماری نہیں تھی۔ انتقال سے کچھ دیر قبل انھوں نے اپنی ہمشیرہ سے سردی لگنے کی شکایت کی۔ جس پر وہ حیران ہوئیں کہ 44 ڈگری سنٹی گریڈ درجۂ حرارت میں انھیں سردی کیونکر لگ رہی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہی طارق عزیز نے اپنی ہمشیرہ کے کندھے پر سر ٹکا دیا اور کچھ ہی لمحوں میں اُن کا انتقال ہوگیا۔

طارق عزیز 1936 کو بھارت کے شہر جالندھر میں پیدا ہوئے۔ فنی کریئر کا آغاز ریڈیو پاکستان سے کیا اور بعد میں فلموں میں اداکاری بھی کی۔ لیکن ان کو جو شہرت ''نیلام گھر'' سے ملی، وہ خوش نصیبوں کے ہی حصے میں آتی ہے۔ نیلام گھر کئی دہائیوں تک پاکستان کے ہر بچے، بوڑھے اور جوان کا پسندیدہ شو رہا۔ اس سے قبل وہ پی ٹی وی کے پہلے اناؤنسر کے طور پر ہر دل میں گھر کر چکے تھے لیکن ''نیلام گھر'' کی میزبانی اور لوگوں کو معلومات کے ساتھ ساتھ تفریح مہیا کرنے کی وجہ سے ان کا ہر پاکستانی کے دل میں

ایک الگ مقام تھا۔

''ابتدا ہے رب جلیل کے بابرکت نام سے جو دلوں کے بھید خوب جانتا ہے'' طارق عزیز کے اس منفرد انداز نے 70، 80 اور 90 کی دہائی میں حاضرین، ناظرین اور شائقین کو تو متاثر کیا ہی، ساتھ ہی ساتھ لوگوں کی معلومات میں اضافے کا بھی باعث بنے۔ یہ وہ دور تھا جب دنیا میں انٹرنیٹ عام نہیں ہوا تھا اور لوگوں کی تفریح کا واحد ذریعہ ٹیلی ویژن ہی تھا۔ طارق عزیز نے اس میڈیم کو عمدگی سے اپنایا اور لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ اپنے شو میں شریک افراد سے کس طرح داد وصول کرنی ہے۔ مہمان سے کون کون سے سوال پوچھنے ہیں اور کس موقع پر کونسا شعر سنانا ہے۔ وہ ان تمام چیزوں کے ماسٹر تھے۔ ان کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک وقت اس شو کے پاسز ملنا اتنا مشکل ہوگئے تھے کہ معروف کامیڈی شو ''ففٹی ففٹی'' میں اس پر ایک خاکہ بھی بنا دیا گیا تھا۔ پاکستان ٹیلی ویژن کی تاریخ کے پہلے رنگین پروگرام ہونے کا اعزاز بھی اسی پروگرام کو حاصل ہے۔ طارق عزیز کا نرالا انداز اس پروگرام کی جان تھی جس میں اپنے زمانے کے ہر اداکار، اداکارہ، ہدایت کار، گلوکار، ادیب، سائنس دان، سیاست دان، سماجی کارکن سمیت اہم شخصیات نے شرکت کی۔

نیلام گھر کا ہر ڈھنگ ہی منفرد تھا۔ نئے شادی شدہ جوڑوں کی ایک ساتھ شو میں آمد ہو، اسکول اور کالج کے طلبہ کے کوئز مقابلوں میں شرکت یا بیت بازی کے مقابلے، ''نیلام گھر'' نے ناظرین کو تفریح کے ساتھ ساتھ معلومات بھی فراہم کیں۔ اُردو زبان سے محبت کرنے والے افراد طارق عزیز کی یادداشت کے دیوانے تھے جو بات بات پر شعر کہتے تھے۔ حالات حاضرہ کے شوقین ہر مہمان کے تعارف سے اس کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتے تھے اور ہر کامیاب انسان کی کامیابی کا اندازہ اس شو میں آمد سے ہی لگایا جاتا تھا۔

آج کل ہونے والے گیم شوز میں جو کچھ ہوتا ہے، اس کی بنیاد بھی طارق عزیز نے رکھی جس طریقے سے ان کے شو میں گاڑیاں جیتی جاتیں یا لوگ موٹر سائیکل اپنے نام کرلیتے اس سے کسی کی دل آزاری نہیں ہوتی تھی۔ طارق عزیز ایک مایہ ناز کمپیئر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین اداکار بھی تھے۔ 60 اور 70 کی دہائی میں انہوں نے کئی ہٹ فلموں میں کام کیا۔ محمد علی اور شمیم آرا کے ساتھ اُنہوں نے فلم ''ہمراز'' وحید مراد اور زیبا کے ہمراہ ''انسانیت'' شکیل کے ساتھ ''زندگی'' کمال اور دیبا کے ساتھ فلم ''دل دیوانہ'' میں اداکاری کے جوہر دکھائے۔ اُنہوں نے وحید مراد اور شمیم آرا کے ساتھ فلم ''سالگرہ'' پاکستان ایئر فورس کے تعاون سے بننے والی پہلی فلم ''قسم اس وقت کی'' میں بھی کام کیا۔ جب کہ ندیم اور شبنم کے ساتھ ''چراغ کہاں روشنی کہاں'' میں کردار ادا کیا۔ طارق عزیز نے رنگیلا اور نشو کے ہمراہ ''کبڑا عاشق'' وحید مراد اور شبنم کے ساتھ ''نشانی''، بابرہ شریف، آصف رضا میر اور عثمان پیرزادہ کے ساتھ ''مس ہانگ کانگ'' اور اسماعیل شاہ کے ساتھ فلم ''ماں بنی دلہن'' میں کام کیا۔ ان تمام فلموں میں طارق عزیز کی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

اداکاری آج بھی سب کو یاد ہے۔

طارق عزیز کو ان کی خدمات کے اعتراف میں 1992ء میں تمغہ برائے حسن کارکردگی سے نوازا گیا۔ طارق عزیز نے سیاست میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کہتے ہیں کہ ان کی کمپیئرنگ کا انداز اس لیے عوامی تھا کیوں کہ وہ ذوالفقار علی بھٹو سے متاثر تھے اور ان کا شمار بھٹو کے قریبی ساتھیوں میں ہوتا تھا۔ ضیا دور میں بھی ان کا پروگرام زور وشور سے جاری رہا اور 1997 کے عام انتخابات میں پاکستان مسلم لیگ (ن) کے ٹکٹ پر لاہور سے قومی اسمبلی کا الیکشن جیتنے کے باوجود بھی انہوں نے ٹی وی سے ناطہ نہیں توڑا۔ جنرل مشرف کے دور میں انہوں نے کراچی میں ہونے والے جلسے کی میزبانی کی جس میں جنرل مشرف نے سیاست میں قدم رکھنے کا اعلان کیا تھا اور بعد میں وہ پاکستان مسلم لیگ (ق) میں شامل ہو گئے تھے۔

یقیناً طارق عزیز کے انتقال سے پاکستان ٹیلی ویژن کا ایک باب بند ہو گیا۔ بلکہ وہ تمام لوگ جو ان کو دیکھتے ہوئے بڑے ہوئے، وہ ایک شفیق بزرگ سے بھی محروم ہو گئے۔ نہ کوئی ان کی طرح پروگرام کا آغاز کرنے والا آیا، نہ کوئی ان کی طرح شو ختم کرنے والا آئے گا۔ پاکستان زندہ باد!

طارق عزیز کے انتقال پر یہ شعر صادق آتا ہے.....

منتظر چھوڑ کے وہ چلا گیا.....
دیکھتی آنکھ سنتے کانوں کو

(امجد رؤف خان)

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

O ایسا فنکار کہ جہاں جاتا شام اس کے نام ہو جاتی

O رب کریم ان سے پیار فرماتا ہے جو اس کے بندوں کو خوشی دیتے ہیں

''کبھی دوسری شادی نہ کرنا زندگی جہنم بن جاتی ہے''

امان اللہ کی باتیں، یادیں

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

امان اللہ کامیڈی کنگ

لاکھوں چہروں پر ہنسی بکھیرنے والے کامیڈین امان اللہ خان کچھ عرصہ قبل وفات پا گئے۔ وہ طویل عرصے سے پھیپھڑوں اور گردوں کے امراض میں مبتلا تھے۔ وہ لاہور کے ایک نجی ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ امان اللہ کا شمار بلاشبہ پاکستان کے سب سے مشہور کامیڈین کے طور پر ہوتا ہے لیکن ان کی زندگی کی کہانی بھی بڑی دلچسپ ہے۔ کیسے ایک ٹافیاں اور گولیاں بیچنے والا لڑکا پاکستان کا سب سے مشہور کامیڈین بنا اور اس نے پاکستان کا صدارتی تمغہ حسن کارکردگی اور دوسرے بہت سارے ایوارڈ حاصل کیے۔ ان کی زندگی کی کہانی پروڈیوسر عارف وقار صاحب کچھ اس طرح لکھتے ہیں۔ 1970ء میں

یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد میں ریڈیو پاکستان میں بطور پروڈیوسر کام کرنے لگا تھا۔ میرے ذمے بچوں، نوجوانوں اور عورتوں کے پروگرام نشر کرنا تھا۔ ایک دن میں اپنے پروگرام کی تیاری کر رہا تھا کہ گورنمنٹ کالج کا ایک طالب علم جو میرے پروگرام میں شرکت کر چکا تھا، وہ ایک دبلے پتلے اور مسکین سے لڑکے کو لے کر میرے کمرے میں آیا اور کہنے لگا کہ یہ لڑکا بسوں میں ٹافیاں اور گولیاں بیچتا ہے لیکن جس انداز سے بیچتا ہے وہ بالکل نرالا ہے۔ پھر اس لڑکے نے گولیاں ٹافیاں بیچنے کا مظاہرہ کیا۔ جسے دیکھ کر کمرے میں موجود سبھی لوگ لوٹ پوٹ ہو گئے۔ اس ہمت افزائی سے لڑکے میں اعتماد کی ایک لہر دوڑ گئی۔ پھر اس نے بھیک مانگنے والوں کے مختلف انداز پیش کیے اور یہ بھی دکھایا کہ امیر لوگ بھیک کس طرح دیتے ہیں اور غریب لوگوں کا انداز سخاوت کیسا ہوتا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ ہم نے اس لڑکے کو نوجوانوں کے پروگرام میں شامل کر لیا۔ سٹوڈیو پہنچ کر اس نے مائیکروفون کے سامنے جو کمالات دکھائے اس سے اندازہ ہوا کہ یہ لڑکا نہ صرف گولیاں اور ٹافیاں بیچتا ہے بلکہ رنگ رنگ کے لوگوں کو بڑے غور سے دیکھتا ہے، ان کی باتیں غور سے سنتا ہے بلکہ گھر جا کر ان کی نقلیں بھی اُتارتا ہے۔ امان اللہ کی گٹھڑی میں اتنا مال بھرا ہوا تھا کہ ہمارے ایک پروگرام میں نہیں سما سکتا

جناب قلندر حسین سید انتقال کر گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ہم انتہائی دُکھ کے ساتھ یہ خبر قارئین سیارہ ڈائجسٹ تک پہنچا رہے ہیں کہ ہمارے دیرینہ ساتھی اور سیارہ ڈائجسٹ کے مستقل رائٹر جناب قلندر حسین سید اچانک ہارٹ اٹیک ہونے سے انتقال کر گئے ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ احمد پور شرقیہ کے رہائشی قلندر حسین قریب دس سال سے مستقل سیارہ ڈائجسٹ میں مختلف تحریروں کا مجموعہ ''خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں'' کے عنوان سے مرتب کرتے چلے آ رہے تھے۔ اُن کا یہ سلسلہ سیارہ ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلوں میں سے تھا۔ وہ پریس کلب احمد پور شرقیہ کے رکن تھے اور روزنامہ نوائے وقت سمیت کئی اخبارات و جرائد میں اُن کی تحریریں مستقل شائع ہوتی تھیں۔ ہمیں اُن کی کمی ہمیشہ محسوس ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قلندر حسین سید کی مغفرت فرمائیں، انھیں کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں اور اُن کے اہلخانہ کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ (آمین)۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

(ادارہ)

تھا۔ ہم نے امان اللہ کو کئی پروگراموں میں شرکت کا موقع دیا اور اپنے سامعین کو محظوظ ہونے کا موقع فراہم کیا۔ امان اللہ نامی اس لڑکے کا فن اگلے تین سال میں ریڈیو کی لہروں سے ہوتا ہوا الحمرا کے اسٹیج تک پہنچ گیا۔ اس نے مزاحیہ اداکار البیلا کے ساتھ مل کر ایک ایسی جوڑی تیار کرلی جس نے سالوں تک الحمرا اسٹیج پر راج کیا۔ میں نے بھی ان دونوں کو مدنظر رکھ کر ایک سکرپٹ لکھا' جس کا نام تھا ''اک سی بادشاہ''۔ جب یہ اسٹیج ہوا تو امان اللہ اور البیلا نے تمام لائنیں یاد کر رکھی تھیں مگر انہوں نے اس میں اپنے پاس سے بھی کئی فقرے دہرائے جو لوگوں نے بے حد پسند کیے۔ اُن میں کئی جملے اتنے بے ساختہ تھے کہ ڈرامے میں رخنہ پڑنے کے بجائے ڈرامے کو چار چاند لگا گئے۔ سٹیج پر تو امان اللہ کا طوطی بول ہی رہا تھا کہ ٹیلی ویژن کا راستہ بھی ہموار ہوگیا۔ اس کے بعد امان اللہ نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

1980ء میں جب امریکہ روانہ ہونے سے پہلے میں امان اللہ کو ملنے گیا تو وہ ریہرسل میں مصروف تھے۔ وہ تھکے ہوئے تھے' مگر مجھے کہنے لگے ''سات برس پہلے میں اس اسٹیج پر چڑھا تھا اور آج تک نہیں اُتر سکا۔ ایک کھیل ختم ہوتا ہے تو دوسرے کی ریہرسل شروع ہوجاتی ہے۔ دوسرا ختم ہوتا ہے تو تیسرے کی تیاری شروع ہوجاتی ہے۔

امان اللہ کے یہ 7 برس 14 برسوں تک پھیل گئے۔ پھر 21 برس' 28 برس اور پھر 35 برس تک وہ شہرت کی بلندیوں کا سفر ہی کرتے رہے۔ تاوقتیکہ ان کے جسم نے بغاوت کردی اور بھاگ دوڑ اچھل کود سے انکار کردیا۔ وہ چاہتے تھے کہ گوشہ نشین ہوجائیں مگر ٹیلی ویژن کے مزاحیہ ٹاک شوز نے ان کو آرام کرنے نہ دیا۔ وہ ٹیلی ویژن پروگرامز میں بیٹھ کر صرف باتیں کرتے اور لوگوں کا دل جیت لیتے۔ ان کی شرکت ان پروگراموں کی کامیابی کی ضمانت بننے لگی۔ آہستہ آہستہ بیماریاں زور پکڑتی جارہی تھیں اور ہمیں یاد ہے کہ آفتاب اقبال نے ان سے یہ کہہ رکھا تھا کہ جب چاہیں آجائیں اور جب چاہیں چلے جائیں۔ آخری دم تک وہ اس شو میں آتے جاتے رہے۔ پھر ایک دن ایسا آیا کہ ان کی مرضی نہیں چلی۔ وہ شو کے بعد گھر تو چلے گئے مگر اگلے روز اپنی مرضی سے شو کرنے نہ جاسکے۔ وہ وہاں پہنچ چکے تھے جہاں زندگی کا کھیل تماشا ختم ہونے کے بعد ہم سب کو جانا ہے۔

امان.....

(امجد اسلام امجد)

بہت سال قبل میں نے ایک نظم ''سیلف میڈ لوگوں کا المیہ'' کے عنوان سے لکھی تھی۔ زندگی میں بہت سے ایسے لوگوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے جو کم یا زیادہ اس تعریف پر پورے اُترتے ہیں۔ لیکن جس معاشرتی سطح سے اُٹھ کر امان اللہ مرحوم اوپر آئے اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ یہ 1971ء کے اوائل کی بات ہے۔ جمیل فخری مرحوم نے میری ایک ایسے لڑکے سے ملاقات کرائی جس میں بظاہر

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

دوسری بار دیکھنے کی گنجائش نہیں تھی اور بتایا کہ یہ لڑکا بہت کمال کا MIMIC یعنی نقال ہے۔ داتا صاحب کے علاقے میں چھوٹی موٹی چیزیں بیچ کر روزی کماتا ہے۔ پڑھا لکھا بھی نہیں مگر اس کی OBSERVATION (مشاہدہ) اور ہر چیز میں کوئی مضحک پہلو تلاش کرنے اور پھر اسے دلچسپ انداز میں بیان کرنے کا ہنر اپنی مثال آپ ہے۔ جمیل فخری خود ایک باکمال اداکار اور غیر معمولی حس مزاح کا حامل آدمی تھا' سو اس کے منہ سے یہ تعریف سُن کر میں نے یونہی رواداری میں اس لڑکے کا دل رکھنے کے لئے کہا ''اچھا چلو کوئی بات سناؤ۔'' اس جملے کے بعد کم از کم آدھ گھنٹہ ''وہ کہیں اور سُنا کرے کوئی'' کا سا عالم رہا۔ اس نے پہلے تو کچھ مشہور گلوکاروں کی گائیکی کے انداز کی نقل کی جو انتہائی شاندار تو تھی ہی مگر اس سے بھی قابل توجہ بات اس کی علم موسیقی پر دسترس تھی۔ وہ بڑے بڑے مشکل سُر بھی بہت آسانی سے لے رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے کچھ مزاحیہ آئٹم سنائے جو اس زمانے کے اعتبار سے بہت نئے اور ایک خاص طرح کی تخلیقی صلاحیت کے حامل تھے۔ اتفاق سے اگلے روز مظہر بخاری مرحوم کے گھر پر اقبال باہو کے گانے کی ایک محفل تھی۔ میں نے جمیل فخری کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ اس لڑکے یعنی امان اللہ کو وہاں لے کر آئے ہم اس سے کچھ سنیں گے اور اس کی کچھ خدمت بھی کریں گے۔ اس جیسے ٹیلنٹ کی حوصلہ افزائی ہم سب کا فرض بنتا ہے۔ امان اللہ وہاں آیا اور یوں سمجھئے کہ وہ شام اس کے نام ہوگئی۔ میں شاید واقعہ بھول چکا ہوتا مگر یہ امان اللہ کا کمال ہے کہ نہ صرف اس نے اسے یاد رکھا بلکہ بعد میں جب وہ سپر سٹار کی حیثیت اختیار کر گیا' کوئی محفل ایسی نہیں ہوئی جہاں میں موجود ہوں اور وہ اس بات کا ذکر محبت سے نہ کرے۔ یہ عاجزی اور احسان مندی رب کریم نے اس کو بے حساب دی تھی کہ وہ اپنے ساتھ کی گئی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی یاد رکھتا تھا۔ اور اپنے عمل سے اس کا احساس بھی دلاتا رہتا تھا۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے اسے کہیں بلایا ہو اور اس نے اس فرمائش کی تعمیل نہ کی ہو۔ میری بڑی بیٹی روشین کی مہندی کی رات میں نے اسے آنے اور کچھ پرفارم کرنے کے لئے کہا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ اس دن اس کے کسی سٹیج ڈرامے کے دو شو تھے جن میں اسے کئی گھنٹے مسلسل سٹیج پر رہنا تھا۔ وہ اس کے باوجود نہ صرف تقریب میں آیا بلکہ رات دو بجے تک میرے مہمانوں کا دل بہلاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی آواز پھٹنا شروع ہوگئی۔ ایسے اچھی اور نیک فطرت والے لوگ کسی بھی معاشرے کے لئے ایک نعمت سے کم نہیں ہوتے۔

وہ بنیادی طور پر فی البدیہہ اور حسب موقع بولنے والا فنکار تھا۔ لکھے ہوئے سکرپٹ کی لائنیں اور وہ بھی کسی ایسے سین میں جہاں اس کا رول ثانوی ہو اس کے لئے بے حد مشکل تھا۔ میں نے اپنے کئی ٹی وی سیریلز میں اس سے چھوٹے چھوٹے رول کروانے کی کوشش کی مگر اس آزاد پنچھی کے لئے سکرپٹ کی قید کسی آزار سے کم نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سٹیج ڈرامے اور ون مین شو کو زیادہ پسند کرتا تھا۔ اس میں

کردار کے اندر رہتے ہوئے اس کے نت نئے امکانات دریافت کرنے کی ایک حیرت انگیز اور بے مثال صلاحیت تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ڈرامے کے دوسرے کرداروں کو SPACE دینے اور پلاٹ کی وحدت کو برقرار رکھنے کا ہنر بھی جانتا تھا۔ پنجابی زبان میں اس کے جوہر زیادہ کھلتے تھے۔ وہ بات میں سے بات نکالنے کا ماہر تھا۔ مگر میں نے اسے کبھی ابتذال کی حدوں میں داخل ہوتے اور اخلاق کا دامن چھوڑتے نہیں دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں رشتوں کی حیا تھی اور جگتوں کی پنگ پانگ کے درمیان بھی کوئی ایسا جملہ نہیں کہتا تھا جسے آپ اپنے اہل خانہ کی موجودگی میں نہ سُن سکتے ہوں۔ اس کے بے شمار جملے مجھے یاد ہیں مگر یہ وقت شاید انہیں دہرانے کے لئے موزوں نہیں مگر اس کے باوجود اس کی طبیعت کی اخلاقی اور طباعی کے دو نمونے ایسے جنہیں یاد کر کے میں نیند میں بھی ہنس پڑتا ہوں کہ ان باتوں کا یہ رُخ دیکھنے والی آنکھیں روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ ایک سٹیج ڈرامے میں اس کے کسی ساتھی ایکٹر نے کہا کہ مجھے اس وقت بہت بھوک لگی ہے۔ امان اللہ نے اسے جواب دیا کہ میرے گھر چلو آج میری ماں نے مچھلی پکائی ہے۔ دوسرا ایکٹر بولا' نہیں یار مچھلی میں کانٹے بہت ہوتے ہیں مجھے ان سے ڈر لگتا ہے۔ تو امان اللہ نے اس پر یوں تبصرہ کیا' ڈرنے کی کیا بات ہے تم نے جُوتے پہن رکھے ہیں۔ اب مچھلی کے کانٹوں کو جُوتوں کے ساتھ جوڑنا شاید امان اللہ ہی کا کام تھا۔

اسی طرح ایک دن مین شو میں اس نے ایک لاہوری بدمعاش کا واقعہ سنایا کہ وہ کسی پیر صاحب کے پاس اپنے کسی ایسے دوست کے لئے دعا کروانے گیا جو جیل میں تھا۔ وہ بہت عاجزی کے ساتھ درخواست کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی اعلان کرتا رہا کہ اگر اس کے دوست کو رہائی مل گئی تو وہ پیر صاحب کی خدمت میں کیا کیا چیزیں پیش کرے گا اور درگاہ کی آرائش میں کیسے حصہ لے گا۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد جب وہ جانے لگا تو اسے ایک دم خیال آیا کہ وہ اتنا بڑا بدمعاش ہے اسے اس طرح سے منتیں کرنا زیب نہیں دیتا۔ تو وہ جاتے جاتے رُکا اور پیر صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ایک بات یاد رکھیے گا پیر صاحب' مجھے دوبارہ نہ کہنا پڑے۔

پچھلے کچھ عرصے سے وہ بیمار تھا۔ کچھ عرصہ قبل اس سے بات ہوئی تو اس نے بتایا کہ اگرچہ بیماری کا حملہ بہت شدید تھا مگر اللہ نے رحمت کر دی ہے اور وہ اب بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔ اب جو اچانک اس کی وفات کی خبر ملی ہے تو میں انڈس ہسپتال کی ایک فنڈ ریزنگ کے سلسلے میں انگلینڈ میں تھا اور اس کے جنازے میں بھی شریک نہیں ہو سکا جس کا افسوس رہے گا۔ لیکن ایک بات کا مجھے یقین ہے کہ رب کریم ان بندوں سے زیادہ پیار فرماتا ہے جو اس کے بندوں سے پیار کرتے اور انہیں خوش رکھتے ہیں۔ وہ دُکھی اور اُداس دلوں اور ہونٹوں پر مسکراہٹیں بکھیرتا تھا۔ یقیناً رب دو جہاں اس کی روح پر کرم فرمائیں گے اور اسے اس کے نام کی طرح اپنی امان میں رکھیں گے۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

مراثیوں کے لئے الگ قبرستان بنا دیں

(جاوید چودھری)

میری امان اللہ مرحوم سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی لیکن یہ اس کے باوجود میرے بہت بڑے محسن ہیں۔ برسوں میں کوئی ایک بھی دن ایسا نہیں گزرا جب میں نے ان کو یاد نہ کیا ہو اور ان کے لئے دعا نہ کی ہو' میں نے زندگی میں ہزاروں انٹرویوز دیکھے ہیں لیکن دو انٹرویوز دماغ کی دیواروں کے ساتھ چپک کر رہ گئے ہیں۔ پہلا انٹرویو تھیٹر کی ایک بدنام زمانہ اداکارہ کا تھا۔ وہ خاتون ہیں لہٰذا میں ان کا نام نہیں لکھ رہا لیکن میں اس خاتون کے الفاظ ہزاروں لوگوں کو سنا چکا ہوں' خاتون کا تعلق اس بازار سے تھا اور اس نے انٹرویو لینے والے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ صرف اپنے بیک گراؤنڈ کا اعتراف کیا تھا بلکہ یہ بھی کہا تھا مجھے لوگوں نے اغواء کیا' مجھے سڑکوں پر گھسیٹا گیا' میرے بال کاٹ دیئے گئے اور مجھے سرعام مارا گیا لیکن میں نے اپنا کام نہیں چھوڑا' میں ٹنڈ ہونے کے باوجود اگلے دن تھیٹر پہنچی اور میں نے سٹیج پر ڈانس کیا' وہ خاتون بے باکی میں ایک قدم اور آگے بڑھ گئی اور اس نے کہا' لوگ مجھے کنجر کہتے ہیں اور میں سب کے سامنے مانتی ہوں میں کنجر ہوں' میں نے آج تک اپنے نام کے آگے پیچھے شاہ' چودھری' رضوی' خان یا قریشی نہیں لگایا۔ میں جو ہوں میں وہی ہوں۔ میں نے جوں ہی یہ الفاظ سنے مجھے فوراً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد آ گیا۔ آپؑ ڈوبتے ہوئے کچھوؤں کو پانی سے نکالتے تھے اور وہ آپؑ کے ہاتھ پر ڈنک مار دیتا تھا' آپؑ تکلیف کی وجہ سے اسے چھوڑ دیتے تھے' وہ دوبارہ پانی میں گر جاتا تھا۔ آپؑ اسے پھر نکالتے تھے اور وہ پھر ڈس لیتا تھا' حواریؑ نے آپؑ سے کہا' یسوع مسیح آپؑ اسے اس کے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر یہ اپنی برائی نہیں چھوڑ رہا تو میں اپنی اچھائی کیوں چھوڑ دوں۔ میں نے خاتون کا انٹرویو سنا اور سوچا دنیا اگر اپنی بھرپور طاقت کے باوجود ناچنے والی کو ناچنے سے باز نہیں رکھ سکی' یہ ٹنڈ ہونے کے باوجود اگلے دن دوبارہ سٹیج پر پہنچ جاتی ہے تو پھر ہم لوگ اپنی اچھائی کیوں چھوڑ دیتے ہیں' ہم لوگوں کی تنقید' لوگوں کی مخالفت پر اپنا سچا اور کھرا مؤقف کیوں بدل لیتے ہیں۔ ہم صرف لوگوں کو خوش کرنے کے لئے کبھی قاری اور کبھی رضوی کیوں بن جاتے ہیں اور ہم آپ بھی ٹھیک کہہ رہے ہیں اور ہاں آپ بھی درست فرما رہے ہیں کیوں کہتے ہیں؟ میں ہر دوسرے تیسرے دن اپنے سیشنز میں لوگوں کو یہ واقعہ سناتا ہوں اور عرض کرتا ہوں اگر وہ برائی کو برائی سمجھنے کے باوجود برائی پر قائم رہی تو ہم سچائی کو سچائی سمجھتے ہوئے سچائی پر قائم کیوں نہ رہیں۔ ہم ناکامی کے بعد اگلے دن دوبارہ وہ کام شروع کیوں نہ کریں۔ ہم پیچھے کیوں ہٹیں اور سننے والوں کا حوصلہ دوبارہ قدموں پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا انٹرویو امان اللہ خان مرحوم کا تھا۔

میں ایک دن ''لیٹ نائٹ'' کام کر رہا تھا۔ سامنے ٹیلی ویژن پر امان اللہ خان کا انٹرویو چل رہا تھا'

NAGAR AZEEM www.pakistanipoint.com

میں نے اچانک آواز اونچی کردی اور مجھے اللہ کے کرم کا اُلجھا ہوا دھاگہ مل گیا۔ امان اللہ خان اپنی زندگی کی کہانی سُنا رہے تھے۔ وہ بتا رہے تھے: میں گوجرانوالہ کے چھوٹے سے گاؤں سے لکلا لاہور آیا۔ رہنے کے لئے جگہ نہیں تھی۔ داتا دربار میں مسجد میں سوتا تھا' صدقے کے چاول کھاتا تھا' باتھ روم کی ٹونٹی کا پانی پیتا تھا اور بس میں ٹکیاں ٹافیاں بیچتا تھا۔ سارا دن آواز لگاتا تھا..... ٹکیاں لے لو' ٹافیاں لے لو اور شام کو بمشکل آٹھ آنے بچتے تھے۔ میں نے داتا دربار کے سامنے لچھوں کی پھیری بھی لگائی۔ میری آواز کراری تھی لہجہ مزاحیہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے نقل اُتارنے کا فن دیا تھا۔ چنانچہ میں لہجے بگاڑ بگاڑ کر آوازیں لگاتا رہتا تھا۔ فیصل آبادیوں کو دیکھ کر فیصل آبادی آواز لگا دیتا تھا' سرگودھے کے لوگوں کو دیکھ کر سرگودھے' خوشاب کے لوگوں کو دیکھ کر جانگلی اور پنڈی کے لوگوں کو دیکھ کر پنڈی وال بن جاتا تھا۔ لوگ مجھ سے سودا لیتے یا نہ لیتے لیکن وہ میرے سامنے رُک ضرور جاتے تھے۔ وہ میری باتوں پر قہقہے بھی لگاتے تھے۔ یہ نقلیں اُتارنے کا فن مجھے عالم لوہار تک لے گیا۔ عالم لوہار کا تھیٹر اس وقت پنجاب کا مشہور ترین تھیٹر تھا۔ پنجاب کے مختلف شہروں میں میلے لگتے تھے۔ عالم لوہار ہر میلے میں تھیٹر لگاتے اور لوگ قطاروں میں کھڑے ہوکر ان کے ٹکٹ لیتے تھے۔ عالم لوہار کا سٹاف انہیں حاجی صاحب کہتا تھا۔ مجھے حاجی صاحب کے سامنے پیش کردیا گیا' حاجی صاحب نے میرا آڈیشن لیا۔ مجھ سے پنجاب کی مختلف بولیاں بلوائیں۔ میں بولتا چلا گیا اور حاجی صاحب قہقہے لگاتے گئے۔ یوں مجھے ان کی ٹیم میں بھرتی کرلیا گیا۔ تھیٹر کے سامنے چھوٹا سا سٹیج ہوتا تھا۔ میرا کام اس سٹیج پر کھڑے ہوکر مختلف لہجوں میں لوگوں کو تھیٹر کی طرف متوجہ کرنا ہوتا تھا۔ میں لہجوں کی نقل بھی کرتا تھا اور لوگوں کے سامنے اداکاری بھی۔ تھیٹر کے سامنے بھیڑ لگ جاتی تھی۔ یوں میں تھیٹر اور میلوں میں بہت مشہور ہوگیا لیکن میرے حالات تبدیل نہ ہوئے۔ میں کھولی میں رہتا تھا' مسجدوں کے استنجا خانے استعمال کرتا تھا۔ گلی کے نلکوں سے پانی پیتا تھا اور لوگوں کے چھابوں پر بیٹھ کر ان کے چھوڑے ہوئے سالن کے ساتھ نان کے ٹکڑے کھاتا تھا۔ پھر ایک دن اللہ تعالیٰ کو مجھ پر ترس آ گیا۔ اس نے میری سُن لی۔

امان اللہ خان نے اس کے بعد ہاتھ جوڑے' اوپر آسمان کی طرف دیکھا اور بولے: آپ لوگوں سے جب آپ کا حال پوچھا جاتا ہے تو آپ کہتے ہیں اللہ کا کرم ہے۔ لیکن میں ہمیشہ کہتا ہوں اللہ کا ترس ہے۔ وہ بولے: اللہ کا کرم پوری کائنات میں تقسیم ہوتا ہے۔ وہ چھوٹے کیڑوں اور ماس نوچنے والے گدھوں پر بھی کرم کرتا ہے۔ لیکن یہ ترس کسی کسی پر کھاتا ہے۔ اور مجھ پر اس ذات کو ترس آ گیا تھا۔ چنانچہ اس نے میرے گلے سے زندگی کا پھندا ڈھیلا کردیا۔ میں سٹیج پر آیا اور اللہ مجھ پر ترس کھاتا رہا۔ امان اللہ خاموش ہوگئے۔

میں آج اعتراف کرتا ہوں میری جہالت مجھے زندگی میں بے شمار بابوں' دانشوروں اور علماء کرام کے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

نام بھی لاثانی
معیار بھی لاثانی

لاثانی®
www.lasaniindustries.com

شربت
فولاد پلس

شوگر فری بھی دستیاب ہے

زعفران کی اضافی خوبیوں کے ساتھ
خون کی کمی، جسمانی اور اعصابی کمزوری دور کرتا ہے

خون جسم انسانی کے لئے انتہائی ضروری ہے۔اس کے بغیر بدن کا کوئی عضو اپنا کام جاری نہیں رکھ سکتا۔یہ تمام بدن کو غذا اور توانائی پہنچاتا ہے۔بدن کے ہر حصے کو گرم اور تر رکھتا ہے۔اور جسم میں پانی کا توازن برقرار رکھنے میں مدد دیتا ہے۔خون کئی اجزاء پلازما (Plasma)، سرخ خلیات، سفید خلیات اور انجمادی خلیات (Thrombocytes) وغیرہ کا مرکب ہے۔بدنِ انسانی میں جب خون کے اجزاء میں کمی ہو جاتی ہے یا پورے جسم کو خون کی مناسب سپلائی نہیں ہو پاتی اور خون اپنا کام صحیح طور پر انجام نہیں دے سکتا۔تو ایسی حالت کو خون کی کمی یا انیمیا (Aneamia) کہتے ہیں۔جسم میں خون کی کمی کے باعث چہرہ کی رنگت زرد اور تمام جسم میں کمزوری لاحق ہو جاتی ہے۔ہاتھ پاؤں ٹھنڈے محسوس ہوتے ہیں۔زیادہ کمزوری کی صورت میں ہاتھ پاؤں کانپنے لگتے ہیں۔نبض تیز ہو جاتی ہے۔تھکاوٹ، نظامِ ہضم کی خرابی، اعصابی کمزوری جیسی علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ **لاثانی فارما** کے ماہرین نے خون کی کمی کے اسباب اور اس سے پیدا ہونے والے عوارضات و علامات کا جائزہ لینے کے بعد قدرتی جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے **شربت فولاد پلس** کا نسخہ ترتیب دیا ہے۔ جو جدید و قدیم تحقیقات کا نچوڑ ہے۔جدید تحقیقات کی رو سے جسم میں فولاد کے لئے وٹامن سی (Vitamin C) انتہائی ضروری ہے۔اس مقصد کے لئے **شربت فولاد پلس** کے اجزائے نسخہ میں آملہ، ہلیلہ اور بلیلہ کو شامل کیا گیا جو قدرتی وٹامن سی کا خزانہ ہیں، قدرتی فولاد کے حصول کے لئے جامن شامل کیا گیا ہے۔جدید و قدیم تحقیقات اس بات پر متفق ہیں کہ خون کی تکمیل جگر میں ہوتی ہے جگر کی اصلاح کے لئے **شربت فولاد پلس** میں زعفران اور تیزپات شامل کیے گئے ہیں۔وٹامن B اعصابی کمزوری اور تھکاوٹ کے لئے انتہائی مفید ہے۔اس وٹامن کے حصول کے لئے **شربت فولاد پلس** میں گاؤزبان شامل کیا گیا ہے۔جو وٹامن B کا قدرتی ذریعہ ہے۔ان کے علاوہ **شربت فولاد پلس** کے اجزائے نسخہ میں اعصاب اور پٹھوں کی طاقت کے لئے کچلہ اور عقرقرحا بھی شامل کیے گئے ہیں۔اس طرح **شربت فولاد پلس** کا نسخہ انتہائی متوازن اور جامع ہے۔جو ہر عمر کے مرد و خواتین ہر موسم میں بلاجھجک استعمال کر سکتے ہیں۔

شربت فولاد پلس کے مجموعی افعال و خواص:

* خون کے سرخ ذرات کی پیدائش میں اضافہ کر کے چہرے کی پیلاہٹ دور کرتا ہے۔ * ہر قسم کی جسمانی کمزوری میں مفید ہے۔
* جگر اور معدہ کی اصلاح کر کے بھوک بڑھاتا ہے۔ * اعصاب کو تقویت دیتا ہے۔ * لو بلڈ پریشر (Low Blood Pressure) کو معمول پر لاتا ہے۔
* خواتین کے لئے دوران حمل اور دودھ پلانے کے زمانے میں بہترین ٹانک ہے۔ * زچگی اور زچگی کے بعد کی کمزوری اور چہرے سے کیل چھائیاں دور کرتا ہے۔
* بچوں کی نشوونما کو بڑھاتا ہے۔ * طلباء کی ذہنی اور جسمانی کارکردگی میں اضافہ کرتا ہے۔

نوٹ: اس کے مسلسل استعمال سے جسم میں فولاد کی زیادتی نہیں ہوتی کیونکہ **شربت فولاد پلس** اعضاء کی کارکردگی کو بہتر بناتا ہے۔اس لئے زائد فولاد غذائی استحالہ کے نتیجہ میں جسم میں جمع نہیں ہوتا۔بلند فشارِ خون (High Blood Pressure) کے مریض معالج کے مشورہ سے استعمال کریں۔

ترکیب استعمال:
بچوں کے لئے صبح و شام کھانا کھانے کے بعد ایک چمچ (کھانے والا) فوری اور بہتر نتائج کے لئے پھلوں کے رس یا دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔
بڑوں کے لئے صبح و شام کھانا کھانے کے بعد دو چمچ (کھانے والا) فوری اور بہتر نتائج کے لئے پھلوں کے رس یا دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔

لاثانی فارما پرائیویٹ لمیٹڈ
Ph: 042-37188844-37188855
Fax: 042-37188866
Help Line: 0302-8447784
info@lasanipharma.com
lasanipharma@yahoo.com

WAQAR AZEEM
www.pakistanpoint.com

پاس لے کر گئی۔ میں نے سینکڑوں لوگوں سے سیکھا لیکن توکل کا جو درس مجھے امان اللہ خان دے گئے مجھے وہ کسی ولی' کسی دانشور اور کسی عالم سے نہیں ملا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے میں روز صبح اُٹھ کر اپنے اوپر اللہ کے ترس گنتا ہوں اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ یہ واقعی اللہ تعالیٰ کا ترس ہے جس نے ہم جیسے نالی کے کیڑوں کو انسان بنا دیا۔ جس نے ہمیں بولنے' سننے' دیکھنے اور سمجھنے کی جس عنایت کی اور جو روز ہمارے راستے کی رکاوٹیں ہٹاتا رہتا ہے۔ ورنہ ہم کیا ہیں' ہڈیوں اور بدبودار گوشت کا ایک چھوٹا سا ڈھیر اور یہ ڈھیر بھی قبر کے دس دن برداشت نہیں کرسکتا۔ ہم دس دنوں میں کیڑوں کا رزق بن کر مٹی میں مل جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ اس کی ذات کا رحم' اس کا کرم اور اس کا ترس ہے جس کے صدقے ہم جیسے غیر اہم لوگ اہم ہوجاتے ہیں۔ امان اللہ خان پاکستان میں تھیٹر تھے' یہ تھیٹر پر آئے تو تھیٹر' تھیٹر بن گیا اور یہ تھیٹر سے اُترے تو تھیٹر' تھیٹر نہ رہا۔ یہ مجرا بن گیا اور یہ مجرا بھی اب ختم ہوچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر مزاح اُتارا تھا۔ وہ خاموش بھی رہتا تھا تو لوگ ہنس پڑتے تھے۔ امان اللہ نے 860 دنوں تک مسلسل نائٹ تھیٹر کرکے عالمی ریکارڈ بنایا' آپ آج بھی ان کا کوئی ڈرامہ دیکھ لیں آپ کے پیٹ میں بل پڑ جائیں گے۔ فقرے' لہجے کی بناوٹ اور چہرے کے اُتار چڑھاؤ امان اللہ خان ہر لحاظ سے ایک مکمل اداکار تھا۔ یہ شخص پرفارمنگ آرٹ کی پوری اکیڈمی تھا۔ مگر افسوس اس کا اختتام اچھا نہیں ہوا۔ امان اللہ تھیٹر کے زوال کے بعد گھر چلانے کے لئے ٹیلی ویژن چینلز کا محتاج ہوگیا اور اس کی آخری عمر کم ظرفوں سے بے عزتی کراتے گزری۔ بے روزگاری' مالی مشکلات اور بے عزتی نے اسے بیمار کردیا۔ اس کے گردے اور پھیپھڑے دونوں جواب دے گئے۔ شوگر کا مرض پرانا تھا اس کے ساتھ ساتھ دل بھی ڈوب گیا۔ جسم کمزور تھا' یہ اتنی بیماریاں برداشت نہ کرسکا اور یوں امان اللہ 6 مارچ کو جہان فانی سے کوچ کرگیا۔ اس کا چلے جانا افسوس ناک تھا لیکن اس کے چلے جانے کے بعد جو ہوا وہ عبرت ناک تھا' یہ جس کالونی میں رہتا تھا اس کی انتظامیہ نے اسے مراثی ڈکلیئر کرکے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہ دی۔ پنجاب کے وزیر اطلاعات فیاض الحسن چوہان کا بھلا ہو' یہ آئے اور اپنے ہاتھوں سے قبر کھودنا شروع کردی ورنہ شاید امان اللہ کی لاش بھی بوجھ بن جاتی۔ یہ بھی قابل ترس ہوجاتی۔

وہ چلا گیا' ہم بھی چلے جائیں گے لیکن ہمیں ایک فیصلہ بہرحال کرنا پڑے گا۔ کیا اس ملک میں امان اللہ جیسے لوگوں کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر یہ لوگ مراثی ہیں تو پھر اس ملک میں کھلنے والا ہر پھول' ہوا کا ہر جھونکا اور بچوں کی ہر مسکراہٹ بھی مراثی ہے۔ کیوں؟ کیونکہ یہ بھی لوگوں کو خوشی دیتی ہے۔ لہٰذا ہمیں اس ملک میں ان پر بھی پابندی لگا دینی چاہئے۔ ہم اس ملک میں مراثیوں کے لئے ایک الگ قبرستان کیوں نہیں بنا دیتے جس میں ہم ان شاعروں' اداکاروں' گلوکاروں' کھلاڑیوں' مصوروں' پروفیسروں اور

WWW.PAKSOCIETY.COM www.pakistanipoint.com

برنس مینوں کو دفن کر دیں جنہیں اللہ نے اس ملک پر ترس کھا کر یہاں پیدا کر دیا تھا۔ ہم کیا لوگ ہیں ہم امان اللہ جیسے لوگوں کو قبرستانوں میں بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

امان اللہ صاحب نے ایک پروگرام ''ایک دن جیو کے ساتھ'' میں سہیل وڑائچ سے تفصیلی گفتگو کی ہے جس میں اپنی زندگی کے اہم واقعات اور تجربات بیان کیئے ہیں۔ وہ ساری گفتگو قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

سوال: آپ پاکستان کے کامیڈی کنگ ہیں۔ 35 سالہ کیریئر میں وہ کیا چیز خاص تھی جس سے آپ کو شہرت ملی؟۔

جواب: شہرت کیا ملنی تھی، بس محنت کی، لوگوں کو ہنسانے کے لئے کوشاں رہا۔ میں نے جب پہلا سٹیج ڈرامہ کیا، اقبال آفندی صاحب وہ میرے بڑے مہربان تھے، میرے باپ کی جگہ پر تھے، انہوں نے زبردستی مجھ سے وہ کریکٹر کروایا۔ میں نے وہ کیا، جب میں جب سٹیج پر آیا تو میں نے ویسے ہی ایک پکے راگ کی نقل اُتاری تو لوگ ہنس پڑے۔ اس سے مجھ میں اعتماد آ گیا۔ میں نے سوچا یہ تو بڑا اچھا کام ہے لوگوں کو خوش بھی کرنا اور پیسے بھی کمانا۔ مجھے لگا کہ یہ کام گانے سے اچھا ہے۔

سوال: کہاں داتا دربار کے باہر گولیاں اور ٹافیاں بیچنا اور کہاں سٹیج پر جلوہ گر ہو گئے، کیا گر ہاتھ آ گیا تھا گولیاں ٹافیاں بیچتے ہوئے؟

جواب: اللہ کا کرم ہے۔ اچھا کیا آپ نے وہ زمانہ بھی یاد کروا دیا۔ داتا دربار کے وقت بھی مجھے لگتا تھا کہ میں جنت میں رہ رہا ہوں۔ اس وقت بھی میں اچھا خاصا کما لیتا تھا۔ طفیل نیازی صاحب والد صاحب کے دوست بھائی تھے، ہم ان کا کھانا لے کر جاتے تھے۔ داتا صاحب کے عرس پر ان کا تھیٹر ہوتا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر کسی کو کہتے، اس کو تھیٹر کے باہر اوپر کھڑا کر دو۔ میں کہتا، میں کیا کروں گا؟ وہ کہتے، جیسے بچوں کو ہنساتے ہو اس طرح کرو۔ میں وہاں باتیں کرتا، لوگ ہنستے اور پیسے دینا شروع ہو جاتے۔ عنایت حسین بھٹی صاحب کی آواز میں کاپی کرتا لوگ بہت خوش ہوتے۔ اس طرح عالم لوہار صاحب کی آواز کی کاپی کرتا۔

سوال: سینکڑوں ون مین شو اور دو ہزار کے قریب سٹیج ڈرامے، ہر ایک میں مختلف آواز مختلف انداز اس چھوٹی سی جان کے اندر کیا کیا چھپا رکھا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بہت رحمت بخشی ہوئی تھی بلکہ میری ڈیوٹی لگائی تھی۔ جیسے پہلوان کا کریکٹر کیا تو ایسی باتیں کیں جو لوگوں کے لیے نئی تھیں۔ میں کہتا ''پہلوان کہتے ہیں ہمارے زمانے میں ایک فٹ کے بادام ہوتے تھے'' حالانکہ ایک فٹ کا بادام ہوتا نہیں جوتے ہوتے ہیں۔ اس طرح کی باتیں کرنا، ورائٹی پیش کرنا لوگوں کو غور سے دیکھنا ان کا انداز اپنانا اور پھر اس میں مبالغہ سے کام لے لینا۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

سوال: ہر اداکار مشاہدے محنت تجربے سے بڑا بنتا ہے۔ 70 سالہ زندگی میں آپ لوگوں کو کس طرح دیکھتے ہیں پھر ان کا کردار اپنا لیتے ہیں؟

جواب: ایک تو میری عادت ہے میں لوگوں کو دیکھ کر انجوائے کرتا ہوں۔ میں چائے پینے بھی جاؤں تو دیکھتا ہوں کہ لوگ کس طرح ہاتھ ہلا ہلا کر باتیں کرتے ہیں۔ کیسی باتیں کرتے ہیں' کیا کہانیاں سناتے ہیں؟ پھر ان کی کاپی کرتا ہوں۔ چائے والے کو بلانے کے ہر ایک کے انداز مختلف ہوتے ہیں۔ لوگ ہاتھوں سے گفتگو کرتے ہیں۔ پھر ایک بات یاد رکھتا تھا کہ کہ آج جو ڈرامے میں کیا' وہ کل نہ ہو۔ جو کل کیا وہ پرسوں نہ ہو۔ آپ ڈاکٹر کے پاس جائیں تو پڑھے لکھے لوگ کس طرح اپنی بیماری بتاتے ہیں اور ان پڑھ لوگوں کا بات کرنے کا انداز کیوں مختلف ہوتا ہے۔ پڑھے لکھے لوگ اپنی بیماری خود بتانا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کو دوائیوں کے نام بھی آتے ہیں۔ وہ اور طرح کی بحث ڈاکٹر سے کرتے ہیں۔ گاؤں کے لوگ ڈاکٹروں کی سنی جاتے ہیں۔ وہ ان سے صرف ہائے ہائے کر کے بات کرتے ہیں۔ تم کون ہو' ڈاکٹر ہو' ڈاکٹر ڈر جاتا ہے کہیں یہ بھی نہ مر جائے۔ وہ ڈاکٹر کو اپنا خواب سنانا شروع کر دیتے ہیں۔

سوال: چالیس سال پہلے بڑے غریب تھے کروڑوں کمائے پھر بھی امیر نہ ہوئے..... حالانکہ فضول خرچ بھی نہ تھے؟۔

جواب: اللہ کا شکر ہے خرچہ وغیرہ چل رہا ہے۔ جب کسی نے غریبی دیکھی ہو تو اسے احساس ہوتا ہے دوسرے کے درد اور دکھ کا۔ اُس زمانے میں 20 ہزار بڑی رقم ہوتی تھی۔ میں جب لے کر نیچے آتا تھا تو اس میں سے چودہ ہزار بانٹ دیتا تھا۔ باقی چھ ہزار رہ جاتے تھے۔ اب مجھے سمجھ نہیں آتی تھی کہ کسی کو کیسے پتہ چل جاتا تھا کہ میرے پاس پیسے ہیں۔ اب کوئی کہہ رہا ہے کہ میری امی بیمار ہے' کوئی ایکسرے دکھا رہا ہے' زندگی میں پچھتاوا نہیں کیونکہ میں نے غلط کام پر پیسے نہیں خرچ کئے۔ بچے میرے پڑھ گئے ہیں میں نے غلط جگہ پر پیسے نہیں لٹائے۔ لوگ پنکھوں پر نوٹ مارتے ہیں لٹاتے ہیں' ''بلو ہورنچ میں نوٹ لٹاوا ل''۔ لوگ پتہ نہیں کیوں اس طرح لٹاتے ہیں بلو پر۔ اس کا بھائی باپ پیسے لٹائے آپ کیوں لٹاتے ہیں۔

سوال: ضیاء الحق کے دور میں اتنا سخت دور تھا پھر بھی سلطان راہی کو مولا جٹ میں اور آپ کو سٹیج پر شہرت ملی' کیا وہ دور ایسا تھا جب سوسائٹی پر دباؤ تھا؟۔

جواب: پتہ نہیں ضیاء الحق کا دور ملا جلا تھا۔ دیکھنے میں ان کا برتاؤ سخت تھا مگر میں نے ان کے سامنے بھی چار دفعہ پرفارمنس کی۔ جنرل سوار خان' جنرل چشتی' جنرل رحیم' جنرل اقبال' جنرل جیلانی کے سامنے' میں نے تو ان سب کے سامنے پرفارم کیا' یہ سب میرے تو بڑے فین تھے۔ ان کی بیگم میری بہن باجی ان کا بیٹا انوار الحق سب بڑے فین تھے۔ جنرل ضیاء الحق کو ہنسانا بڑا مشکل ہوتا تھا۔ جنرل ضیاء الحق

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ہنسنے لگتے تو باقی جنرل بھی ہنسنے لگتے۔ سارے لوگ تب تک ہنستے نہیں تھے۔ ایک بار میرے پاس 15 منٹ کا ٹائم تھا۔ جاوید قریشی صاحب بڑے پریشان تھے' مجھے کہا جاؤ سٹیج پر اور 15 منٹ میں پروگرام کر کے آؤ۔ میں گیا' میں نے جاتے ہی وہاں موجود تمام جنرل صاحبان کو کہا' پلیز ہنس پڑو عالم پناہ کچھ نہیں کہیں گے...... تو سب ہنس پڑے۔ کام شروع ہو گیا۔ 15 منٹ کا پروگرام تھا' میں نے ڈیڑھ گھنٹہ لگا دیا۔ پروگرام ختم ہوا تو جنرل ضیاء مجھ سے ملنے آئے۔ کہنے لگے' میں نے بڑی مدت کے بعد ENJOY کیا' مدت کے بعد ہنسا ہوں' کہاں ہوتے ہیں آپ؟ ان کی وائف میری باجی کہنے لگیں' بھائی جان آپ اسلام آباد ضرور آئیں۔ لوگ کہتے ہیں...... اس وقت 20 مرلے کی جگہ لے لی ہوتی بلیو ایریا میں۔ میں کہتا ہوں کہ میں کونسا لولہ لنگڑا ہوں۔

سوال: آپ کے پاس لطیفہ بازی ہے' کامیڈی ہے' جگت بازی ہے اس کی کہیں سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں؟۔

جواب: ساری فیملی میں کلاسک موسیقی کا کام 70 سالوں سے ہم لوگ کرتے آرہے ہیں۔ شوربے والا کھانا پسند کرتے ہیں یہ جلدی ہضم ہو جاتا ہے۔ باقی زیادہ نہیں کھاتا کیونکہ رات کو شو ہوتا ہے اور زیادہ کھانا کھانے سے دماغ کام کرتا ہے نہ جسم ساتھ دیتا ہے۔

سوال: شو کے دوران کوئی مدد دیتا ہے یا کان میں بتاتا ہے؟۔

جواب: نہیں یہ اپنا ٹیلنٹ ہوتا ہے۔ سب کچھ قدرتی ہے۔ عادت ہو جاتی ہے۔ جیسے گاؤں کے لوگ اپنا کھیت ہموار کرنے گئے تو دوسرے کے کھیت کا کام کر آئے۔ کچہری گئے تو کسی اور پارٹی سے بھی لڑائی کر لی۔ اُن کی یہ سوچ ہوتی ہے کہ ایک پرچہ پہلے ہوا ہے دوسرا بھی ہو جائے گا تو کیا فرق پڑے گا۔ اس دفعہ فصل اچھی ہوئی میں نے سوچا ایک اور پنگا لے لوں۔

سوال: آپ کو وہ دن یاد ہے جب بہت زیادہ غربت دیکھی اور وہ کونسا دن تھا جب بہت دولت دیکھی؟

جواب: میں نے بچپن سے ہی سودا بیچنا شروع کر دیا تھا۔ جب ڈیڑھ روپے کا کلو گوشت تھا اس دور میں 13 روپے روز کماتا تھا۔ یہ 1964ء کی بات ہے۔ 13 روپے بڑی بات ہوتی تھی۔ بند مکھن بیچ کر 3 روپے صبح کمانے' اس کے بعد تھوڑا سا کھیلنا اور پھر ٹافیاں گولیاں بیچنے نکلتا تھا۔ دس روپے اس میں کما لیتا تھا۔ اس وقت یہ بڑے پیسے تھے۔ اس وقت نیا سائیکل 150 روپے کا تھا۔

سوال: آپ نے روپے زیادہ سے زیادہ کتنے دیکھے ہیں' کروڑ' دس کروڑ وغیرہ؟۔

جواب: زیادہ نوٹ کیا دیکھنے ہیں زیادہ سے زیادہ دو لاکھ تین لاکھ دیکھے ہیں۔ باہر ٹرپ پر جا رہے ہوتے تھے تو باہر کے ٹور پر تین لاکھ روپے ایڈوانس مل جاتے تھے۔ جیسے کویت جا رہے تھے وہ میرے دوست تھے وہاں پیسے نہیں لئے۔ 30' 35 تولہ سونا لے لیا۔ میں نے سوچا اتنے سونے کا کیا کروں گا

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَک

(اور ہم نے آپؐ کا ذکر (سب پر) بلند کر دیا۔ القرآن)

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا' لوح و قلم تیرے ہیں

پیغمبر آخرالزماںؐ کی سیرتِ پاک پر **سیارہ ڈائجسٹ** کی طرف سے ایک لاثانی پیشکش

قیمت: ڈیلیکس اڈیشن: 800 روپے
عام جلد: 400 روپے

عکسِ سیرت

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

"میں نے جب یہ کتاب ختم کی تو اونچی آواز میں' جسے میں بھی صاف سُن سکوں' ایک بار پھر کلمہ پڑھا۔ گویا اپنے آپ سے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔" (عبدالقادر حسن' مشہور صحافی)

یہ ایمان افروز کتاب خود بھی پڑھیے اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھایئے

سیارہ ڈائجسٹ ۔ 240 مین مارکیٹ' ریواز گارڈن لاہور

فون: 042-37245412

انہوں نے کڑے بنا دیئے کچھ گلے میں پہن لیا۔

سوال: کبھی خوشی کبھی غم' وہ کون سا لمحہ تھا جب بہت غم ہوا اور وہ کونسا لمحہ تھا جب بڑی خوشی ملی۔

جواب: جب میں پہلی بار جہاز میں بیٹھا بڑی خوشی ہوئی تھی۔ میں کراچی گیا' پروگرام تھا۔ ان لوگوں نے واپسی پر جہاز کی ٹکٹ دیدی۔ کچھ ساتھی کہنے لگے ٹکٹ بیچ دو ٹرین پر چلتے ہیں۔ ٹرین ایک پورے دن میں کراچی لے جاتی تھی۔ لیکن یہ میری بڑی خواہش تھی کہ میں نے جہاز میں ضرور بیٹھنا ہے۔ کیونکہ میں ٹرین کا عادی تھا۔ میں جہاز میں بیٹھا ہوں ابھی چائے پی ہے ایک دم جہاز نیچے آنے لگا اور لاہور آ گیا۔ غم اس وقت ہوا جب میری ماں فوت ہوئی میرے والد صاحب فوت ہوئے۔ جب میری ماں فوت ہوئی تو مجھے لگا ہر طرف اندھیرا ہو گیا ہے' شام پڑ گئی ہے۔ شاید یہ کبھی ختم نہ ہو۔ دن نہیں چڑھے گا۔ وہ صبر کر لیا۔ انسان کچھ نہیں کر سکتا سوائے صبر کے۔ میری بہن بہت روتی تھی۔ میں نے کہا' بچے میں بڑا بھائی والد کی جگہ پر ہوں۔ تیرا والد ابھی زندہ ہے' میرا والد مر ہے۔ میرے والد کی حالت بڑی خراب تھی۔ کوئی کوئی سانس تھا۔ اس دن میرا شو تھا' مجھے وہاں جانا تھا۔ ٹیلی فون آ گیا' مجھے شو کے لئے آنا پڑا۔ لوگوں نے ٹکٹیں خریدی ہوتی ہیں۔ اگر شو نہ ہو تو وہاں لڑائی ہو جاتی ہے۔ میں شو کرنے چلا گیا تھوڑی دیر بعد دوسرے ایکٹرز نے کہا' امان اللہ واپس چلیں شو ختم کر دیتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ والد صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ میں اس کے لئے تیار تھا مگر میں شو پورا کر کے واپس آیا۔

سوال: اگر آپ کو وزیراعظم بنا دیا جائے تو آپ کیا کریں گے؟۔

جواب: میں کہوں گا کہ پہلے میری وہی تنخواہ لگا دو جتنا میں اب کماتا ہوں۔ پھر دن رات کام کروں گا اور بتاؤں گا کہ کام کیسے لیا جاتا ہے؟۔

سوال: سیاست میں کون سب سے زیادہ پسند ہے؟۔

جواب: چودھری شجاعت بہت پسند ہیں۔ اب بھی جب کبھی ان کا فون آتا ہے تو میں کھڑا ہو جاتا ہوں۔

سوال: آج کل سیاست میں کون پسند ہے؟ بھٹو صاحب' نواز شریف یا عمران خان؟۔

جواب: بھٹو صاحب کا دور بھی پسند تھا' نواز شریف پسند ہے' تھوڑا سا دھیما آدمی ہے جہاں تک کرپشن کی بات ہے مجھے بتا دو کون ہے جو کرپشن سے پاک ہے۔ انڈیا' پاکستان' بنگلہ دیش' افغانستان' کشمیر وغیرہ کسی کو پتہ نہیں ہیرا پھیری کا ہم سب بے ایمان ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ملک کی کون خدمت کر رہا ہے۔ عمران خان ہمارا ہیرو ہے اللہ تعالیٰ اسے توفیق دے اچھا کام کرنے کی۔

سوال: ایک ذاتی سا سوال ہے آپ کے بچے کتنے ہیں اور آپ نے شادیاں کتنی کی ہیں؟

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

جواب: دراصل بات یہ ہے جب آدمی بہت زیادہ مصروف ہوتا ہے کچھ بدقسمتی کے لمحے ہوتے ہیں' ایسے کام ہوجاتے ہیں زندگی میں۔ کبھی بھی دوسرا نکاح نہیں کرنا چاہئے۔ شادی کبھی دوسری نہ کریں۔ میں کہتا ہوں عرب کے علاقے میں جا کر دو سو شادی کریں انڈیا پاکستان میں نہیں۔ یہاں پہلی بیوی برداشت نہیں کرتی۔ آدمی کا بُرا حال ہوجاتا ہے۔ بچے کبھی بھی مطمئن نہیں ہوتے' کوئی کہتا ہے اس کو یہ دے دیا' دوسرا کہتا ہے پہلے والے نے یہ کردیا۔ دوسرا کبھی نکاح نہیں کرنا چاہئے یہ میرا مشورہ ہے۔ زندگی بڑی تلخ گزرتی ہے زندگی پھر سڑک پر ہی آجاتی ہے۔ لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں آدمی کبھی ان کو مطمئن نہیں کرسکتا آپ کا ایک بچہ کسی کی گاڑی پر پھر رہا ہو' دوسری کا بچہ کہے گا آپ نے اسے گاڑی لے کر دی ہے آپ داتا صاحب بھی عبادت کررہے ہیں تو ایک بیوی کہے گی آپ دوسری کے پاس تھے۔ میرا مشورہ ہے دوسرا نکاح نہ کریں۔

سوال: وہ کونسے استاد تھے جنہوں نے آپ کی شخصیت کو بدل ڈالا اور آپ کو امان اللہ بنادیا؟۔

جواب: رفیق وڑائچ صاحب' اقبال چودھری صاحب' منیر نیازی اور بہت سے لوگ جن سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔

سوال: تین چار شادیاں کیں' کوئی عشق بھی کیا' صنف نازک میں کیا چیز زیادہ پسند ہے؟۔

جواب: عورت نے جو کوکا پہنا ہوتا ہے مختلف رنگوں کا اچھا لگتا ہے۔ جھمکا پہنتی ہے وہ بھی خوبصورت۔ لگتا ہے بارش میں نہا کر آئی ہے۔ تب اچھی لگتی ہے جب وہ کہتی ہے ''ذرا تولیہ پکڑانا'' بھیگی ہوتی ہے۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

اس انٹرویو کے دوران میزبان' سہیل احمد صاحب سے ملنے امان اللہ کے ساتھ ان کے گھر ماڈل ٹاؤن گئے۔ انہوں نے امان اللہ کی بڑی تعریف کی اور کہا ہم دونوں نے ساری زندگی اکٹھے کام کیا اور سچ مچ ہمارا مقابلہ ہوتا تھا۔ سٹیج کے تمام مشہور فنکاروں نے امان اللہ کی بہت تعریف کی ان کے فن کی اور بطور انسان کے ان کے کردار کی۔

سوال: سٹیج پر لوگ براہ راست دیکھ رہے ہوتے ہیں آپ کو کام کے دوران تیار رہنا پڑتا ہے آپ پر اس وقت آمد ہوتی ہے یا ذہن میں تمام باتوں کو سٹاک کیا ہوتا ہے؟۔

جواب: لائیو پروگرام میں ایک جوش ہوتا ہے کہ کہیں لوگ ہوٹ کرنا شروع نہ کردیں۔ لائیو پروگرام میں چوکس رہنا ضروری ہوتا ہے۔ اس میں مزاح پیدا کرنے کے لئے کوئی اس طرح واقعہ ڈال دیتے ہیں جو بہت مزاحیہ ہو۔ کئی چیزیں ذہن میں ہوتی ہیں آپ دوسرے لوگوں کی طرح مشہور لوگوں کی نقل شروع کردیتے ہیں۔

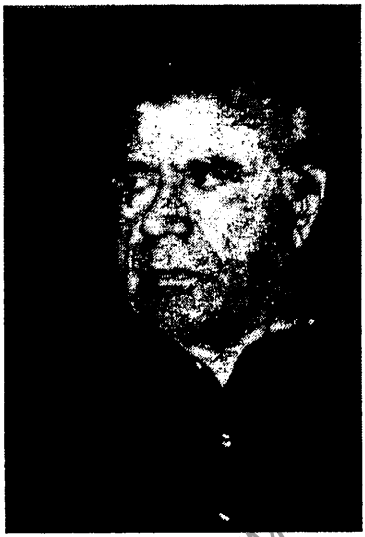

''ہمارے دور کے محبوب پہچانے نہیں جاتے''

طارق عزیز سے جڑی کچھ یادیں کچھ باتیں

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

(عقیل عباس جعفری)

اتوار کا دن تھا اور دوپہر کا وقت۔ پاکستان ٹیلی ویژن کے پروگرام نیلام گھر کی ریکارڈنگ تھی۔ پروگرام کا کارڈ بڑی تگ و دو کے بعد حاصل کیا گیا تھا۔

اس دن یکم محرم بھی تھی۔ چنانچہ پروگرام کے آغاز میں بتایا گیا کہ آج ابتدائی مرحلے کے تمام سوالات محرم الحرام کی مناسبت سے پوچھے جائیں گے۔

پہلے مرحلے کے امیدواروں کے انتخاب کا سلسلہ جاری تھا مگر طارق صاحب ہم سے دُور دُور ہی تھے۔ اتنے میں انھوں نے سوال پوچھا کہ امام حسینؓ کا نام ان کی پیدائش کے وقت کیا رکھا گیا تھا؟۔ کسی نے اس کا جواب حسین بتایا کسی نے شبیر۔ جب سات آٹھ لوگوں سے سوال کیے جانے کے بعد بھی درست جواب نہ ملا تو طارق عزیز نے اعلان کیا کہ صرف وہ لوگ ہاتھ کھڑا کریں جنھیں درست جواب آتا ہے۔ پورے ہال میں صرف ہمارا ہاتھ اُٹھا۔

طارق عزیز صفیں چیرتے ہوئے ہم تک پہنچے۔ ہم نے انھیں جواب دیا ''حرب''۔ طارق

طارق عزیز نے حیرانی سے ہماری طرف دیکھا اور فلک شگاف نعرہ لگایا۔ ''جواب درست ہے!'' ہمارا انتخاب دوسرے مرحلے کے لیے ہو چکا تھا۔

اس کے بعد ہم دوسرے اور تیسرے مرحلے کو باآسانی عبور کرتے ہوئے آخری مرحلے تک پہنچ گئے۔ جہاں موٹر سائیکل کے لیے سوالات کی بولی دینی تھی۔ طارق عزیز کی محفوظ بولی اٹھارہ سوال تھی۔ جو تیرہ سوال میں ہمارے نام چھوٹی۔ یعنی ہمیں اٹھارہ میں سے تیرہ سوالات کے درست جواب دینے تھے۔ طارق عزیز نے ہم سے پوچھا ''آپ کا شعبہ۔۔۔؟'' ہم نے جواب دیا ''اردو ادب۔''

اب سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا اور ہم بغیر کسی غلطی کے پورے تیرہ سوالات کے مسلسل درست جواب دے کر موٹر سائیکل جیتنے میں کامیاب ہو گئے۔

اس کے بعد طارق عزیز سے نیلام گھر کی سالگرہ کے پروگرام میں ملاقات ہوئی۔ اس پہلی سالگرہ کے پروگرام میں سال بھر میں سب سے

طارق عزیز ایک عہد ساز شخصیت

طارق عزیز 28 اپریل 1936ء کو برطانوی ہندوستان میں تحصیل شاہ کوٹ ڈسٹرک جالندھر کے انڈیا کے آرائیں گھرانے میں پیدا ہوئے۔ انکے والد میاں عبدالعزیز آرائیں 1947 میں پاکستان ہجرت کر آئے۔ طارق عزیز نے ابتدائی تعلیم ساہیوال سے حاصل کی۔ اس کے بعد ریڈیو پاکستان لاہور سے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز کیا۔ جب 1964ء میں پاکستان ٹیلی وژن کا قیام عمل میں آیا تو طارق عزیز پی ٹی وی کے سب سے پہلے مرد اناؤنسر تھے۔ تاہم 1975 میں شروع کئے جانے والے ان کے سٹیج شو نیلام گھر نے ان کو شہرت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ یہ پروگرام کئی سال تک جاری رہا، اور اسے بعد میں بزمِ طارق عزیز کا نام دے دیا گیا۔

طارق عزیز ہمہ جہت شخصیت ہیں۔ انہوں نے ریڈیو اور ٹی وی کے پروگراموں کے علاوہ فلموں میں اداکاری بھی کی۔ ان کی سب سے پہلی فلم انسانیت (1967) تھی اور ان کی دیگر مشہور فلموں میں سالگرہ، قسم اس وقت کی، کٹاری، چراغ کہاں روشنی کہاں، ہار گیا انسان قابل ذکر ہیں۔

انہیں ان کی فنی خدمات پر بہت سے ایوارڈ مل چکے ہیں اور حکومتِ پاکستان کی طرف سے 1992ء میں انھیں حسن کارکردگی کے تمغے سے بھی نوازا گیا۔ طارق عزیز نے سیاست میں بھی حصہ لیا اور 1997 میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM www.pakistanipoint.com

بڑا انعام جیتنے والوں کے درمیان مقابلہ تھا۔ پہلی سالگرہ کا پروگرام بھی ہمارے نام رہا جبکہ دوسری سالگرہ کے پروگرام میں منظر اکبر نے کار جیتنے کا اعزاز حاصل کیا۔

پھر سنہ 81-1980 میں نیلام گھر کے پروڈیوسر تاجدار عادل اور سکرپٹ ایڈیٹر مدثر رضوی نے ہمیں نیلام گھر کی ریسرچ ٹیم کا حصہ بننے کی دعوت دی۔ اب گاہے بگاہے تاجدارِ عادل کے کمرے میں طارق عزیز سے ملاقاتیں بھی ہونے لگیں۔

تاج دار عادل اور طارق عزیز ایک جگہ موجود ہوں اور شعر و شاعری کا سلسلہ نہ ہو یہ ممکن نہیں تھا چنانچہ ہم ان دو حضرات کی شاعری سے بھی لطف اٹھانے لگے۔ طارق عزیز گاڑھی بالائی والی چائے پینے کے بعد موڈ میں ہوتے تو اپنی زندگی کے متفرق واقعات بھی سناتے۔

پاکستان ٹیلی ویژن کی اولین نشریات کے لیے ان کا انتخاب کیسے ہوا، انھوں نے ٹی وی کیمرے کی براہ راست نشریات کا سامنا کیسے کیا، انسانیت، سالگرہ اور قسم اس وقت کی مشہور فلموں کے تجربات بیان کرتے۔

پاکستان پیپلز پارٹی میں کیسے شامل ہوئے، جنرل شیر علی نے ان کے رزق کے دروازے کیسے بند کیے، پھر انھوں نے پیپلز پارٹی کس طرح چھوڑی، یہ سب واقعات ہم نے ان ہی ملاقاتوں میں سنے۔

ایک مرتبہ بتانے لگے کہ لوگ انھیں اپنے مسائل سناتے ہیں، مگر انھیں دکھ ہوتا ہے جب وہ ان سب لوگوں کی مدد نہیں کر پاتے۔

انھوں نے شعر سنایا:

بے سہارا کوئی ملتا ہے تو دکھ ہوتا ہے
میں بھی کیا ہوں کہ کسی کام نہیں آ سکتا

شعر سن کر سبھی بھڑک اُٹھے۔ پوچھا کس کا شعر ہے۔ کہنے لگے صابر ظفر کا ہے۔

پھر طارق عزیز اور نیلام گھر لاہور چلا گیا۔ لاہور جانے کے بعد بھی کچھ عرصہ تک اس پروگرام سے ہمارا تعلق قائم رہا۔ مگر جب پروگرام کے پروڈیوسر تبدیل ہوئے تو ہمارا تھوڑا بہت سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔

سنہ 2011 میں سینٹر آف سوک ایجوکیشن نے ہمیں سوک ایجوکیشن ایوارڈ دینے کے لیے اسلام آباد مدعو کیا تھا۔ ہمارا میریٹ ہوٹل میں قیام تھا۔ صبح ناشتے پر طارق عزیز سے ملاقات ہوئی جو ٹی وی کی کسی میٹنگ کے سلسلہ میں اسلام آباد آئے ہوئے تھے۔ ہم ناشتہ لے کر ان کی میز پر جا بیٹھے۔ مسکرائے، پہچاننے کی کوشش کی۔ پھر ہمارا نام لیا، میں مسکرایا تو شعر پڑھا:

زمانہ کس قدر تبدیل کر دیتا ہے انسان کو
ہمارے دور کے محبوب پہچانے نہیں جاتے

میں نے آہستہ سے کہا، شعر میں تو پامال ہے۔ کہنے لگے مجھے معلوم ہے مگر ابھی نہ ہم پامال ہوئے ہیں نہ آپ' اس لیے اسے 'تبدیل' ہی رہنے دیجیے۔

خدا حافظ۔۔۔ طارق صاحب۔۔۔ خدا حافظ۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

فرحت قادر

مدد کرو میری دو جہانوں کے مالک

انسانی ہمدردی اور خدا خوفی ناپید ہے۔ شاید کچھ لوگوں کو یہ خوش فہمی ہے کہ یہ وباء کونسا ان کے لیئے آئی ہے۔ وہی بلیک میلنگ' ناجائز منافع خوری' لوٹ مار جاری ہے۔ بعض کاروباری حضرات نے وینٹی لیٹر بنوا کر کرائے پر دینے شروع کر دیئے ہیں' سننے میں آیا ہے کافی منافع بخش کاروبار ہے۔

ہم نے خود وباء کو مذاق سمجھ کر تباہی کو گلے لگایا' حالات کی سنگینی آشکار کرتی جامع تحریر

جب سے کرونا وائرس آیا ہے اقوام عالم کی ترجیحات یکسر بدل گئی ہیں۔ معمولات زندگی کیا سے کیا ہو گئے؟ سڑکیں سنسان ہیں' بازار بند' سیر و تفریح کے لیئے اب ہم کہیں نہیں جا سکتے۔ ٹرانسپورٹ' ریسٹورنٹ اور تفریحی مقامات سب ہی بند ہیں۔

تعلیمی ادارے بھی بند' بچے گھروں میں مقید' سرکاری و نجی دفاتر کے ملازمین کو گھر رہ کر آن لائن کام کرنے کو کہا گیا ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے عوام کو میڈیا' اخبارات اور پوسٹرز کے ذریعہ احتیاطی تدابیر اپنانے کی ہدایات جاری کی جا رہی ہیں۔ کئی نجی فلاحی

ادارے بھی اس کام میں سرگرم ہیں۔ وزیراعظم نے سختی سے ایس او پیز پر عملدرآمد کا حکم دے دیا ہے لیکن اکثر لوگ ان پر عمل نہیں کررہے اور اسی لیے دن بدن صورت حال بگڑتی جارہی ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ ایس او پیز پر عملدرآمد نہ کرنے والوں میں اکثر تعلیم یافتہ لوگ بھی شامل ہیں۔

عید کی آمد کے موقع پر عوام کی خواہشات اور خریداری کا خیال کرتے ہوئے حکومت نے لاک ڈاؤن میں نرمی کی تو ایس او پیز کی ایسی دھجیاں اُڑائی گئیں کہ لازمی قرار دیئے جانے والے ماسک اور فاصلے کی بھی کوئی پرواہ نہ کی گئی۔ سڑکوں اور بازاروں میں اس قدر رش تھا کہ کھوے سے کھوا چھلتا دکھائی دیا۔ دیہاڑی دار خاندانوں کے چولہے ٹھنڈے ہوگئے ہیں۔ اکثریت کو بے روزگاری کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ہمارے مذہبی رہنماؤں نے بار بار یہ تنبیہ کی ہے کہ ہم اپنے آس پاس غریب عوام کا خیال رکھیں اپنے ضعیف العمر بزرگوں کی دیکھ بھال کریں اپنے اُن رشتہ داروں سے جن سے ہمارے رابطے طویل عرصہ سے منقطع ہوگئے تھے ان سے رابطہ کریں ان کا حال احوال معلوم کریں۔ اور بڑھ چڑھ کر ان سب کی مالی اور اخلاقی مدد کریں۔

صاحب ثروت خاندانوں کے گھروں میں لباس، خوراک اور دیگر پرتعیش سامان کی اس قدر فراوانی ہے کہ اہل خانہ کے لئے اس کو سنبھالنا اور ترتیب سے رکھنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ پھر من گھڑت دوائیاں اور ٹوٹکے سُن سُن کر اکثر خاندانوں نے راشن ضرورت سے زیادہ سٹور کرنے کے ساتھ ساتھ ایلوپیتھک، ہومیو پیتھک اور ہربل خود ساختہ تجویز کردہ ادویات سٹور کرلی ہیں اور اپنے معالج خود ہی بنے پھرتے ہیں۔

حکومت وقت، مولوی صاحبان اور ہمارے دیگر مذہبی رہنما ہمیں اس بات کی تلقین کرتے دکھائی دے رہے ہیں کہ ہم حسب استطاعت اپنے اردگرد رہنے والے غریب عوام اور رشتہ داروں کی مدد کریں۔ مگر عید کے موقع پر جملہ احتیاطی تدابیر کو پس پشت ڈال کر خریداری کرنے والوں نے شاید کسی کی نصیحت پر عمل نہیں کیا۔ نہ ہی اس وائرس کو خطرناک خیال کیا۔ ان کی اس لاپروائی اور بے احتیاطی نے کرونا کے مریضوں میں مسلسل اضافہ کیا ہے۔

یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز لاہور کے وائس چانسلر ڈاکٹر جاوید اکرم کا کہنا ہے کہ کرونا سے ملک میں ہر گھنٹے 4 لوگ مررہے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت (WHO) نے کہا ہے کہ لاک ڈاؤن میں نرمی سے وائرس پاکستان میں تیزی سے پھیلا اور اب پاکستان سب سے زیادہ متاثرہ ممالک میں شامل ہوگیا ہے کرونا سے نمٹنے میں ناکام ہے اور ایشیا کا چوتھا خطرناک ملک ہے۔

جب اس وباء کا پاکستان میں آغاز ہوا تو ہمارے علماء کرام نے ہمیں توبہ استغفار کی تلقین فرمائی تھی، غریب عوام کی مدد کا کہا گیا کیونکہ یہ خالصتاً آسمانی آفت ہے۔ یقیناً اللہ رب العزت ہم سے کچھ زیادہ ہی ناراض ہیں ورنہ تو وہ اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے۔ ہمیں اللہ کے حضور گڑگڑا کر معافی مانگنی چاہئے اور اس آفت سے نجات کی دعا کرنی چاہئے، بے شک وہ بڑا غفور الرحیم ہے۔ مگر یہاں تو عجیب صورتحال ہے ہر کوئی دوسرے کو مورد الزام ٹھہرا رہا ہے۔ میڈیا پر سوچ بچار یا کوئی ٹھوس لائحہ عمل اختیار کرنے کے بجائے ایک دوسرے

www.pakistanipoint.com

پر کیچڑ اچھالا جارہا ہے۔ کوئی نہیں سوچتا کہ ہم اپنی نوجوان نسل کو جنہوں نے مستقبل میں پاکستان کی باگ دوڑ سنبھالنی ہے کیا سبق پڑھا رہے ہیں؟ اور عملی طور پر کیا نمونہ پیش کیا جارہا ہے؟

واضح رہے کہ کرونا وائرس نے کسی خاص طبقے کو ہی نشانہ نہیں بنایا ہے بلکہ ایسی ایسی ہستیوں کو نگل لیا ہے جن کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا اور ہمارے کچھ لیڈروں کے ٹیسٹ کے نتائج بھی مثبت آئے ہیں جن میں شہباز شریف اور شیخ رشید سرفہرست ہیں۔ ڈاکٹرز، نرسز، ہیلتھ ورکرز و دیگر طبی عملہ جو اس وباء کے مریضوں کے علاج میں مصروف تھے ان میں سے کئی بھی اپنی جان کی بازی ہار گئے۔ حال ہی میں میرے شہر کے ہر دلعزیز ڈاکٹر محمد امین انتقال کرگئے اور اس سے اگلے دن ہی مشہور پلمونالوجسٹ ڈاکٹر تنویر بھٹی کرونا وائرس کا شکار ہوکر وفات پاگئے اور اپنے مریضوں، رشتہ داروں اور

صلاحیتوں کا صحیح استعمال

عربی حکایت ہے ایک بوڑھے باپ نے اپنے بیٹے کو بلا کر ایک پرانی خستہ حال گھڑی دی اور کہا، بیٹا یہ گھڑی تمہارے پڑدادا کی ہے۔ اسکی عمر دو سو سال ہوگی..... یہ گھڑی میں تمہیں دینا چاہتا ہوں لیکن اس سے پہلے تمہیں میرا کام کرنا ہوگا۔ اسے لیکر گھڑیوں والی دکان پر جاؤ اور پوچھو وہ یہ گھڑی کتنے میں خریدیں گے۔

وہ لڑکا جب واپس لوٹا تو کہنے لگا۔ دکان دار گھڑی کی حالت دیکھتے ہوئے پانچ درھم سے زیادہ قیمت دینے کو تیار نہیں۔

کہا: اب اسے وہاں لے جا کر بیچو جہاں نوادرات فروخت ہوتے ہیں..... وہ لڑکا جب وہاں سے واپس آیا تو بولا: وہ لوگ پانچ ہزار درھم دینے کو تیار ہیں۔

یہ سن کر وہ شخص بولا۔ اب اسے عجائب گھر لے جاؤ اور فروخت کرنے کا ارادہ ظاہر کرو۔

لڑکے نے واپس آکر کہا ”وہ لوگ اسے پچاس ہزار درھم میں خریدنے کو تیار ہیں۔“

یہ سُن کر اس بوڑھے شخص نے بیٹے کو مخاطب کیا اور کہا ”بیٹا..... گھڑی کی قیمت لگا کر میں تمہیں سمجھانا چاہتا تھا اپنی ذات کو اس جگہ ضائع نہ کرنا جہاں تمہاری قدر و منزلت نہ ہو..... تمہاری اہمیت کا اندازہ وہیں لگایا جائے گا جنہیں پرکھنے کی سمجھ ہوگی۔

دیکھا جائے تو بہت سے لوگ اپنی صلاحیتوں کو ایسی جگہ ضائع کررہے ہوتے ہیں جہاں سوائے وقت ضائع کرنے کے انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ساتھ ہی غیر ضروری طور پر غیر محل اپنی اہمیت کا احساس جتانا بھی درست نہیں.....“ اپنی صلاحیتوں، خوبیوں کو صحیح سمت میں استعمال کریں ایسی جگہ خود کو مت تھکائیں جہاں بدلے میں سوائے تھکاوٹ کے کچھ حاصل نہ ہو۔“

(مرسلہ: صائمہ اسلم۔ کراچی)

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

دوست احباب کو سوگوار کر گئے۔ اب تک جتنے لوگ اس وباء کا شکار ہو کر موت کے منہ میں جا چکے ہیں قارئین سے التماس ہے کہ آیئے ان سب کی مغفرت اور درجات کی بلندی کی دعا کریں اور ان کے پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کریں۔

اور جو لوگ اب بھی احتیاطی تدابیر پر عمل نہیں کر رہے لاپروائی کا ثبوت دے رہے ہیں مذاق اُڑاتے ہیں اللہ توکل کی باتیں کرتے ہیں خدارا اپنی جان کے دشمن نہ بنیں' ایس او پیز کو اپنائیں' بار بار اپنے ہاتھ 20 سیکنڈ تک دھوئیں' فاصلہ رکھیں۔ ماسک بہت ضروری ہے' گھر تک محدود رہیں بلاوجہ گھر سے باہر نہ نکلیں۔

بعض گھروں میں خواتین بالکل کسی کی نہیں مان رہیں اور واویلا کرتی ہیں کہ ہمارے بچے بور ہو رہے ہیں' ہم نے خریداری کرنی ہے اور منع کرنے کے باوجود گھروں سے باہر سیر و تفریح یا غیر ضروری خریداری کے لئے نکل کھڑی ہوتی ہیں۔ خدا کیلئے اپنے بچوں کے ساتھ اس قسم کا لاڈ پیار نہ کریں۔ اپنی زندگی خطرے میں ڈالیں نہ بچوں کی۔

پاکستان میں کرونا وائرس کا پہلا مریض 26 فروری 2020ء کو منظر عام پر آیا تھا۔ اس کے بعد اب تک اس وائرس سے متاثرہ مریضوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ یہ اضافہ عوام کا اپنا پیدا کردہ ہے۔ اکثر لوگوں کو احتیاطی تدابیر کے لئے سنجیدہ نہیں پایا گیا' کچھ تو اس کا مذاق اُڑاتے ہیں ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

کرونا ایک نہ ایک دن گزر ہی جائے گا
چلو آج مل کر اس کی ہنسی اُڑاتے ہیں

نجانے عوام کو یہ بات سمجھ کیوں نہیں آ رہی کہ کرونا وائرس ایک خطرناک اور جان لیوا وباء ہے۔ مشہور مسلم سائنسدان ابن سینا نے وبائی امراض کے خاتمے کے لئے ہزاروں سال قبل کچھ طریقے وضع کر لئے تھے' جس سے موجودہ دور میں فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ اور وہ ہیں فاصلہ' احتیاط اور قرنطینہ۔ قارئین جانتے ہیں کہ چین کے شہر ووہان میں سو فیصد ماسک کی پابندی نے ہی کرونا وائرس کو شکست دی۔ اسی طرح سے نیوزی لینڈ نے کرونا کو شکست دی ہے اب وہاں کوئی بھی کرونا کا مریض نہیں ہے۔ یہ کامیابی انہیں لاک ڈاؤن کے سبب حاصل ہوئی ہے۔ گزشتہ دنوں نیوزی لینڈ کے عوام نے کرونا سے نجات کی خوشی میں باقاعدہ جشن منایا۔

کرونا وائرس نے جہاں پوری پاکستانی قوم کو مغموم کر دیا ہے وہاں بہت سوں کے پیارے موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی بے روزگاری اور غربت کا طوفان آیا ہوا ہے۔

عام خیال یہی تھا کہ یہ وباء جلد ختم ہو جائے گی۔ لوگوں نے اللہ کے حضور توبہ کی ہے اپنے دانستہ اور نادانستہ گناہوں کی معافی مانگ لی ہے مگر ہم سب دیکھ رہے ہیں کہ کچھ لوگوں پر اس جان لیوا وباء کا نہ کوئی ڈر ہے نہ خوف۔ جیسا کہ ماضی میں ناگہانی آفات زلزلہ' طوفان' سیلاب' نقل مکانی' حادثات کے موقع پر مفاد پرست' مصیبت زدہ لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اس وباء کے دوران بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ ماسک پہلے تو سرے سے غائب کر دیئے گئے اور اب اضافی قیمت کے ساتھ فروخت ہو رہے ہیں۔ انسانی جسم میں جوڑوں کے درد میں افاقہ کے لئے استعمال ہونے والا ٹیکہ جب کرونا وائرس میں

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

مؤثر بتایا گیا تو وہ مارکیٹ سے ہی غائب کر دیا گیا۔

افواہوں کی بھرمار ہے ہر کوئی نیم حکیم خطرہ جان بنا ہوا ہے۔ مختلف ٹوٹکوں کے مؤثر ہونے کا دعویٰ کیا جارہا ہے اور ایسی بتائی جانے والی جڑی بوٹیوں میں پنسار حضرات نے بھی کئی گنا اضافہ کر دیا ہے۔ لیبارٹری ٹیسٹ عام آدمی کی استطاعت سے باہر ہیں۔ سینی ٹائزر نقلی' نقصان دہ اور مہنگے ہیں۔ بعض ہسپتالوں میں کسی مریض کے روزانہ اخراجات ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ ہسپتالوں میں مریضوں کو داخلے میں مشکلات کا سامنا ہے۔ غرض لوٹ مار کا بازار گرم ہے انسانی ہمدردی اور خدا خوفی ناپید ہے۔ شاید کچھ لوگوں کو یہ خوش فہمی ہے کہ یہ وباء کونسا ان کے لئے آئی ہے۔ وہی بلیک میلنگ' ناجائز منافع خوری' لوٹ مار' قرض کی حسب وعدہ واپسی نہ کرنا' رحمی رشتوں کی جائیدادیں' مال' رقوم جو غصب کئے تھے ان کو اصل حقداروں کو لوٹانے کا کوئی ارادہ نہیں نہ ہی کوئی ملال ہے اور تو اور بعض کاروباری حضرات نے ڈینٹی لیٹر بنوا کر کرائے پر دینے شروع کر دیئے ہیں' سننے میں آیا ہے کافی منافع بخش کاروبار ہے۔

آج کل ضلعی انتظامیہ لاک ڈاؤن' ماسک' احتیاطی تدابیر' فاصلوں کو چیک کرنے میں مصروف ہے۔ ایسے میں دکان داروں کی خوب چاندی ہو رہی ہے۔ گوشت' سبزی' فروٹ اور دیگر اشیائے ضرورت خوب مہنگے داموں بک رہی ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا
جب لاد چلے گا بنجارہ

کچھ ناخلف اولادوں کو یہ گمان ہے کہ کرونا وائرس کی وباء سے موت کا شکار صرف وہی ضعیف العمر بزرگ ہونگے جو اولاد کے محتاج نہ ہونے کے باوجود بھی اولاد پر بوجھ ہیں۔ ایک ضعیف العمر نحیف و ناتواں والد نے لاک ڈاؤن کے دوران اپنے کروڑ پتی بیٹے سے ادھار لی گئی رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ بیٹے نے رقم کی واپسی کی بات تو سنی ان سنی کر دی مگر والد سے اتنا ضرور کہا کہ فکر نہ کرو تمہیں اس وباء میں مبتلا ہونے کی صورت میں بہت اعلیٰ ہسپتال میں داخل کرواؤں گا۔ استغفر اللہ۔

ایک اطلاع کے مطابق لاہور میں کرونا وائرس کے مریضوں کے بعد ٹائیفائیڈ کے مریض ہسپتالوں میں آرہے ہیں۔ بقول ڈاکٹر جاوید اکرم ٹائیفائیڈ سے 40 فیصد اموات ہوئی ہیں اور اس بیماری کا سبب گندہ پانی اور غیر معیاری خوراک ہے۔ یہ سب دیکھ کر کون ہے جس کو خدا یاد نہیں آتا۔ اور بے اختیار ہماری زبان سے یہ پکار سنائی دیتی ہے کہ

مدد کر میری دو جہانوں کے مالک
مصیبت میں میں نے پکارا ہے تم کو

وہی اللہ عزوجل پروردگار عالم مشکلات دور فرمانے والا ہے۔ اس کے سوا ہمیں کوئی اس وباء سے نجات نہیں دے سکتا۔ آؤ سب مل کر دعا کریں اللہ پاک ہمارے گناہ معاف فرمائیں اور ہماری توبہ قبول فرمائیں۔ اپنے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمیں اس آفت سے نجات دیں۔ یا اللہ! بیماروں کو شفا عطا فرمائیں' بے روزگاروں کو رزق آپ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ ہماری بے چینیاں' پریشانیاں' تنہائیاں' اداسیاں ختم فرمائیں۔ آمین ثم آمین

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم خدا ہے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

کامران امجد خان

ملک وقوم کا سر جھکا دینے والے

باعثِ شرم کھلاڑی

انکی غلطیوں کے باعث پاکستان کی جگ ہنسائی ہوئی!

ایک زمانہ تھا جب ..... کھیل پاکستان کی پہچان اور عزت کا باعث ہوا کرتے تھے۔ صلاح الدین، سمیع اللہ، حسن سردار، کلیم اللہ، حنیف، محمد، ماجد خان، ظہیر عباس، عمران خان، جاوید میانداد، جہانگیر خان .... الغرض بے شمار ایسے کھلاڑی تھے جنہوں نے عالمی سطح پر ملک وقوم کا نام روشن کیا اور پاکستان کے سبز ہلالی پرچم کو سربلند کیا۔ ماضی کے ان کھلاڑیوں نے نہ صرف اپنے کھیل اور صلاحیتوں سے بین الاقوامی سطح پر کارنامے انجام دیئے بلکہ اپنے کردار سے بھی پاکستان کی عزت

1993ء میں دورۂ ویسٹ انڈیز پر گئی پاکستان کرکٹ ٹیم کے چار کھلاڑی منشیات رکھنے کے الزام میں گرفتار ہوئے اور رات جیل میں گزاری!

افزائی کا باعث بنے۔ ان کھلاڑیوں نے بھی ایسا کام نہیں کیا جو ملک و قوم کے لئے شرمندگی کا باعث ہو بلکہ اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر کے پاکستان کیلئے عزت و احترام حاصل کیا۔

تاہم کھیلوں کے حوالے سے کچھ واقعات ایسے بھی ہیں جو پاکستان اور پاکستانیوں کے لیے باعث شرم بنے اور ان میں ملوث کھلاڑیوں کی وجہ سے پوری پاکستانی قوم کی جگ ہنسائی ہوئی۔ گذشتہ کچھ سالوں سے تو نہ صرف پاکستان میں کھیلیں اور کھلاڑیوں کا معیار پستی کی طرف گامزن ہے بلکہ کھلاڑیوں کا کردار بھی تشویشناک صورت اختیار کر رہا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ بتدریج ایسے واقعات اور سکینڈلز میں اضافہ ہو رہا ہے جو پاکستان اور پاکستانیوں کیلئے باعث شرمندگی بن رہے ہیں۔ کبھی میچ فکسنگ کا معاملہ سامنے آتا ہے، تو کبھی بال ٹمپرنگ کا، کبھی کھلاڑیوں کے نائٹ کلبوں میں جا کر ناچ گانے کی خبریں سامنے آتی ہیں تو کبھی آپس میں لڑائی جھگڑوں کی، کبھی کسی کھلاڑی کا ڈوپ ٹیسٹ پازیٹو نکلتا ہے تو کبھی کسی کے پاس سے منشیات اور ممنوعہ چیزیں برآمد ہوتی ہیں۔ یہ واقعات نہ صرف ملک و قوم کیلئے باعث شرم بن رہے ہیں بلکہ ان کی وجہ سے بحیثیت قوم ہمارا امیج پوری دنیا میں متاثر ہو رہا ہے۔ اس کے باوجود ایسے واقعات کی روک تھام کیلئے سنجیدہ اقدامات نہیں کیے جاتے، اسی لیے ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

پاکستانی قوم اپنے ہیروز سے بے انتہا محبت کرتی ہے اور انہیں سر آنکھوں پر بٹھاتی ہے، خاص طور پر کھیلوں سے منسلک ہیروز کو تو ہر طبقہء فکر کے لوگوں میں مقبولیت حاصل ہے۔ بچے، جوان، بوڑھے، مرد اور خواتین سب کھلاڑیوں سے والہانہ عشق کرتے ہیں مگر جب یہی کھلاڑی ملک اور قوم کی عزت کا خیال کیے بغیر مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہوں تو ظاہر ہے کہ ہر پاکستانی کا سر شرم سے جھک جاتا ہے اور یہی ہیروز قوم کیلئے باعث شرمندگی بن جاتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہماری روایت یہ رہی ہے کہ ہم ایسے کھلاڑیوں کو قومی ہیروز سمجھتے ہوئے ان کی مجرمانہ سرگرمیوں کو نظر انداز کرتے اور ان پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی لئے یہ کھلاڑی ایسی سرگرمیوں میں اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ بالآخر ملک کیلئے بدنامی کا باعث بن جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کھلاڑیوں کو سخت سزائیں ملنی چاہئیں اور انہیں عبرت کا نشان بنا دینا چاہیے کیونکہ یہ کھلاڑی دیگر ممالک میں ملک کے سفیر ہوتے ہیں، ان کے ہر عمل کے ساتھ ملک و قوم کا عزت و وقار وابستہ ہوتا

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ہے اور انہیں ایک عام پاکستانی سے زیادہ محتاط ہونا چاہیے جبکہ اس کے برعکس یہ کھلاڑی انتہائی غیر ذمہ دارانہ رویئے اپناتے اور جگ ہنسائی کا باعث بنتے ہیں۔

اس حوالے سے ہم قارئین کے سامنے چند حالیہ مثالیں پیش کرنا چاہیں گے، جن میں اعلیٰ حکام کی لاپرواہی اور پردہ داری کی پالیسی کے باعث ایسے کھلاڑیوں کو مزید ہلاشیری ملی اور وہ اپنی مجرمانہ سرگرمیوں میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ اگر ان مواقع پر مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث کھلاڑیوں کو سخت سزائیں دی جاتیں تو نہ صرف کھلاڑی آئندہ کیلئے محتاط ہو جاتے بلکہ دیگر کھلاڑیوں کو بھی عبرت حاصل ہوتی۔ مگر افسوس ہمارے ارباب اختیار کو ملک وقوم سے زیادہ یہ کھلاڑی اور ان کا کیریئر عزیز ہے۔

سب سے پہلے جو کھیل ملک وقوم کیلئے بدنامی کا باعث بنا وہ کرکٹ ہے۔ کرکٹ اگرچہ پاکستان کا قومی کھیل نہیں مگر بالاتفاق یہ ملک میں سب سے زیادہ کھیلا اور پسند کیا جانیوالا کھیل ہے۔ پاکستانی لوگ کرکٹرز کو سر آنکھوں پر بٹھاتے اور ان کی بے حد قدر کرتے ہیں مگر افسوس موجودہ کرکٹرز ملک وقوم کی عزت افزائی کا باعث بننے کی بجائے ذلت ورسوائی کا باعث بن رہے ہیں۔

1993ء میں پاکستان کرکٹ ٹیم ویسٹ انڈیز کے دورہ پر تھی جب پہلے ٹیسٹ میچ سے قبل اچانک ایک انتہائی تشویشناک خبر سامنے آئی جسے سُن کر پوری پاکستانی قوم کے سر شرم سے جھک گئے۔ پاکستان ٹیم کے چار اہم ترین کھلاڑیوں وسیم اکرم، وقار یونس، عاقب جاوید اور مشتاق احمد کو گرینیڈا پولیس نے گرفتار کرلیا تھا۔ ان کے پاس سے رم اور میری جوانا برآمد ہوئی تھی اور اس جرم میں انھیں ایک رات جیل میں گزارنا پڑی تھی۔

سن 2000ء میں سابق کرکٹ کپتان سلیم ملک کو میچ فکسنگ کے الزام میں تاعمر کرکٹ کھیلنے پر پابندی کی سزا ہوئی۔ وہ فکسنگ کے الزام میں جیل جانے والے پہلے کرکٹر بھی تھے۔ سلیم ملک کے ساتھ جسٹس قیوم رپورٹ میں وسیم اکرم، وقار یونس، مشتاق احمد، عطاالرحمان اور اعجاز احمد کو بھی فکسنگ میں ملوث قرار دیتے ہوئے مختلف نوعیت کی سزائیں دی گئیں اور کرکٹ بورڈ کو ہدایت کی گئی کہ ان کرکٹرز کو بورڈ میں کوئی عہدہ یا ذمہ داری نہ دی جائے۔

دنیا کے تیز ترین بولر شعیب اختر کا کیریئر جب سے شروع ہوا وہ کسی نہ کسی طرح ملک وقوم کیلئے رسوائی کا باعث بنتے رہے۔ کبھی بال ٹمپرنگ، کبھی ڈسپلن کی خلاف ورزی، کبھی کپتان

ٹیسٹ کرکٹر اور سابق کپتان سلیم ملک پر فکسنگ کے الزام میں تاعمر پابندی لگی، وسیم، وقار اور عطاالرحمان سمیت دیگر کرکٹرز بھی ملوث قرار پائے!

WAQAR-EEM www.pakistanipoint.com

سابق عالمی چیمپئن اور سکواش کے لیجنڈ پاکستانی کھلاڑی جان شیر خان کے سامان سے شراب کی بوتلیں برآمد ہوئیں، خاتون پر تشدد اور مکان پر قبضہ کا مقدمہ بھی ہوا!

کے خلاف بیان بازی، کبھی کوچ سے جھگڑا ......الغرض شعیب اختر ایک ''پرابلم چائلڈ'' ہی رہے۔ شعیب اختر کے معاملے میں ہمارے کرکٹ کے اعلیٰ حکام کی غفلت اور بے جا ڈھیل نے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ اس حوالے سے سابق سربراہ کرکٹ بورڈ جنرل (ر) توقیر ضیاء کا نام سرفہرست ہے جنہوں نے شعیب اختر کو ''لاڈلہ'' بنا کر رکھا تھا اور اسے ڈسپلن کی ہر طرح کی خلاف ورزی کی اجازت دیئے رکھی۔ بھارت میں ہونے والی ورلڈ سیریز سے قبل ڈوپ ٹیسٹ پازیٹو آنے پر شعیب اختر نے پوری دنیا میں ملک وقوم کا سر شرم سے جھکا دیا تھا۔ شعیب نے نہ صرف خود ممنوعہ ادویات استعمال کیں بلکہ نوآموز فاسٹ باؤلر محمد آصف کو بھی یہ ادویات استعمال کرنے کا مشورہ دیکر مصیبت میں پھنسا دیا۔ نتیجتاً ان دونوں کھلاڑیوں کے ڈوپ ٹیسٹ پازیٹو آئے اور پی سی بی حکام نے انہیں ورلڈ سیریز کپ میں شرکت سے روک دیا، تاہم پی سی بی حکام نے ان کرکٹرز کے اس قدر بڑے مجرمانہ فعل کے باوجود ان کی پردہ داری کی اور انہیں سخت سزا دینے کی بجائے انتہائی نرم سزائیں دیں اور انہیں بھی بعدازاں واپس لے لیا گیا۔ آئی سی سی اور واڈا شور مچاتے رہے کہ ممنوعہ ادویات کے استعمال کے باعث ان کھلاڑیوں کو مستقل ''بین'' کر دیا جائے مگر پی سی بی حکام نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

پی سی بی حکام کے اس رویئے کے باعث شعیب اختر اور محمد آصف کو مزید شہ ملی اور ان دونوں نے جنوبی افریقہ کے دورے کے دوران ایک انتہائی گھٹیا حرکت کی۔ ان دونوں کرکٹرز نے جاہلوں کی طرح ایک غیر ملک میں گالی گلوچ کی اور بعدازاں شعیب اختر نے ہر حد عبور کرتے ہوئے محمد آصف کے سر پر بیٹ دے مارا جس سے وہ زخمی ہوگئے۔ پی سی بی حکام شاید اس واقعہ کو بھی ''پی'' جاتے مگر کسی طرح یہ واقعہ میڈیا تک پہنچ گیا اور پھر ٹی وی چینلو پر اس خبر کی خوب تشہیر ہوئی، چنانچہ پی سی بی حکام کو شعیب اختر کے خلاف ایک بار پھر کارروائی کرنا پڑی اور شعیب پر پابندی لگا دی گئی۔ مگر فاسٹ بولر نے پھر بھی اپنی روش نہیں بدلی اور کچھ عرصہ بعد شعیب نے سابق چیئرمین پی سی بی ڈاکٹر نسیم اشرف اور بورڈ کے دیگر عہدیداران کے خلاف الزامات کی بوچھاڑ کر دی، انھوں نے نہ صرف چیئرمین کو خود پر پابندی کا باعث ٹھہرایا بلکہ ان پر رشوت کیلئے دباؤ ڈالنے کے بھی الزامات عائد کر دیئے۔ یہی نہیں شعیب نے میچ فکسنگ کے حوالے سے بھی عجیب الزامات لگا کر پاکستان کو عالمی سطح پر مزید

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

رسوا کرادیا۔

شعیب کے قریبی ساتھی محمد آصف بھی مجرمانہ سرگرمیوں میں کسی سے پیچھے نہیں رہے اور وہ بھارت میں ہونے والے آئی پی ایل ٹورنامنٹ سے واپسی پر بذریعہ دبئی آتے ہوئے منشیات سمیت رنگے ہاتھوں پکڑے گئے اور پوری دنیا میں ملک وقوم کی رسوائی کا باعث بنے تھے۔

سابق کپتان شعیب ملک نے ایک بھارتی لڑکی سے خفیہ نکاح کے حوالے سے ملک و قوم کی خاص بدنامی کروائی تھی۔ اس لڑکی اور اس کے والد نے شعیب کے خلاف مقدمہ درج کرانے کی بھی دھمکی دی مگر بعدازاں کچھ لوگوں کی مداخلت اور کچھ ذرائع کے مطابق بھاری ''معاوضے'' کے عوض لڑکی والوں نے خاموش رہنا قبول کرلیا۔ اس لڑکی سے شعیب کے معاشقے اور بعدازاں منگنی کی خبریں اُس وقس منظر عام پر آئی تھیں جب پاکستانی ٹیم انضمام الحق کی کپتانی میں بھارت کے دورے پر تھی۔ اس وقت شعیب ٹیم کے دیگر کھلاڑیوں کے ساتھ اس لڑکی کے گھر بھی گئے تھے اور اس واقعے کی میڈیا میں خاصی تشہیر بھی ہوئی تاہم بعدازاں گھر والوں کی شدید مخالفت کے باعث شعیب کو اس لڑکی سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑی مگر ظاہر ہے اس لڑکی نے شعیب کیلئے کافی مسائل کھڑے کئے اور اس کے ساتھ پاکستانی ٹیم کے کپتان ہونے کے ناطے شعیب کا یہ سکینڈل عالمی ذرائع ابلاغ میں خوب اُچھالا گیا اور پاکستان کے لئے رُسوائی کا باعث بنا۔

ایسی سرگرمیوں میں کرکٹرز کے علاوہ دیگر کھیلوں سے منسلک کھلاڑی بھی اکثر پاکستان کیلئے بدنامی اور رسوائی کا باعث بنتے ہیں۔ سکواش کے سابق عالمی چیمپئن جان شیر خان سے بیرون ملک سے واپسی پر شراب کی بوتلیں برآمد ہوئی تھیں جن کے باعث کسٹم حکام نے انہیں گرفتار کرلیا تھا۔ فوری طور پر جان شیر نے یہ بہانہ بنایا کہ وہ یہ شراب کی بوتلیں اپنے غیر ملکی کوچ کے لئے بطور تحفہ لیکر آئے ہیں حالانکہ ایک مسلم کھلاڑی کے لئے یہ بات ویسے ہی شرمناک ہے کہ وہ اپنی مذہبی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر حرام اشیاء پر مبنی تحائف دے پھر ایک کھلاڑی ہونے کے ناطے جان شیر خان کو ملک وقوم کا وقار مقدم رکھنا چاہیے تھا۔ بہرحال بعدازاں اعلیٰ شخصیات کی مداخلت پر جان شیر کو رہا کردیا گیا۔ کسٹم حکام کے مطابق جان شیر نے نشے کی حالت میں موقع پر موجود افسران سے بدتمیزی بھی کی تھی۔ جان شیر کی اس حرکت سے ان کی نیک نامی تو متاثر ہوئی ہی ساتھ ملک کیلئے بھی ان کی یہ حرکت باعث ذلت

بھارت میں ہاکی لیگ کھیلنے گئے پاکستانی کھلاڑی ایک لائیو پروگرام میں دونوں ملکوں کی ثقافت مشترکہ قرار دیکر بھارتی گانوں پر ناچتے رہے!

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

وجہ

پہلا دوست: یار تم آپریشن سے پہلے ہسپتال سے کیوں بھاگے۔

دوسرا دوست: وہ نرس بار بار کہہ رہی تھی..... ''پریشان نہ ہوں، چھوٹا سا تو آپریشن ہے کچھ نہیں ہوگا۔''

پہلا دوست: تو بھائی میرے اس میں بھاگنے والی کیا بات تھی؟

دوسرا دوست: یار..... وہ مجھے نہیں ڈاکٹر کو کہہ رہی تھی۔

اس ''کارنامے'' سے بھی عالمی سطح پر خود جان شیر اور ملک کی خاصی بدنامی ہوئی۔

ہاکی کے کچھ کھلاڑی بھی اپنی ایسی ہی سرگرمیوں کے باعث ملک کیلئے رسوائی کا باعث بنتے رہے ہیں۔ ریحان بٹ، علی رضا اور دیگر ہاکی کے کھلاڑی جب بھارت میں ہاکی لیگ کھیلنے گئے تو وہاں ٹی وی انٹرویوز میں پاکستانی اور بھارتی ثقافت کو مشترکہ قرار دیکر لائیو بھارتی گانے سُنائے اور ان پر ناچتے رہے، حالانکہ یہ کھلاڑی اس وقت پاکستانی سفیروں کی حیثیت سے مقیم تھے مگر انہوں نے کشمیریوں پر ہونے والے ظلم وستم اور بھارت کی پاکستان دشمنی کو بھلا کر مشترکہ ثقافت کا راگ یوں الاپا جیسے وہ بھارت میں بھارتیوں کی بولی بول رہے ہوں۔

باکسنگ کے کچھ پاکستانی کھلاڑیوں پر بھی ممنوعہ ادویات کے استعمال کے باعث پابندی لگتی رہی ہے جس کے باعث ملک وقوم کو عالمی سطح پر رسوائی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

کرکٹ میں میچ فکسنگ کا ناسور اس قدر جڑ پکڑ چکا ہے کہ یہ سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آرہا۔ 2010ء کے دورہ انگلینڈ میں پاکستان کے تین کرکٹرز جن میں کپتان سلمان بٹ اور فاسٹ بولرز محمد عامر اور محمد آصف شامل تھے سپاٹ بنی۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جان شیر خان کے حوالے سے یہ خبر بھی عالمی میڈیا کا موضوع بنی کہ انہوں نے پشاور میں ایک خاتون پر تشدد کیا اور اس کے ساتھ انتہائی بیہودگی سے پیش آئے اور زبردستی اس خاتون کے مکان پر قبضہ کرلیا۔ اس جرم میں جان شیر اور انکے ایک قریبی عزیز کے خلاف مقدمہ درج کرلیا گیا تاہم انہیں ضمانت پر رہائی مل گئی۔ بعدازاں معاملے کے حل میں تعاون نہ کرنے پر انکی ضمانتیں مسترد کرکے جیل بھجوانے کے احکامات جاری کردیئے گئے۔ جان شیر کے

بوم بوم شاہد آفریدی گیند چباتے پکڑے گئے' شعیب اختر کو ڈسپلن کی خلاف ورزی اور ممنوعہ ادویات کے استعمال پر سزائیں ہوئیں!

NAGAR AZEEM www.pakistanipoint.com

انگلینڈ کے دورہ کے دوران سپاٹ فکسنگ میں ملوث سلمان بٹ، محمد عامر اور آصف کو پابندی کے ساتھ جیل کی سزائیں بھی بھگتنا پڑیں!

فکسنگ کے مجرم قرار پائے۔ ان کرکٹرز کو کھیل پر پابندی کے علاوہ جیل کی سزا بھی بھگتنا پڑی۔ لیگ سپنر دانش کنیریا کو آئی سی سی نے میچ فکسنگ میں ملوث قرار دیکر تاحیات پابندی کی سزا دے رکھی ہے۔

شاہد آفریدی پاکستان کے مقبول ترین کرکٹر ہیں لیکن کئی مواقع پر اُن کی وجہ سے بھی پاکستان اور پاکستانیوں کی رسوائی ہوچکی ہے۔ جنوری 2010ء میں آفریدی آسٹریلیا کے خلاف ون ڈے سیریز میں بال ٹمپرنگ کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑے گئے تھے۔ وہ گیند کی شکل بگاڑنے کے لیے اسے دانتوں سے چبا رہے تھے۔

پاکستان کرکٹ کے سب سے کامیاب برانڈ پی ایس ایل کو بھی فکسنگ کا عفریت داغ دار کرچکا ہے۔ پی ایس ایل کے دوسرے سیزن میں ہمارے کئی کھلاڑی سپاٹ فکسنگ میں ملوث پائے گئے۔ اس فکسنگ کے ماسٹر مائنڈ ناصر جمشید تھے۔ ان کے علاوہ شرجیل خان اور خالد لطیف پر بھی پابندی لگی۔ نیز فاسٹ بولر محمد عرفان کو بھی رابطے کی اطلاع نہ دینے پر پابندی کا سامنا کرنا پڑا۔

ایک کرکٹر جو ہمیشہ پاکستانیوں کے لیے باعث شرم بنتے رہے ہیں وہ ہیں عمر اکمل۔ عمر اکمل کے اس قدر سکینڈل سامنے آچکے ہیں کہ کس کس کا ذکر کیا جائے۔ کبھی وہ ٹریفک سارجنٹ سے جھگڑتے پکڑے گئے، کبھی کوچ سے بدتمیزی، کبھی کسی ماڈل کے ساتھ ڈانس پارٹی میں جھگڑا، کبھی جان بوجھ کر کھیلنے سے انکار اور اب فکسنگ میں ملوث ہونے کے باعث پابندی کا شکار ہوچکے ہیں۔

نہ جانے کیوں کھیلوں سے وابستہ ارباب اختیار یہ نہیں سوچتے کہ کھلاڑیوں کی ایسی حرکتیں پوری قوم اور ملک کیلئے باعث شرمندگی بن جاتی ہیں اور ان سے عالمی سطح پر بحیثیت قوم ہمارا امیج خراب ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ان کھلاڑیوں کا انفرادی کیریئر اتنا اہم نہیں رہتا جتنا کہ اس طرح کے واقعات سے ملک اور قوم کو پہنچنے والے صدمہ اور رسوائی کا تدارک اہم ہے۔ لہٰذا حکام کو چاہیے کہ ایسے واقعات کی روک تھام کیلئے ضروری اقدامات کریں اور اگر کوئی کھلاڑی ایسے واقعات میں ملوث ہو تو اس کی پردہ داری کی بجائے کڑی سزا دیکر دوسروں کیلئے عبرت کا نشان بنا دیں۔ تاکہ ملک اور قوم کیلئے شرمندگی اور رسوائی کا باعث بننے والوں کو نصیحت حاصل ہو سکے اور کھلاڑی اپنی توجہ صرف کھیلوں پر مرکوز کر کے ماضی کی طرح عزت اور وقار کی علامت بن جائیں۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

"خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں"

husain_sayyed2001@yahoo.com

قلندر حسین سیّد سیارہ ڈائجسٹ کے دیرینہ قاری اور مستقل قلمکار ہیں۔ گذشتہ کئی ماہ سے وہ ایسی بہترین تحریروں کا مجموعہ قارئین کی نذر کر رہے ہیں جو قارئین میں بے حد پسند کی جارہی ہیں اور جن کے حصول کے لیے بے شمار کتب، جرائد اور انٹرنیٹ سے استفادہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جناب سیّد نے قارئین سیارہ ڈائجسٹ کیلئے اپنے گہرے مطالعہ اور تحقیق کے نچوڑ کیساتھ ساتھ دنیائے ادب کی چنیدہ کتب و جرائد سے اخذ اقتباسات پر مشتمل انتخاب کو زیر نظر سلسلے میں یکجا کر دیا ہے۔ ان تحریروں میں شہد جیسی مٹھاس، لیموں کی کھٹاس، کوڑتمّا کی کڑواہٹ اور زہر ہلاہل کی آمیزش ہے۔!!

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

حاصل مطالعہ

○ دنیا کی سب سے تیز چھری کا نام عقیدت ہے جو عقل کی شہ رگ کاٹ دیتی ہے۔ (جوش ملیح آبادی)

○ بے وقوف جب تک خاموش رہتا ہے عقل مند ہوشیار ہوتا ہے۔

○ قانون اور پتنگ کو ہوا میں اُڑانا ہمارا محبوب مشغلہ ہے۔

○ اگر تم نے کسی قوم کو تباہ کرنا ہے تو اس کی نوجوان نسل میں مذہبی جنونیت پھیلا دو تاکہ اس کی سوچنے اور سوال کرنے کی قوت سلب ہو جائے۔ (سلطان صلاح الدین ایوبی)

○ زندگی کے اس مقام پر ہوں جہاں ٹینشن کی وجہ سے بال گر رہے ہیں اور بالوں کے گرنے سے ٹینشن ہو رہی ہے۔

○ جمعہ 2 اپریل 1970ء کو ون یونٹ توڑا گیا' کراچی کو سندھ اور بہاولپور کو پنجاب میں شامل کر دیا گیا۔

○ یہاں ہر شخص خوش رہنے کے لئے پریشان ہے۔

○ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بیماریوں کا علاج کیا جاتا تھا ٹونے ٹوٹکوں اور دم درود میں تلاش نہیں کیا جاتا تھا۔

○ ہماری تین نسلیں قبروں میں چلی گئیں مگر بہاولپور

صوبہ بحال نہ ہوا۔

O قابل رحم ہے وہ قوم جس کے پاس عقیدے تو بہت ہیں مگر دل یقین سے خالی ہیں اور قابل رحم ہے وہ قوم جو ٹکڑوں میں بٹ چکی ہو اور جس کا ہر طبقہ اپنے اپنے آپ کو پوری قوم سمجھتا ہو۔ (خلیل جبران)

O خوبصورتی ایک نعمت ہے لیکن سب سے خوبصورت آپ کی زبان ہے چاہے تو دل جیت لے چاہے تو دل توڑ دے۔

O پہلے زمانے میں بیوی رات کے کھانے پر اپنے شوہر کا انتظار کرتی تھی کہ آئیں گے تو کھائیں گے اب انتظار کرتی ہے کہ لائیں گے تو کھائیں گے۔

O دل تو پہلے ہی نہیں ملتے تھے صاحب اب تو ہاتھ ملانے سے بھی گئے۔

O سردار کا رات کو سگریٹ پینے کو دل چاہ رہا تھا سردار نے ہر جگہ ماچس ڈھونڈی پر کہیں نہ ملی آخر ناامید ہو کر موم بتی بجھا کر سو گیا.....

O چاند نے غصہ کرتے ہوئے کہا کہ جب لڑکیاں کنواری ہوتی ہیں تو چاند میں اپنا ہونے والا شوہر دیکھتی ہیں اور جب شادی ہو جاتی ہے تو اپنے بچوں سے کہتی ہیں وہ دیکھو چندا ماموں' کم سے کم رشتے کا تو خیال رکھیں ہماری بھی تو عزت ہے کائنات میں۔

O ہم محض ذکر اذکار کرتے رہ گئے اور ہمارے دشمنوں نے علم کی وہ منزلیں بھی طے کر لیں جو ہم نے کبھی سوچی بھی نہ تھیں۔

O وقت وقت کی بات ہے کبھی گھر میں پڑے رہنے والوں کو نکما کہا جاتا تھا اور اب سمجھ دار کہا جاتا ہے۔

O

"امام حسینؓ کا آخری خطبہ"

میں حج کے موقع پر خانہ کعبہ کو چھوڑ کر جا رہا ہوں کیونکہ میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو حاکم شام کی طرف سے اپنے احراموں میں تلواریں چھپائے میرے قتل کے لئے جوق در جوق مکہ آ رہے ہیں۔

واللہ! میں حسین اپنے قتل سے نہیں ڈرتا مگر اس لئے جا رہا ہوں کہ بیت اللہ میں میرے قتل سے خدا کے گھر کی حرمت پامال ہوگی۔

O

"کلام احمد فراز"

رنجش ہی سہی دل ہی دکھانے کے لئے آ
آ پھر سے مجھے چھوڑ کے جانے کے لئے آ
ایک عمر سے ہوں لذت گریہ سے بھی محروم
اے راحت جان مجھ کو رُلانے کے لئے آ
کس کس کو بتائیں گے جدائی کا سبب ہم
تو مجھ سے خفا ہے تو زمانے کے لئے آ
اب تک دل خوش فہم کو تجھ سے ہیں اُمیدیں
یہ آخری شمعیں بھی بجھانے کے لئے آ

O

"کیچڑ"

عورت نرم دل ہوتی ہے پانی کی طرح اور مرد سخت دل ہوتے ہیں مٹی کی طرح پھر دونوں شادی کر لیتے ہیں اور زندگی کا کیچڑ بنا دیتے ہیں۔

O

جینے والوں سے بھی پوچھ کہ ہو کیسے زندہ
مرنے والوں کا تو سب پوچھتے ہیں کہ "کیسے مرا"

O

"فیضان"

یکم مئی کو میں سلیمی بک ڈپو احمد پور شرقیہ گیا'

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

دکان کے اندر داخل ہونے سے پہلے گیٹ پر کھڑے گارڈ نے میرے ہاتھوں پر سینی ٹائزر محلول کا سپرے کیا۔ کاؤنٹر پر سعید سلیمی بیٹھے تھے میں نے بھی منہ پر ماسک چڑھا رکھا تھا اور انہوں نے بھی۔ میری ان سے جان پہچان تھی۔ ہل دیا تو گویا ہوئے ''دیکھا کرونا وائرس نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔'' پھر انہوں نے موبائل سے اکرام المشائخ کا ایک صفحہ پڑھنے کو دیا۔ میں نے کہا کہ اس کی فوٹو کاپی دیں تاکہ اس سے اور لوگ بھی مستفیض ہوسکیں۔ انہوں نے اس کا پرنٹ مجھے نکال دیا آپ بھی پڑھیے:۔

حضرت شاہ اکبر علی چشتی سیکری کا فیضان

ایک مرتبہ سیکر میں طاعون کی وباء بہت تیزی سے پھیلی اور کثرت سے اموات واقع ہونے لگیں۔ حالات ایسے ہوگئے کہ ایک آدمی کو دفنا کر آتے تو دو اور فوت ہوجاتے۔ اس طرح اموات میں اضافہ ہونے لگا' کچھ لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ہندو برہمن اپنے مندروں میں پوجا پاٹ کرتے رہے لیکن وباء میں کمی نہ ہوئی۔ راجہ راؤ مدھو سنگھ حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب کا بڑا عقیدت مند تھا وہ جب بھی حضرت کی خانقاہ میں آتا آپ کے پاؤں پکڑ کر اپنے سر پر رگڑتا۔ خانقاہ میں آیا اور عرض کی کہ طاعون کی وباء بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے بہت سی اموات ہورہی ہیں لوگ سیکر چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں جب ''پرجا (عوام)'' ہی نہیں ہوگی تو راج کس پر کریں گے؟ حضرت نے فرمایا ''فکر نہ کر اللہ تعالیٰ سب ٹھیک کردے گا۔'' آپ نے اسی وقت اپنے مریدان خاص کو بلایا اور فرمایا کہ سیکر شہر کی پناہ کی دیوار سے باہر ایک پورا چکر لگاؤ اور بلند آواز سے یہ کہتے جاؤ

عبداللہ کا پوت آمنہ کا جایا
بھاگ ری وباء بھاگ محمدؐ آیا

راؤ راجہ وہیں بیٹھا رہا جب وہ لوگ شہر کا پورا چکر لگا کر واپس آگئے اور انہوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ چکر پورا ہوگیا تو حضرت نے راؤ راجہ سے کہا کہ بے فکر ہو جا' انشاء اللہ اب اس بیماری سے کوئی نہیں مرے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ راؤ راجہ اجازت لے کر اپنے محل چلا گیا۔

اب بھی اللہ تعالیٰ بحق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرونا وائرس وباء سے بھی ہماری گلوخلاصی جلد کرائے گا۔ انشاء اللہ

''نابینا''

ایک نابینا کی عادت تھی کہ وہ گھر سے نکلتے ہوئے ایک ہاتھ میں لاٹھی اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین پکڑے رکھتا تھا۔ لوگ اس پر تنقید کرتے کہ اسے دکھائی ہی نہیں دیتا تو لالٹین کی روشنی بھلا کیا فائدہ دے گی؟ وہ لوگوں کی باتوں کا جواب دیتا اور نہ ہی اپنی عادت بدلتا۔ ایک شام گھر واپس لوٹتے ہوئے چند آوارہ لڑکوں نے اسے گھیر لیا اور آوازے کسنے لگے کہ ''بابا جی آپ تو اندھے ہیں پھر یہ لالٹین کیوں پکڑ کے گھومتے رہتے ہیں۔'' نابینا نے تھک ہار کر جواب دیا کہ ''یہ لالٹین میں اپنے ساتھ اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے لئے رکھتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جیسے بینائی والے حضرات کی زد میں آ کے میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھوں۔ اس لئے اس لالٹین کی روشنی سے لوگوں کو یاد دلاتا ہوں کہ نابینا میں ہوں تمہاری آنکھیں سلامت ہیں۔

مجھے ڈرائیونگ سیکھنے کا شوق چڑھا اور میں نے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ٹرینر سے کہا کہ میں ایکسپرٹ ڈرائیور بننا چاہتا ہوں' ایسا ڈرائیور جس سے کبھی کوئی ایکسیڈنٹ نہ ہو۔ ٹرینر مسکرا کر بولی "جب بھی سڑک پر نکلو بس یہ دماغ میں رکھنا کہ تمہارے علاوہ سب ہی اندھے ہیں اور گاڑیاں چلا رہے ہیں کبھی کوئی ایکسیڈنٹ نہ ہوگا۔"

سننے میں مذاق جیسی یہ بات معاشرے کی بھیانک حقیقت ہے۔ انسان تو بینا ہے لیکن انسانیت نابینا ہو چکی ہے۔

○

"کرونا وائرس ویکسین"

ڈیڑھ ارب مسلمان کافر ممالک کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ کب وہ لوگ کرونا وائرس کی ویکسین تیار کریں اور ہماری باجماعت نمازیں' طواف اور عمرے بحال ہوں اور ہمارے بچوں کی منگنیاں' شادیاں اور نکاح دوبارہ سے شروع ہوں۔ دوست دوست سے ہاتھ ملا سکے اور بھائی بھائی سے گلے مل سکے۔ ایران اور سعودی عرب کے ویزے کھلیں' شہروں میں عرس میلے اور لنگر کھلیں اور پھر کافر کی بنائی ہوئی ویکسین سے ہم صحت یاب ہو کر مسجد جائیں اور جمعہ کی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کریں کہ یا اللہ ان کفار کو تباہ و برباد کر دے۔

(سمجھ نہیں آئی تو دوبارہ پڑھیں)

○

چینی ماسک پہنیں' اٹلی گھر پر رہیں' امریکی سستی ٹائر استعمال کریں' ایرانی پانی پئیں اور پاکستانی جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

○

"عدالت عظمیٰ کا سوموٹو"

سال 2020ء کے آغاز پر جب ہر طرف سال نو کے استقبال کا جشن پورے جوش و خروش سے جاری تھا' کیا کسی نے تصور بھی کیا تھا کہ محض چند روز بعد ایک انتہائی مہین انسانی آنکھ سے دکھائی بھی نہ دینے والا وائرس پوری دنیا کو اس طرح تلپٹ کر کے رکھ دے گا۔ ایک ان دیکھا خوف' مہیب سناٹا' دلوں دماغوں سے گلی کوچوں تک ایسا قیام بسرام کرے گا کہ گلستانوں' ویرانوں' آبادیوں' قبرستانوں میں تمیز مشکل ہو جائے گی۔ پوری دنیا کی توجہ صرف ایک لفظ کرونا پر مرتکز ہو کے رہ جائے گی۔ قیامت سے پہلے قیامت کا منظر ہوگا۔ ہر طرف افراتفری' نفسانسی کا عالم' لوگ ایک دوسرے سے گلے ملنے' ہاتھ ملانے' حتیٰ کہ بات کرنے تک سے کترائیں گے۔ اولاد والدین کی لاشیں وصول کرنے سے انکار کر دے گی۔ والدین اپنے جگر گوشوں کو سینے سے لگانے' چہرہ پیشانی چومنے سے ڈریں گے۔ انسان خود اپنا ہاتھ منہ تک لے جانے' آنکھ' ناک' کان چھونے سے گریز کرنے لگے گا۔ دنیا کی ساڑھے سات ارب آبادی گھروں میں محصور ہو کے رہ جائے گی۔ پوری کائنات کی ٹھیکیدار طاقتوں' متکبر سرکش حکمرانوں (سپر پاورز) فرعونوں کا غرور کچھ اس طرح خاک میں ملے گا کہ وہ جو اپنے ایک شہری کو بچانے کی خاطر کسی دوسرے ملک کے ہر قانون کو تاراج کرنے' لمحوں میں قدموں تلے روندنے کی صلاحیت رکھتے تھے روزانہ اپنے سینکڑوں شہریوں کو تڑپتا مرتا دیکھیں گے اور سوائے بے بسی سے ہاتھ ملنے یا اشک بار نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھنے کے کچھ نہ کر پائیں گے۔ کیا اب بھی کسی کو کوئی شک رہ گیا ہے کہ یہ دنیا کس کی ہے'

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

یہاں بسنے والی حقیر سے حقیر مخلوق سے لے کر اشرف المخلوقات تک کے اجسام کس کے ہیں اور ان پر مرضی کس کی چلے گی؟ طاقت وحکمرانی، فخر وغرور، رعب و دبدبہ، جاوہ وجلال کس کو زیبا ہے۔ اشارے، فیصلے، احکامات کس کے ہوں گے اور کون طے کرے گا کہ انہیں کب، کیسے، کس پر، کس طرح نافذ کرنا ہے۔ رب کعبہ، اس خالق دو جہاں نے تو کہہ رکھا ہے کہ ہاں اللہ اس سے ہرگز نہیں شرماتا کہ مچھر یا اس سے بھی حقیر تر کسی چیز کی تمثیلیں دے، جو لوگ حق بات کو قبول کرنے والے ہیں وہ ان تمثیلوں کو سن کر جان لیتے ہیں کہ یہ حق ہے جو ان کے رب کی طرف سے آیا ہے اور جو ماننے والے نہیں ہیں وہ انہیں سن کر کہتے ہیں کہ ایسی تمثیلوں سے اللہ کو کیا سروکار، اس طرح اللہ ایک ہی بات سے بہتوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور بہتوں کو راہ راست دکھا دیتا ہے اور گمراہی میں وہ انہیں کو مبتلا کرتا ہے جو فاسق ہیں۔ (سورۃ البقرہ آیت 26 تا 30)

دنیا بھر میں باشرع، باحیا خواتین کے نقاب نوچے جاتے ہیں۔ ایک ڈیڑھ گز کے کپڑے کی اتنی تکلیف کہ اس پر پابندی کے لئے باقاعدہ سخت قوانین تشکیل دے دیئے گئے۔ نیم برہنہ سڑکوں پر ناچتے پھریں، میرا جسم میری مرضی کے نعرے لگائیں، شخصی آزادی جمہوریت، آزادی اظہار کے نام پر جس قدر گند مچایا جا سکتا ہے مچایا جائے کوئی مسئلہ نہیں، ہم جنس پرستوں تک کے رائٹس ہیں، ہاں اگر کوئی باحیا اپنی مرضی ومنشا سے اپنا سر، چہرہ ڈھانپ لے تو یہ گناہ عظیم ہو گیا، فوراً ملکی ریاستی قوانین حرکت میں آ جائیں گے۔ انتہا پسندی، بنیاد پرستی صرف مسلمانوں سے مشروط کر کے کلنک کا ٹیکا بنا دی جاتی ہے اور یہ تو

اب رب ہی بہتر جانتا ہے ناں کہ کس کی آسمان پر درج کروائی گئی ایف آئی آر یا ٹوٹے، دکھے دل سے نکلی آہ پر قدرت کو اس قدر جوش آیا ایسا قہر خداوندی ٹوٹا کہ پورا نظام زندگی ہی مفلوج کر کے رکھ دیا۔ جب مقدمہ سب سے بڑی عدالت میں چلا جائے یا عدالت عظمیٰ از خود نوٹس، سوموٹو لے لے اور عدالت عظمیٰ بھی ایسی کہ جس کے انصاف پر تو کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا کجا کہ سوال تو پھر اپیلوں کی بھی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

اور صرف غیر مسلم اقوام ہی کا کیا رونا، نام نہاد مسلمانوں کی بداعمالیاں، دینی و اخلاقی پسماندگی، انحطاط و زوال بھی گویا اپنے عروج پر ہے۔ بھائی، بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے، جھوٹ، غیبت، منافقت، ملاوٹ، بے ایمانی، ناخلفی، جعل سازی، دھوکہ دہی، وعدہ خلافی، سود، رشوت خوری، لاقانونیت جیسی عمومی برائیاں تو کسی گنتی شمار ہی میں نہیں۔ اب تو ہوس پرستی، جنسی ہراسانی، معصوم بچوں بچیوں کے ساتھ زیادتی، زنا کاری، لوٹ مار اور قتل و غارت گری جیسے واقعات بھی اس قدر عام ہو گئے ہیں کہ شہروں، جنگلوں میں کچھ خاص فرق نہیں رہ گیا۔ خونی رشتوں کا کوئی احساس، پاس ہے نہ انسانیت ہی کا کوئی تعلق باقی رہ گیا ہے۔ مجموعی طور پر معاشرے اس قدر اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو چکے ہیں کہ لگتا نہیں کہ اس عالم گیر وباء بھیانک سزا سے بھی کوئی بڑا درس سبق حاصل کر پائیں گے۔ لگ بھگ پوری دنیا لاک ڈاؤن ہے موت کا گھیرا دن بدن تنگ ہو رہا ہے نہیں پتا آنے والے کل کا سورج کسے دیکھنا نصیب ہوگا، کسے نہیں۔ آج زندگی ایک گھر سے روٹھی ہے کل قضا کس گھر پر دستک دے گی کچھ خبر نہیں۔ روز اپنی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

آنکھوں سے ہزاروں کو موت کے منہ میں جاتا دیکھ رہے ہیں۔ دنیا کی ترقی یافتہ ترین اقوام اپنی بے بسی و بے کسی پر نوحہ خواں ہیں۔ ہسپتال مریضوں' لاشوں سے اٹ چکے ہیں۔ فیصلہ کرنا مشکل ہورہا ہے کہ کسے بچایا جائے اور کسے مرنے دیا جائے۔ نمرود کی رعونت خاک میں ملانے والا مچھر تو پھر دکھائی دیتا تھا مگر اس خرد بینی 80 سے 120 نینو میٹر قطر کے حامل وائرس نے تو پوری دنیا کو جس طرح منہ کے بل گرایا ہے انتہائی عبرت ناک اور اگر اس کے بعد بھی کسی کو ہوش نہیں آتا' اعمال' رویئے نہیں بدلتے' تو پھر اس سے بڑی بدبختی کیا ہوگی۔ اب بھی اگر ذخیرہ اندوز مال چھپانے' منافع خور مال بنانے ہی میں لگے رہے ماسک' گلوز' ہینڈ سینی ٹائزر مہنگے داموں بیچے جارہے ہیں۔ اشیائے ضروریہ مارکیٹ سے غائب ہورہی ہیں غریبوں کے نام پر تقسیم کیا جانے والا راشن پیشہ ور گداگروں کی جیبوں میں جارہا ہے۔ عوامی مقامات' بینکوں سے ہینڈ سینی ٹائزر چوری ہورہے ہیں۔ امیروں کی تجوریاں بھری ہیں اور سفید پوش اپنا بھرم بھی نہیں رکھ پارہے تو پھر اس قیامت صغریٰ کے بعد بھی کچھ سدھرنے والا نہیں۔ اک حشر بپا ہے مگر آنکھیں نہیں کھل رہیں سوئے ضمیر بیدار نہیں ہورہے بگڑے کسی طور پر سدھر نہیں پارہے۔ وہ جو انور شعور نے کہا کہ کرونا نے آکر بدل دی ہے دنیا مگر حیف بدلی نہ حالت ہماری۔ تو پھر یہ قوم روز محشر ہی بندے کی پتر بنے گی۔

امام ابن قیمؒ نے فرمایا تھا کہ اس سے بڑا وعظ کیا ہوگا کہ تم اپنے ہم عمروں کو مرتا اور اپنے ہم نشینوں کو دنیا چھوڑتا ہوا دیکھ لو اپنے پیاروں کی قبروں سے گزر لو جان جاؤ کہ کچھ دنوں بعد تم بھی انہی کی طرح ہونے والے ہو مگر پھر بھی ان سے سبق نہ لو' یہاں تک کہ تمہارا دوسروں کے لئے سبق بننے کا وقت آجائے تو واقعی ہم اس قدر بے حس' مُردہ ضمیر ہوچکے ہیں کہ روزانہ اپنے سامنے سینکڑوں کو مرتا دیکھ کر بھی کوئی عبرت حاصل کرنے کو تیار نہیں۔ یہ اٹھارہویں انیسویں صدی تو ہے نہیں کہ جب لاکھوں لوگ بے خبری' اندھیرے ہی میں مارے گئے' آج تو دنیا ایک عالمی گاؤں ہے۔ ان گنت بیماروں' ان کے لواحقین کی ویڈیوز' آڈیوز مسلسل شیئر ہورہی ہیں جن میں انتہائی درد کے ساتھ آگاہ بھی کیا جارہا ہے کہ کرونا وائرس کوئی مذاق نہیں یہ ایک انتہائی اذیت ناک مہلک مرض ہے مگر پھر بھی بحیثیت مجموعی ہمارا رویہ اب تک بھی کچھ زیادہ سنجیدہ نہیں۔ ایک خطرناک موت کے پروانے کو بھانت بھانت کی میمز کا موضوع بنا رکھا ہے۔ لاک ڈاؤن کو بھی تماشا سمجھا ہوا ہے شاید ہم ہنوز اسی مغالطے میں ہیں کہ جو مرگیا بس اسے ہی مرنا تھا حالانکہ سچ تو یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کو بھی نہ کل اپنے اگلے پل کی خبر تھی نہ آج ہے۔ مگر آج کل سے کچھ مختلف یوں ہے کہ ہر پل ابھی تک تو ہم کووڈ 19 کیخلاف لڑنے والی اپنی سب سے اہم فرنٹ لائن فورس ہی کے بنیادی حقوق ادا نہیں کر پارہے۔ قوم کے مسیحا' معالجین' پیرامیڈیکس محض حفاظتی کٹس کی عدم فراہمی کے سبب اپنی جانوں سے تو ہاتھ دھو ہی رہے ہیں حقوق کے لئے آواز اٹھانے پر لاٹھیاں بھی کھا رہے ہیں اور جیل کی ہوا بھی۔ ذرا سوچئے اگر فوج کو محاذ جنگ پر بغیر ہتھیار لڑنے بھیج دیا جائے تو اس جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا۔ آج ہم عملاً اپنے ڈاکٹر کے ساتھ یہی کررہے ہیں۔ ینگ ڈاکٹرز' پیرامیڈیکس سے لے کر انتہائی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

تجربے کار معالجین تک ہمارا قیمتی اثاثہ صرف پی پی ای نہ ہونے کے سبب داؤ پر لگا ہے اور ہمیں اگلے الیکشن کی تیاری کے لئے ٹائیگر فورس کی تشکیل کی پڑی ہے۔ دنیا رو رہی ہے۔ نہ جانے حضرت انسان کو کیا کیا بھگتنے ہوں کرونا کے نتائج مگر ہماری نالائقی اور ہٹ دھرمی کے سبب ہمیں آج بھی اپنی ترجیحات کے تعین اور درست فیصلوں کی توفیق نہیں ہو پا رہی۔ سچ تو یہ ہے کہ دنیا نے اربوں' کھربوں روپیہ اگر جنگی تیاریوں اور دفاعی ہتھیاروں کے بجائے عوام الناس کو تعلیم و صحت جیسی بنیادی ضرورتوں کی فراہمی پر لگایا ہوتا تو آج دنیا کا نقشہ یقیناً مختلف ہوتا۔

(نرجس ملک کا کالم جنگ ڈاٹ کام سے اقتباس)

O

"دستخط شدہ چیک کی چوری"

اکثر چیک ڈس آنر ہونے کے بعد ملزم کا یہ مؤقف ہوتا ہے کہ اس کا دستخط شدہ چیک اس کی چیک بک سے چوری ہوگیا ہے لیکن سپریم کورٹ نے ایسے مؤقف کو مسترد کرتے ہوئے قرار دیا ہے کہ یہ بات انسانی عقل کے خلاف ہے کہ کوئی شخص اپنا دستخط شدہ چیک اپنی چیک بک میں رکھے۔

2010 SCMR-806

O

"ان خواتین سے شادی نہ کریں"

ایک عرب دانا نے اپنے بچوں کو نصیحت کی کہ سات قسم کی عورتوں سے کبھی شادی مت کرنا خواہ وہ حسن و جمال اور مال و دولت میں بے مثال ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ ان میں سے کسی کے ساتھ شادی کرنے کے بعد ساری زندگی پچھتاوا ہی رہے گا۔ وہ سات عورتیں یہ ہیں۔

انانہ' منانہ' کنانہ' حنانہ' حداقہ' براقہ اور شداقہ۔

1۔ انانہ..... وہ عورت جو ہر وقت سر پر پٹی باندھے رکھے کیونکہ شکوہ و شکایت ہی ہمیشہ اس کا اصول ہوگا۔

2۔ منانہ..... وہ عورت جو ہر وقت مرد پر احسان ہی جتاتی رہے کہ میں نے تیرے ساتھ یہ احسان کیا اور تجھ سے تو مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا۔

3۔ کنانہ..... وہ عورت جو ہمیشہ ماضی کو یاد کرے کہ فلاں وقت میں میرے پاس یہ تھا وہ تھا۔

4۔ حنانہ..... وہ عورت جو ہر وقت اپنے سابقہ خاوند کو ہی یاد کرتی رہے اور کہے کہ وہ تو بڑا اچھا تھا مگر تم ویسے نہیں ہو۔

5۔ حداقہ..... وہ عورت جو ہمیشہ اپنے خاوند سے فرمائش ہی کرتی رہے جو چیز بھی دیکھے اس کی طلب گار ہو جائے۔

6۔ براقہ..... وہ عورت جو ہر وقت اپنی چمک دمک میں ہی لگی رہے۔

7۔ شداقہ..... وہ عورت جو تیز زبان ہو اور ہر وقت باتیں بنانا ہی اس کا کام ہو۔

نوٹ: یاد رہے کہ یہ خواتین کے نام نہیں بلکہ اوصاف ہیں۔

(فیس بم ڈاٹ کام سے)

O

"بابونگر" حسین شیرازی کی کتاب سے اقتباس

راحت چچا پر کبھی کبھار سچ بولنے کا دورہ پڑتا تو وہ اپنی شادی شدہ زندگی کی روداد اس طرح سناتے تھے جیسے دوسری جنگ عظیم میں جرمن نازیوں کے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

مظالم کے قصے سناتے ہیں ان کا پسندیدہ شعر تھا۔

مجنوں مزہ سے کرتا ہے صحرا نوردیاں
"وہ کیا کرے جو صاحب اہل و عیال ہو"

ہم نے ان سے یہ بھی سنا کہ خوش قسمت والدین وہ ہیں جن کی اولاد نہ ہو۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے بتاتے تھے کہ ہم جب بچے تھے تو ہمارے جملہ حقوق والدین کے نام محفوظ تھے۔ والد صاحب سوئے ہیں آہٹ بھی مت کرو۔ ان کے دوست بیٹھے ہیں شور مت مچاؤ' جہاں ماں باپ نے کہہ دیا شادی کرلی۔ کاسا بلانکا کی طرح جہاز میں زندہ جل جاؤ وغیرہ وغیرہ..... اب ہم والدین بنے ہیں تو یہ سلسلہ ہی اُلٹ گیا ہے۔ اب تمام فرائض ہمارے ذمہ ہیں بچے سوئے ہوئے ہیں تو ان کو مت جگاؤ' ان کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے دو ورنہ ان کا شعور لاشعور بلکہ تحت الشعور بھی برباد ہوجائے گا جس سے قیامت کی آمد کا خطرہ ہے۔ ویسے ان کے ایک صاحبزادے شادی کے سخت خلاف تھے اور وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ اگر شادی کے بعد اولاد ہم بہن بھائیوں جیسی ہوئی ہے تو بخشو بی بی چوہا لنڈورا ہی بھلا.....

O

"نئے جراثیم"

زمانہ ترقی کرگیا ہے مگر مکھی مچھر اور چوہے اب بھی پیدا ہوتے ہیں۔ جراثیم کش دوائیں نئے جراثیم پیدا کرتی ہیں۔ طب مشرق و مغرب میں بڑی ترقی ہوئی بیماریوں میں اضافہ ہوا انسان کل بھی دکھی تھا آج بھی سکھی نہیں۔

O

"بلاعنوان"

غریب عورت راشن کا ڈبہ لے کر گھر پہنچی' نقاب اُتارا اور کھانا پکانے کی تیاری کرنے لگی۔ بچے خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔

بیٹی نے پوچھا: ماں یہ راشن کہاں سے ملا.....؟

ایک بڑے آدمی نے دیا ہے۔

بڑا آدمی.....؟ بیٹی نے چونک کر پوچھا۔

ہاں بہت بڑا آدمی..... فوج' ادارے سب اس کے ماتحت ہیں.....!

بیٹی حیرانی سے بولی' اتنے بڑے آدمی نے اتنا چھوٹا سا پیکٹ دیا.....؟

ماں نے اثبات میں سر ہلایا' ہاں بیٹا..... صرف عہدہ بڑا تھا اس کا ..... بیٹی چپ ہوگئی..... سوچتی رہی..... پھر بولی کہ کسی کو پتہ تو نہیں چلا اماں کہ تم یہ خیرات کا راشن لائی ہو.....؟ ماں نے انکار میں سر ہلایا۔ نہیں میں نے نقاب لگایا ہوا تھا..... تصویر کھینچی تو میرے ابا نے میرا چہرہ چھپا لیا..... بیٹی تڑپ گئی اماں ..... تمہیں شرم نہیں آئی..... خیرات لیتے وقت..... تصویر کھنچواتے ہوئے..... ماں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

نہیں بیٹا اسے بھی نہیں آئی..... میں تو نقاب میں تھی اور وہ بے نقاب ہوگیا.....

"غور کیجئے"

ایک دیہاتی نے کسی شہر میں فٹ بال کھیلتے ہوئے لوگوں کو دیکھا تو اس نے قریب کھڑے ایک بزرگ سے پوچھا: جناب اس گیند کی کیا غلطی ہے؟ جو سارے مل کر اسے لاتوں سے مار رہے ہیں۔

ان بزرگ نے جواب دیا: اس گیند کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ اندر سے خالی ہے۔ ورنہ کسی کی کیا مجال کہ اسے لاتوں سے مارے۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

موجودہ دور میں ہم مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے ہم اندر سے قوت ایمانی سے خالی ہیں اور پس رہے ہیں.....

O

ایک ریسٹورنٹ میں کھانا ختم کرنے کے بعد بیوی نے اپنے شوہر سے کہا: ویٹر کو TIP دیں۔
شوہر نے ویٹر کو بلایا اور کہا کہ شادی نہ کرنا۔

O

ایک ایسا وقت بھی تھا کہ روپیہ اور ڈالر کی قدر ایک تھی۔ اس کے بعد کیسے تبدیلی آئی دیکھ لیجئے!

US$1	1954	PKR	3
-	1970	-	5
-	1972	-	10
-	1988	-	20
-	1997	-	40
-	2001	-	60
-	2008	-	80
-	2013	-	100

لیکن رفتہ رفتہ یہ ملک ہمارے ہی منتخب کردہ لٹیروں کی وجہ سے لٹتا رہا اور ہم انہیں باری باری منتخب کرتے رہے۔

"AM اور PM"

ہم بچپن سے ہی وقت کے ساتھ AM اور PM لکھا دیکھتے چلے آرہے ہیں لیکن کبھی سوچا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟

دن 12 بجے کے بعد PM اور رات 12 بجے کے بعد AM کیوں لکھتے ہیں؟ اگرچہ آپ نے اپنے ذہن میں اس کے کئی طرح کے جوابات بنا رکھے ہوں گے لیکن دراصل یہ لاطینی زبان کے چار الفاظ کے مخفف ہیں۔

AM لاطینی الفاظ اینٹی میریڈیم (ANTE MERIDIEM) کا مخفف ہے۔ جس کے معنی ہیں نصف النہار سے پہلے یعنی دوپہر سے پہلے۔ اسی طرح PM لاطینی الفاظ پوسٹ میریڈیم (POST MERIDIEM) کا مخفف ہے اور ان الفاظ کے معنی نصف النہار کے بعد یعنی جب ہم دوپہر ایک بجے کو PM لکھتے ہیں تو اس کا مطلب ہے نصف النہار کے بعد پہلا گھنٹہ۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ دن رات AM' PM ہمارے سامنے لکھا ہونے کے باوجود ہم میں سے 99 فیصد سے زائد لوگ اس کا مطلب نہیں جانتے۔ مگر اب آپ ان لوگوں میں شامل نہیں۔

O

"ماں"

آٹھ سالہ بچے کی ماں انتقال کرگئی۔ والد نے دوسری شادی کرلی۔ ایک دن باپ نے بیٹے سے پوچھا "بیٹا بتاؤ کہ نئی والی ماں ٹھیک تھیں یا پرانی والی؟" بیٹے نے معصومیت سے جواب دیا "پرانی والی ماں جھوٹی تھی' نئی والی سچی ہے۔"

باپ نے پوچھا: "وہ کیسے؟"

بیٹا بولا: "جب بھی میں کوئی شرارت کرتا تو ماں کہتی تھیں' بیٹا آج میں تجھے کھانا نہیں دوں گی' لیکن جب بھی کھانے کا ٹائم ہوتا سب سے پہلے میرے ہاتھوں کو دُھلاتی اور اپنے ہی ہاتھوں سے مجھے کھانا کھلاتی تھیں۔

نئی والی ماں نے ایک بار کہا تھا' اگر شرارت کی تو کھانا نہیں ملے گا۔ آج میں نے شرارت کی ہے صبح

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

سے بھوکا اور پیاسا رکھا ہے۔"

اللہ تعالیٰ سب کی ماؤں کو سدا سلامت رکھے۔ آمین!

سوتیلی ماں واقعی اصلی ماں کا نعم البدل نہیں ہوسکتی۔

"بینک آف بھاولپور"

جس وقت پاکستان معرض وجود میں آیا تو اس وقت پاکستان میں سٹیٹ بینک نہیں تھا۔ بینک آف بہاولپور نے پاکستان کی مالی معاونت کی اور سارے اخراجات نواب سر صادق محمد خان پنجم عباسی کے ایما پر بینک آف بہاولپور نے برداشت کیے اور بہت ہی دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ سب اُدھار نہیں تھا بلکہ

بچوں کو نصیحت کب کریں

ماہرین کا کہنا ہے کہ بچوں کو نصیحت اس وقت کریں جب بچے receptive موڈ میں ہوں۔ چار اوقات ایسے ہیں جب بچہ receptive موڈ میں ہوتا ہے اس وقت آپ بچے کو جو بھی نصیحت کریں گے وہ بچے کے دل میں اُتر جائے گی۔

(1) جب بچہ رات کو سونے لگے اس وقت بچہ لرننگ موڈ میں ہوتا ہے' اس لیے اس وقت بچے کہتے ہیں ہمیں کوئی کہانی سنائیں' مائیں بچوں کو بلی چوہوں کی کہانیاں سنا دیتی ہیں پھر بچوں میں بلی چوہوں والی حرکتیں آتی ہیں۔ اس وقت بچے کو نیک لوگوں کے واقعات سنانے چاہئیں جس میں اچھی نصیحتیں ہوں۔ تاکہ آپ کا بچہ بھی نیک بنے۔

(2) جب بچہ آپ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا ہو۔ اس وقت بھی بچہ لرننگ موڈ میں ہوتا ہے اس لیے اس وقت بچہ پوچھ رہا ہوتا ہے ابو یہ کیا ہے وہ کیسے ہوتا ہے؟۔ اس وقت ہم ڈانٹ ڈپٹ کر کے بچے کو چپ کروا دیتے ہیں حالانکہ وہ بہت قیمتی وقت ہوتا ہے۔ اس وقت بچے سے اچھی باتیں کریں اور اچھی نصیحتیں کریں وہ آپ کی باتوں پر توجہ دے گا اور آپ کی باتوں پر عمل کرے گا۔

(3) جب بچہ کھانے کے لیے بیٹھے اس وقت بھی بچہ لرننگ موڈ میں ہوتا ہے اس وقت بھی آپ نصیحت کر سکتے ہیں۔

(4) جب بچہ بیمار ہو اس وقت بھی بچہ لرننگ موڈ میں ہوتا ہے اس وقت آپ جو بھی نصیحت کریں گے وہ بچہ کے دل میں نقش ہو جائے گی۔

آپ نے بچوں کو جو بھی نصیحتیں کرنی ہوں ان اوقات میں کریں بچے ضرور آپ کی نصیحتوں پر عمل کریں گے۔ بے وقت بچے کو کبھی نصیحت نہ کریں کیونکہ کہ بچے کبھی کھیلنے یا کسی اور موڈ میں ہوتے ہیں ہم بچوں کو نصیحتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں اس سے بچہ چڑنا شروع ہو جاتا ہے اور آپ کی ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتا اسی وجہ سے بچہ نافرمانی کرتا ہے ہم پھر اسکو مار پیٹ کرتے ہیں اور زیادہ باغی بنا دیتے ہیں پھر لوگ کہتے مولانا دعا کرو ہمارے بچے فرمانبردار ہو جائیں۔

(مرسلہ: صائمہ اسلم۔ کراچی)

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

نواب بہاولپور کی طرف سے پاکستان کے لئے تحفہ تھا۔

O

خداوند قدوس نے لوگوں کو کعبہ' مسجدوں' مندروں اور کلیساؤں سے باہر نکال دیا اور حکم دیا کہ جاؤ پہلے حقوق العباد پورے کرو اور پھر آنا۔

O

اچھی بیوی اور بھوت ایک جیسے ہوتے ہیں کیونکہ ان کی باتیں تو سبھی کرتے ہیں لیکن ان کو دیکھا آج تک کسی نے نہیں۔

O

اگر خوبصورتی گورے رنگ سے ہوتی تو کفن دیکھ کر خوف نہ آتا اور اگر بدصورتی کالے رنگ سے ہوتی تو کعبہ کا غلاف دیکھ کر سکون نہ ملتا۔

O

منٹو سے پاگل کا کردار ادا کرنے کو کہا گیا تو وہ بولے: پاگل ہو گئے ہو۔

O

مجھے ایک ایسی لڑکی کی تلاش تھی جو سلیقہ شعار ہو' پڑھی لکھی ہو اور خوبصورت بھی ہو' تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہیں تین لڑکیوں کی تلاش تھی۔ (شفیع الرحمان)

O

افلاطون نے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے جزو قرار دیا اور لکھا کہ یہ دونوں اپنی تکمیل کے لئے ایک دوسرے کی تلاش میں رہتے ہیں۔

O

زمانے سے بھی نہ سیکھ سکا زندگی کا سبق' نادان نادان ہی رہا اُلٹا بھی لکھا اور سیدھا بھی لکھا۔

O

میں نے کہا بن ترے کیسے کٹے گی زندگی
جاتے ہوئے اس نے چراغ بجھا دیا کہ یوں۔
(مرتضیٰ برلاس)

O

ماشاء اللہ بچوں کے مارکس ڈالر کے ریٹ کی طرح بڑھ گئے البتہ قابلیت روپے کی طرح گر گئی۔

O

"کلام ابن انشاء"

یہاں اُلجھے اُلجھے روپ بہت
پر اصلی کم' بہروپ بہت
اس پیڑ کے نیچے کیا رُکنا
جہاں سایہ کم ہو دھوپ بہت
چل انشاء اپنے گاؤں میں
بیٹھیں گے سکھ کی چھاؤں میں
کیوں تری آنکھ سوالی ہے؟
یہاں ہر ایک بات نرالی ہے
اس دیس بسیرا مت کرنا
یہاں مفلس ہونا گالی ہے
چل انشاء اپنے گاؤں میں
بیٹھیں گے سکھ کی چھاؤں میں
جہاں سچے رشتے یاریوں کے
جہاں گھونگھٹ زیور ناریوں کے
جہاں جھرنے کومل سکھ والے
جہاں ساز بجیں بن تاروں کے
چل انشاء اپنے گاؤں میں
بیٹھیں گے سکھ کی چھاؤں میں

O

"وظیفہ"

کوئی مصیبت آئے ہمارا یہ رویہ ہوتا ہے کہ کوئی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

Gipsy®

لاثانی
www.lasaniindustries.com

نام بھی لاثانی معیار بھی لاثانی

مشہور زمانہ جپسی کاسمیٹکس کے مینوفیکچرنگ، مارکیٹنگ اور ٹریڈ مارک کے تمام تر جملہ حقوق بشمول کاپی رائیٹس اب لاثانی کاسمیٹکس (پرائیویٹ لمیٹڈ) کی ملکیت ہیں۔

"ان شاء اللہ"

لاثانی کاسمیٹکس (پرائیویٹ لمیٹڈ) کی زیر نگرانی، جپسی کاسمیٹکس کی تمام تر مصنوعات اور اس کے علاوہ معیاری کاسمیٹکس کی مکمل ورائٹی، نئی، جدید تر اور دلکش پیکنگ میں بہت جلد مارکیٹ میں دستیاب ہوں گی۔

Manufacturing and Marketing by:

Lasani Cosmetics Private Limited

Manawan, Batapur, Lahore.
Ph: 042-37188844-37188855, Fax: 042-37188866
lasanipharma@yahoo.com, info@lasanipharma.com

وظیفہ بتا دیں بس زندگی نہ بدلنی پڑے۔ جھوٹ بولنا نہ چھوڑنا پڑے' دھوکہ دینا' غیبت کرنا' سودی کاروبار نہ چھوڑنا پڑے' پردہ غیر سے نہ کرنا پڑے' مسجد نہ جانا پڑے' موسیقی نہ چھوڑنی پڑے' ڈرامے' فلمیں' نامحرم بدستور دیکھتے رہیں بس کوئی دعا بتادیں جس سے سب ٹھیک ہوجائے اور ہم بدستور اپنی موج میں رہیں۔

O

گھریلو خواتین کو خراج تحسین

سکول بند' کالج بند' مدارس بند' ہوائی جہاز بند' بحری جہاز بند' ریل بند' سرحدیں بند' پبلک ٹرانسپورٹ بند' بازار بند' کارخانے بند' شادی ہالز بند' تقریبات بند' غرض ہر شے بند' مگر بند نہیں ہے تو صرف ہمارے گھروں کی خدمات۔ وہی ناشتے کی تیاری' وہی جھاڑو پونچا' وہی لنچ اور ڈنر کی تیاری' وہی کپڑوں کی دھلائی' وہی بچوں کی دیکھ بھال' بلکہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے پہلے سے بھی زیادہ مصروفیات۔ ان سب کے ساتھ تلاوت کا وہی معمول' وہی نمازوں کی پابندی ماشاءاللہ۔

O

"پراڈکٹ"

ایک کمپنی نے اخبار میں اشتہار دیا کہ ہمارے پاس ایک ایسی پراڈکٹ ہے جس کو پہن کر آپ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ قیمت 1000 روپے پلس ڈلیوری چارجز۔ ایک لڑکی نے پیسے بھجوا دیئے۔ دو دن بعد ٹی سی ایس والا ایک پیکٹ دے گیا۔ لڑکی نے خوشی سے پیکٹ کھولا تو اس میں برقع تھا...... وہ بھی ٹوپی والا......!

"روزہ"

می واہ (MIWA) ایک جاپانی لڑکی تھی کہنے لگی یہ تم رمضان کا پورا مہینہ صبح سے شام تک بھوکے پیاسے رہتے ہو اس سے تمہیں کیا ملتا ہے؟

میں نے اسے بتایا کہ روزہ صرف بھوکے پیاسے رہنے کا نام نہیں ہے بلکہ روزے کے دوران جھوٹ نہ بولنا' ایمان داری سے اپنا کام کرنا' پورا تولنا' انصاف کرنا وغیرہ وغیرہ ان تمام بُرے کاموں سے بھی بچنا پڑتا ہے۔

وہ بولی: آپ کی تو موجیں ہیں ہمیں تو سارا سال ان کاموں سے بچنا پڑتا ہے۔

O

"باغ"

سیاستدان بندروں کی طرح ہوتے ہیں' ان میں اختلاف ہوجائے تو لڑلڑ کر باغ تباہ کردیتے ہیں اور اتفاق و اتحاد ہوجائے تو مل جل کر پورا باغ کھا جاتے ہیں۔ بس یہی پاکستان کی کہانی ہے۔

O

"زوال"

مسلمانوں میں زوال کی وجہ عبادات میں کمی نہیں بلکہ دنیاوی معاملات میں بے ایمانی اور اسلام کو عبادات تک محدود کرنا ہے۔

O

"آواز"

مولانا رومی سے پوچھا گیا کہ کون سی موسیقی حرام ہے؟

آپ نے جواب دیا: امیروں کے برتنوں میں گونجتی چمچوں کی آوازیں جو بھوکوں اور غریبوں کے کانوں میں پڑیں۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

محمد علیم نظامی

سچی اور انمول باتیں

ان میں سے ہر بات پر آپ جتنا غور کریں گے اُتنا ہی اُس کی سچائی اور حقانیت کے قائل ہوتے جائیں گے!

1۔ دنیا میں ایک انسان کی عافیت خاموش رہنے ہی میں ہے۔

2۔ جو شخص زیادہ بولتا ہے وہ غلطیاں بھی زیادہ کرتا ہے۔

3۔ جو شخص ہر معاملہ میں خاموش رہ سکتا وہ کم گوئی اختیار کرلے۔

4۔ نماز پابندی سے پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تر ہوتا ہے۔

5۔ روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرنا گویا اپنے چہرے کو نورانی کرنا ہے۔

6۔ وہ شخص عقلمند ہے جو سب کے ساتھ نرم رویہ رکھتا ہے۔

7۔ خاموش رہنا عین عبادت ہے۔

8۔ نجات پا گیا وہ شخص جو اپنی زندگی کا ہر کام اللہ کی رضا سمجھ کر انجام دیتا ہے۔

9۔ ماں کو ناراض کرنا گویا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینا ہے۔

10۔ والدین کی خدمت کرنا زندگی کی سب سے بڑی نیکی ہے۔

11۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے سب کچھ مانگنا سب سے بڑی دانشمندی ہے۔

12۔ عقلمندی سے کام لینا ہی سب سے افضل ترین بات ہے۔

13۔ کسی کے منہ پر سچی بات کہنا سب سے بڑی بہادری ہے۔

14۔ اپنے نفس کو قابو میں رکھنا گویا اپنی سلامتی کو قبضے میں رکھنا ہے۔

15۔ دانشمندی اس میں ہے کہ آدمی کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔

16۔ والدین کو گالی دینا یا انہیں بُرا بھلا کہنا سب سے بڑا گناہ ہے۔

17۔ سلام میں پہل کرنا سب سے بڑی بڑائی ہے۔

18۔ زندگی میں ٹھوکریں کھانا اور قدم قدم پر گر کر سنبھلنا سب سے اچھی بات ہے۔

19۔ نماز پڑھنے والا بُرے کاموں سے بچتا ہے۔

20۔ وہ شخص کبھی جھوٹ نہیں بولتا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی خدا کا خوف موجود ہے۔

21۔ ہمیشہ سچ بولنے والا ہی زندگی میں کامیاب

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

کتاب

☆ استاد صاحب کلاس میں داخل ہوئے ان کی میز پر ایک کتاب پڑی تھی۔ انہوں نے کلاس سے پوچھا کہ یہ کس کی کتاب ہے۔
ایک شاگرد بولا۔ ''سر مولانا حالی کی۔''
(مرسلہ: جواد خالد۔ گوجرانوالہ)

رہتا ہے۔
22۔ کسی کو دھوکہ دینا یا فریب و مکاری کرنا بُرا اور نامناسب عمل ہے۔
23۔ علم حاصل کرنے والا سب سے بڑے پن کا مظاہرہ کرتا ہے۔
24۔ سوچ سمجھ کر بات کرنے والا کبھی گھاٹے میں نہیں رہتا۔
25۔ اپنی سچی بات کو دوسروں پر صحیح ثابت دلائل دے کر کرو۔
26۔ قرآن پاک کا ادب و احترام کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔
27۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے یعنی وہ وحدہ لاشریک ہے۔
28۔ جس نے اپنے ماں باپ کی خدمت کی گویا اس نے اللہ کا قرب حاصل کیا۔
29۔ ہمیں ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے' کیونکہ ہم اُسکی ایک نعمت کے شکر کا حق ادا نہیں کر سکتے۔
30۔ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔
31۔ ہر کسی کو اپنی زندگی میں ایسے دوست بنانے چاہئیں جو مشکل وقت میں کام آسکیں۔
32۔ جس نے اپنی زندگی میں ماں باپ کو برا بھلا کہا اس نے بڑا سخت گناہ کیا۔
33۔ مطالعہ کرنا اور اچھی اچھی کتابیں پڑھنا افضل ترین بات ہے۔
34۔ ماں باپ کا ادب و احترام کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔
35۔ رشتوں کا احترام کرنا ہی سب سے بڑی اور اچھی بات ہے۔
36۔ صفائی نصف ایمان ہے۔
37۔ ڈسپلن کو اپنے آپ میں قائم رکھنا ہی دانشمندی ہے۔
38۔ ہمیشہ سچ بولنا ہی اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے مترادف ہے۔
39۔ جھوٹ بولنے سے نفرت کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔
40۔ خاموشی اختیار کرنا بہت بڑی بڑائی ہے۔
41۔ بچوں کو ابتداء ہی سے قرآن مجید پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔
42۔ غرباء' مساکین اور یتیموں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا چاہئے۔
43۔ ہر بچے اور ہر آدمی کو اپنے والدین کی زیادہ سے زیادہ عزت و خدمت کر کے دنیا و آخرت میں نیکی کمانی چاہئے۔
44۔ کسی کے ساتھ اچھا سلوک کر کے نیکی جتلانا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔
45۔ شہید ہونے والے قرآن پاک کو بے ادبی سے بچانے کے لئے کسی مسجد میں رکھ دینا چاہئے۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

سفاک

انجم فاروق

وہی ہوا تھا جس کا ڈر تھا۔ جبار نے اسے پہلے ہی دیکھ لیا تھا اور اب انسپکٹر کامران کے پاس اپنے بچاؤ کا بھی کوئی طریقہ نہیں بچا تھا۔ وہ پوری طرح ایک سفاک مجرم کے رحم و کرم پر تھا۔ مجرم بھی وہ جو اپنے بیٹے تک کو ڈھال بنانے سے نہیں رُکا تھا۔

ایک خطرناک مجرم کی کہانی جس نے خود کو بچانے کیلئے بیٹے کو ڈھال بنالیا۔

جبار خان کے اُٹھتے ہوئے قدم رُک گئے۔ اس نے چونک کر سڑک کی پچھلی طرف دیکھا وہاں بھی خطرہ قریب آ رہا تھا۔ اس نے اپنے لڑکے عمران کا بازو مضبوطی سے تھام لیا۔ وہ اسے بازار سے پھٹے پرانے جوتے کی جگہ نیا جوتا لے کر دینے کے لیے جا رہا تھا کہ پولیس اسے آگے اور پیچھے سے گھیرے آگے بڑھ رہی تھی۔

لڑکا باپ سے اچانک ملاقات اور نئے جوتوں اور کپڑوں کا سن کر بڑا خوش ہوا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پرجوش انداز سے اپنے باپ کے ساتھ بازار کی

طرف جا رہا تھا۔ اسے کچھ خبر نہ تھی کہ آنے والے لمحوں میں کیا صورت حال ہونے جا رہی ہے۔ وہ باپ کی شفقت کو ترسا ہوا بچہ صرف اس لیے اُس کے ساتھ چلا آیا تھا کہ آج قدرت اس پر مہربان ہوئی ہے۔ باپ جس کو وہ ہمیشہ تلاش کرتا رہتا تھا اب اسے بازار سے چیزیں دلانے لے جا رہا تھا مگر یہی باپ اس کے ساتھ کیا کرنے والا تھا اسے کچھ معلوم نہ تھا۔

بچے کو یہ بھی خبر نہ تھی کہ جسے وہ ایک شفیق باپ سمجھ رہا ہے وہ حقیقت میں ایک سفاک مجرم ہے۔ اور اپنی ذات کو بچانے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔ دفعتاً اس کا باپ چونک کر رُک گیا اور پھر تیز نظروں سے ماحول کا جائزہ لیتا ہوا جہاں زیب بلاک کے آخر میں واقع ایک پرانی اور خستہ حال عمارت جسے آسیب زدہ بھی کہا جاتا تھا۔ اپنے لڑکے کو لے کر دوڑتا ہوا عمارت کے ٹوٹے دروازے سے اندر داخل ہو کر صحن سے گزرتا ہوا، برآمدے میں دائیں طرف اوپر جانے والے لکڑی کے زینے سے اوپر چڑھنے لگا۔ وہ اس مکان سے بخوبی واقف تھا۔ یہ عرصہ سے ویران پڑا تھا اس کا مالک دبئی میں تھا۔ جو ابھی تک اس کی مرمت نہیں کروا سکا تھا۔

جبار اچھا آدمی نہیں تھا وہ سفاک، سنگ دل اور بے رحم قاتل تھا۔ وہ اُجرت پر قتل کیا کرتا تھا۔ اس کی بیوی جو اس کے روپوش ہونے پر دربدر کی ٹھوکریں کھا رہی تھی۔ آج کل گردش ایام سے فاروقیہ مدینہ مسجد کے ساتھ والی گلی میں کرائے کے ایک چھوٹے سے مکان میں زندگی کے ایام بسر کر رہی تھی۔ یہ علاقہ جہانزیب بلاک کے متوازی پکی ٹھٹھی کہلاتا تھا۔

جبار اپنے اکلوتے بیٹے عمران سے ملنے کے لیے بے چین تھا۔ وہ انہیں تلاش کرتا ہوا ان کے کرائے کے مکان میں آ پہنچا تھا۔ لڑکا پھل فروٹ اور جوس کے ڈبے دیکھ کر بے حد خوش ہوا۔ وہ اپنے خستہ وجود کے ساتھ باپ کے ساتھ لپٹ گیا۔ وہ اپنی عمر کے دوسرے لڑکوں کو باپ کے سائے تلے دیکھ کر بڑا دکھی ہوتا تھا۔ وہ ماں کا دامن کھینچتا کہ ''ابو کہاں ہیں، ابو کہاں ہیں۔'' وہ بے چاری کیا جواب دیتی کہ تمہارا باپ قانون کا مجرم ہے۔ ڈاکو ہے قاتل ہے۔ وہ قانون سے چھپتا چھپاتا پھر رہا ہے۔ جب سے انسپکٹر کامران علامہ اقبال تھانے میں تعینات ہوا تھا اس نے جبار کے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا تھا۔

کسی کے بتانے پر عمران کی ماں اور جبار کی بیوی دوپٹہ لیے بغیر بھاگی چلی آئی اور اپنے خاوند اور لڑکے کو ادھر ادھر تلاش کرنے لگی۔ لڑکا نظر نہ آنے پر اس کا کلیجہ منہ کو آ گیا۔ پولیس نے اسے متلاشی دیکھ کر پوچھ گچھ کی اور پھر اسے بتایا کہ جہانزیب بلاک کی پہلی کوٹھی میں جبار لڑکے سمیت گھس گیا ہے ہم اسے گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ عمارت کو گھیرے میں لے لیا گیا ہے۔

جبار کی بیوی اپنے بچے کی سلامتی کی دعائیں مانگنے لگی۔ بار بار سب انسپکٹر شہباز سے کہنے لگی کہ ''دیکھ کے گولی چلانا میرا ایک ہی بیٹا ہے۔''

.....

نصف کلومیٹر کے فاصلے پر ایک سیاہ کرولا گاڑی آ کر رُکی۔ تیزی سے دروازہ کھلا اور انسپکٹر کامران مضبوط قدموں سے چلتا ہوا افسران کے قریب آ کے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

رُک گیا۔ ''بات کہاں تک پہنچی ہے''۔ انسپکٹر کامران نے مضطرب لہجے میں سارجنٹ فرحان سے پوچھا۔

''ہم نے معمول کے مطابق ضروری کارروائی کر ڈالی ہے۔ عمارت چاروں طرف سے پولیس کے گھیرے میں ہے اور سرچ لائٹس بھی نصب کر دی گئیں ہیں۔'' سارجنٹ فرحان نے قدرے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ انسپکٹر کامران مشہور سراغ رساں انسپکٹر عمران کا کزن تھا اور تند مزاجی میں شہرت رکھتا تھا۔

''ٹھیک ہے۔'' کامران نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید تفصیلات بیان کرنے سے روک دیا۔ ''اب تک اسے باہر نکالنے کے لیے کیا اقدامات کیے گئے ہیں۔'' سارجنٹ فرحان کا منہ بن گیا۔ اب تک وہ اس ......کا انچارج تھا۔ لیکن انسپکٹر کامران کے آتے ہی اس کے اختیارات پر ضرب پڑ رہی تھی۔

''ہم نے اسے مائیکروفون کے ذریعے گفتگو پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ تاکہ کسی قسم کی مصالحتی راہ نکالی جائے اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ دہشت گردوں کی سرکوبی کے لیے آنسو گیس، دھوئیں کے بم اور کئی دوسری اشیاء کی قلت پیدا ہوگئی ہے ہم انہیں عدم دستیابی کی وجہ سے استعمال میں نہیں لا سکے۔''

''اب تک آپ کی تقدیر یاور نہیں ہوئی۔'' کامران نے طنزاً کہا۔ ''سنا تھا بچے کی موجودگی کے بارے میں کسی نے اطلاع دی تھی کہ جبار کا بیٹا اس کے ساتھ ہے۔ پولیس نے بھی دونوں کو اکٹھے عمارت میں گھستے دیکھا ہے۔''

سارجنٹ فرحان نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔ ''ہاں، جبار کی بیوی نے تصدیق کی ہے کہ جبار میرے اور اپنے بیٹے عمران کے ساتھ ہے۔ بدبخت نے اسے ہی ڈھال بنا رکھا ہے۔ خودغرض، بے شرم اور سنگ دل آدمی ہے۔ کچھ دیر پہلے چند فائروں کا تبادلہ ہوا تھا۔ اس نے لڑکے کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ سیڑھیوں کی طرف اس نے پرانی لکڑیاں پھینک کر راستہ بھی بند کر رکھا ہے۔ ہم نے پیچھے سے دروازے پر فائر کیے تو وہ لڑکے کی اوٹ سے فائرنگ کرنے لگا۔ لڑکا اس کا ہے یا کسی اور کا سوال اس کی جان بچانے کا ہے۔ اگر لڑکا مارا گیا تو اس کی ماں صدمے سے ذہنی توازن بھی کھو سکتی ہے۔''

سارجنٹ فرحان نے صورتحال سے کامران کو آگاہ کیا۔ اس وقت کسی سپاہی کو آگے بڑھتا دیکھ کے کھڑکی میں کھڑے جبار نے فائر کیا۔ سپاہی جھک کر لڑھک گیا۔ فضا دھماکے سے گونج اٹھی۔

جبار کی گولی سے عمارت کے صحن کی خشک گھاس سلگ اٹھی تھی۔ نارنجی شعلے بھڑکنے لگے۔ اس وقت جبار نے اوپر مرنے والے ایک موٹے سے چوہے کو دم سے پکڑ کر پولیس والوں کی طرف اچھال پھینکا اور قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

انسپکٹر کامران تلملا کر طیش میں آگیا۔ وہ زور سے منہ اوپر کر کے چلایا۔ ''بزدل قاتل تم میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکو گے۔ میں تمہاری کھال کھینچ کر ہی جاؤں گا۔ کل کے اخبار میں تمہاری گرفتاری کی خبر چھپ جائے گی۔''

انسپکٹر کامران نے عمارت کا طائرانہ جائزہ لیا۔ ایک کنال کے گھر کے وسط میں چاروں طرف جگہ چھوڑ کر عمارت اٹھائی گئی تھی۔ جس کی وجہ سے چھت پر بنے ڈبل اسٹور روم میں جو دو کمروں پر مشتمل تھا۔ جبار اپنے بیٹے کو ساتھ لیے چھپا ہوا تھا۔ اس کی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

گھومتی نگاہ نے اسٹول پر کھڑے ہو کر صحن میں نگاہ ڈالی۔ لکڑی کا زینہ سٹور تک جا رہا تھا اور دوسری منزل پر سے خشک لڑکیاں پھینک کر راستہ بند کر دیا گیا تھا۔ سٹور میں چونکہ چاروں طرف کھڑکیاں تھیں اس لیے جبار ریوالور ہاتھ میں لیے مختلف کھڑکیوں سے جھانکتا ہوا نیچے نگاہ ڈال لیتا تھا۔ لڑکے کو اس وقت بھی وہ آگے ہی رکھتا تھا۔

گاہے گاہے گولیوں کا تبادلہ ہوا لیکن بات نہ بنی۔ جبار کے پاس فالتو گولیاں موجود تھیں۔ اس وقت جبار نے طیش کے عالم میں پتھر کا ایک گول ٹکڑا زور سے انسپکٹر کامران کی طرف اچھالا۔ انسپکٹر کامران نے پھر فائر کیا لیکن اس بار بھی گولی سلاخوں والی کھڑکی کی ایک سلاخ کو اڑاتی ہوئی جبار کے سر سے گزر گئی۔ لڑکا شاید اس وقت واش روم میں چلا گیا تھا۔ اس کھڑکی کے لکڑی کے ٹب اس نے ہوا کی آمدورفت کے لیے کھول رکھے تھے۔ باقی کھڑکیوں سے جھانک کر وہ پٹ بند کر دیا کرتا تھا۔

اب وہ لڑکے کو ڈھال بنا کے پچھلے زینے سے اُتر کے کسی کے ساتھ فرار ہونے کے چکر میں تھا۔ وہ موبائل فون پر دوستوں سے رابطے کر رہا تھا۔ ''مجھے ایک آدمی دے دو..... سارجنٹ، صرف ایک آدمی جو نڈر، صحت مند اور بہادر ہو.....'' اس نے تیزی سے فرحان سے کہا۔

''ہمیں تمہارے احکامات کی تعمیل کے لیے تاکید کی گئی ہے۔'' فرحان نے منہ بگاڑ لیا۔ ''لیکن کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

''آگ بجھانے والے محکمے سے ایک سیڑھی بردار گاڑی منگوا لو لیکن خیال رہے کہ وہ سائرن بجاتی ہوئی نہ آئے۔ تمام کام مکمل خاموشی اور رازداری سے ہونا چاہیے۔ گاڑی عمارت کی پچھلی سمت سے آئے۔ تاکہ جبار کو اس کی موجودگی کا علم نہ ہو سکے۔ یہاں سے تمام لوگوں اور گاڑیوں کو ہٹا دیا جائے۔ پچھلی طرف اندھیرا ہے اسے معلوم نہ ہو سکے گا۔ اگرچہ عقبی سمت کھڑکیاں موجود ہیں۔ جبار کو ایسا تاثر ملنا چاہیے جیسے تم لوگ ادھر ادھر جا چکے ہو۔''

کچھ دیر بعد عمارت کے سامنے والی سڑک جو کالی کوٹھی سے آ کر فاروقیہ مسجد سے ہو کر سمن آباد کو نکلتی تھی خالی ہو چکی تھی۔ صرف سارجنٹ فرحان اپنے دو ماتحتوں کے ساتھ ایک گاڑی کے عقب میں موجود تھا.....

وقفے وقفے سے مائیکروفون کے ذریعے جبار کو وارننگ دی جا رہی تھی۔ عمارت کی پچھلی طرف پہنچ کر انسپکٹر کامران نے سامان کا جائزہ لیا۔ مضبوط رسا اپنے کندھے پر لٹکایا اور معاون کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ یہ کسرتی جسم کا پھرتیلا آدمی نظر آتا تھا۔ کامران نے اسے پسند کر لیا۔

یہ ایک خطرناک مشن تھا مگر انسپکٹر کامران کو کسی خطرے کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ ہر قیمت پر جبار کو پکڑنا چاہتا تھا اور اس کے لیے اس نے اپنے ذہن میں ایک پلان ترتیب دیا تھا۔ وہ چھت کے ذریعے عمارت میں اچانک داخل ہو کر جبار کو حیران کرنا چاہتا تھا اور اس کی توقع کے برعکس اچانک اس کے سامنے پہنچ کر اسے گرفتار کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ پرانی عمارت ہے اور اس کی چھت کافی کمزور ہے۔

وہ آگ بجھانے والی گاڑی کی آہنی سیڑھی پر چڑھنے لگا۔ آخر وہ چھت کے کنارے تک پہنچ گیا۔

WAQARAZEEM www.pakistanipoint.com

آفتاب قرشی
قدرتی اجزاء سے بھرپور
بزوری
مشروب جان
100% NATURAL
شربت
صندل
A Unani Product
Manufactured by:
Aftab Qarshi Dawakhana
Muzamil Town, 20k Multan Road, Chong Lahore
E-mail: aftabqarshi@hotmail.com
URL: www.aftabqarshi.com

خستہ حال چھت کی سرخ سرخ ٹائلوں پر ڈرتے ڈرتے اس نے ایک قدم رکھا تو وہ کسی خشک پتے کی طرح لرز اُٹھیں۔ کامران نے اپنے قدم وہیں روک دیئے۔ لمحہ بھر بعد سارجنٹ فرحان کی گرج دار آواز سنائی دی۔

''سنگ دل قاتل باپ اگر تمہارے لڑکے کو تمہارے یا ہنگامے کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچا تو دنیا تمہارے منہ پر تھوکے گی۔ بہتری یہی ہے خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ باہر سے نکالنے کوئی نہ آ سکے گا۔''

وہ جبار کی توجہ بٹانا چاہتا تھا تاکہ انسپکٹر کامران کو اپنے منصوبے پر عمل درآمد کے لیے وقت مل جائے اور وہ جبار کی توجہ بٹا کر اس پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائے۔

انسپکٹر فرحان کی بات کے جواب میں جبار چپ نہ رہ سکا۔

''اپنی بکواس بند کرو، میں بارہا چوہوں کا گھیرا توڑ کر باہر نکلا ہوں اور اس بار بھی نکل کر دکھاؤں گا۔ بس کچھ دیر ٹھہر جاؤ۔'' جبار نے گرجتے ہوئے اوپر سے تھوک نیچے پھینکا۔

وہ پولیس کے محکمے کے سخت خلاف تھا۔ فرحان نے فوراً فائر کیا لیکن وہ جلدی سے لڑکے کے پیچھے ہو گیا اور گولی چوکھٹ کو پھاڑتی ہوئی اندر گھس گئی۔ فرحان نے اس کے سر کا نشانہ لیا تھا۔ اس نے پھر لڑکے کو آگے کر دیا اور پیچھے کھڑا ہو کر بولنے لگا۔

.....

''یہ رسا اپنی کمر سے باندھ لو'' انسپکٹر کامران اب بوسیدہ چھت کے تقریباً وسط میں کھڑا تھا اور چند قدم کے فاصلے پر جوشیلا معاون کھڑا تھا۔

کامران نے شانے سے رسے کا پھندا اتار کر آہستگی سے اس کی جانب پھینکا۔ میں اس رسے کے ذریعے چھت کے دوسرے کنارے سے اسٹور روم کی کھڑکی تک پہنچوں گا۔ جس کی چھت پر ہم کھڑے ہیں۔ تم رسہ بتدریج آہستہ آہستہ ڈھیلا کرتے رہنا''..... معاون نے تشویش آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ جانتا تھا انسپکٹر کامران جو کرنے جا رہا ہے اس میں بہت زیادہ خطرہ تھا۔ ایک تو عمارت کی چھت بہت کمزور تھی جس کی وجہ سے کسی بھی وقت انسپکٹر کے گرنے کا خطرہ تھا۔ دوسرا اس طرح رسہ کی مدد سے لٹک کر اُترتے ہوئے یہ خطرہ بھی تھا کہ جبار انھیں پہلے ہی دیکھ لے اور نیچے اُترنے سے پہلے ہی اُن کا کام تمام کر ڈالے۔

مگر انسپکٹر کامران اپنے ارادے کا پکا تھا۔ وہ بڑے محتاط قدموں سے آگے بڑھنے لگا۔ یکا یک چھت کا ایک بے حد کمزور حصہ جو نقص زدہ تھا۔ تڑخ گیا۔ انسپکٹر کامران وہیں ساکت ہو گیا۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے فرحان کو اسے گفتگو میں الجھانے کا اشارہ دیا۔ لیکن اس وقت جبار کی گرج سنائی دی۔

''کیا تم مجھے کوئی کبوتر سمجھتے ہو جو چھت پر بلی کی مانند چلتے ہوئے آ رہے ہو''۔ یہ جبار کی آواز تھی جو کامران کو عین قدموں کے نیچے سنائی دی۔

وہی ہوا تھا جس کا ڈر تھا۔ جبار نے اسے پہلے ہی دیکھ لیا تھا اور اب انسپکٹر کامران کے پاس اپنے بچاؤ کا بھی کوئی طریقہ نہیں بچا تھا۔ وہ پوری طرح ایک سفاک مجرم کے رحم و کرم پر تھا۔ مجرم بھی وہ جو اپنے بیٹے تک کو ڈھال بنانے سے نہیں رُکا تھا۔ پھر

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

فوراً کمزور ٹانکوں کو توڑتی ہوئی گولی باہر نکلی، خاموش فضا میں ایک بھونچال سا آ گیا۔ معاون بدک کر رُک گیا۔

باہر موجود پولیس اہلکاروں کو بھی صورت حال کی سنگینی کا اندازہ ہوگیا تھا۔ وہ دبے پاؤں سیڑھی کی طرف بھاگے۔ اب وہ سیڑھی پر منتقل ہو رہے تھے جبار کے ریوالور سے دو شعلے نکلے اور انسپکٹر کامران کو اپنے بازو میں کہنی کے قریب جلتی ہوئی آگ کے لگنے کا احساس ہوا۔ درد کی ایک ناقابل برداشت ٹیس اُٹھی اور وہ خود پر بمشکل قابو رکھتے ہوئے دائیں سے بایاں بازو تھام کر واپس پلٹا۔ سیڑھی سے اُترنے لگا۔ عین اسی لمحے پولیس اہلکاروں نے دوسری جانب سے تیز فائرنگ کر کے جبار کو الجھا دیا اور انسپکٹر کامران کو بچ نکلنے کا موقع مل گیا۔ مگر وہ بُری طرح زخمی ہوگیا تھا۔

سڑک کے ایک دور کے کونے میں ایمبولینس اور ڈاکٹر موجود تھا۔ مرہم پٹی کے بعد انسپکٹر کامران پھر مکان کی طرف لوٹ آیا۔ ناکام لوٹنا اس نے سیکھا نہیں تھا۔

''آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔'' سارجنٹ فرحان نے متفکر لہجے میں کہا۔

''تھوڑی دیر بعد آرام ہی آرام ہوگا۔ فی الحال میرے لیے سب سے ضروری مجرم کو پکڑنا ہے۔ اسے کسی بھی قیمت پر فرار کا موقع نہیں ملنا چاہیے ورنہ یہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کے لیے بہت بڑی ناکامی اور شرمندگی کا باعث ہوگا۔ میں نے واپڈا والوں سے بات کر لی ہے۔ اس علاقے کی لائٹ کچھ دیر کے لیے جانے والی ہے۔ اس عرصہ میں میرا ہاتھ جبار کے گریبان تک پہنچ جائے گا۔'' انسپکٹر کامران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور مکان کی طرف بڑھنے لگا۔ اسی وقت علاقے کی لائٹ آف ہوگئی اور انسپکٹر کے اشارے پر سرچ لائٹس بھی بجھا دی گئیں۔

انسپکٹر کامران کے ہاتھ میں ایک لمبا مضبوط ڈنڈا تھا جو اس نے کہیں سے منگوالیا تھا۔ یہ ڈنڈا اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ ٹوٹے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔ اس وقت چاند بھی بادلوں کی اوٹ میں چلا گیا اور ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ لائٹ چلی گئی تھی اور سرچ لائٹس بھی بجھا دی گئی تھیں۔

انسپکٹر کامران زخموں کی تکلیف کی پروا نہ کرتا ہوا فیصلہ کن انداز سے زینے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس وقت جبار کے کچھ خطرناک دوست پچھلی سڑک پر آ کے ادھر ادھر چھپ گئے اور فائرنگ کا تبادلہ ہونے لگا۔ رات کی تاریکی میں چنگاریاں اڑنے لگیں۔ آوازوں نے ماحول کو لرزا دیا۔ لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ سڑکیں سنسان ہونے لگیں۔

جبار عقبی کھڑکی کھولے اپنے ساتھیوں کے حملے کو پرستائشی نگاہوں سے دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ ''بس بیٹے! اب ہم نکلنے ہی والے ہیں۔ ہمارے خطرناک مددگار آ پہنچے ہیں۔ ابھی دوسری طرف سے بھی.....'' عین اس وقت وہ چونک اٹھا۔ اسے لکڑیاں گرنے کی آواز سنائی دی۔ وہ بھڑک کر بھاگا۔ ہر طرف تاریکی تھی صرف کمرے میں وہ موٹی شمع روشن تھی جو اس نے جلا رکھی تھی۔ کمرے سے باہر آ کے وہ پستول ہاتھ میں لیے زینے کی طرف بڑھنا چاہتا تھا کہ اچانک اس کا پاؤں کسی شے سے پھسلا اور وہ زور سے گرا۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا اس کا ہاتھ کچھ زخمی تھا۔

عین اس وقت لمبے ڈنڈے سے لکڑیاں ادھر

WAJAHAT ZEEM www.pakistanipoint.com

کنجوس

کنجوس: آج میں نے ایک شخص کی جان بچائی جو مشکل میں تھا اور مجھ سے وہ 1 ہزار روپے مانگ رہا تھا۔

دوست: حیرانگی سے! وہ کیسے؟

کنجوس: میں نے اس آدمی سے پوچھا کہ اگر میں تمہیں 1 ہزار روپے دے دُوں تو تم کیا کرو گے؟ تو وہ بولا! خوشی سے مرجاؤں گا۔

دوست: تو پھر؟

کنجوس: تو میں نے کہا کہ..... جا پگلے جی لے اپنی زندگی، میں نہیں دیتا تمہیں 1 ہزار روپے۔!

(مرسلہ: سعدیہ شاہد۔ سرگودھا)

اُدھر پھینکنے والا انسپکٹر کامران اوپر چلا آیا۔ اچانک سرچ لائٹس روشن ہو کر پھر چمکنے لگیں۔ جبار نے خضبناک نگاہوں سے انسپکٹر اور پھر پھسلنے والی شے کا جائزہ لیا۔ یہ کیلے کا چھلکا تھا جو اس کے لڑکے نے لاپرواہی سے ادھر پھینک دیا تھا۔ وہ فرش پر پڑے پڑے پستول کی طرف لپکا لیکن ایک ہاتھ نے وہ پستول اٹھا لیا۔ یہ اس کا لڑکا تھا جس نے ریوالور پکڑ لیا تھا۔ ''لاؤ بیٹے پستول مجھے دے دو''۔ جبار خان جلدی سے چلایا لیکن اس کے لڑکے نے پستول انسپکٹر کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ ''انسپکٹر صاحب! میرے باپ کو گرفتار کرلیں یہ قانون کا مجرم ہے۔ اس نے میری ماں کو دکھ ہی دکھ دیئے ہیں۔ یہ مجھے سکھ نہیں دے سکتا۔''

جبار خان پھٹی پھٹی نظروں سے اپنے لڑکے کو کھا جانے والی کیفیت میں دیکھنے لگا۔ ''تم..... ماں کے پٹھو..... حرامی..... بدبخت'' وہ غصے سے دھاڑا۔

''جبار خاں سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور ہاتھ سر سے بلند کرلو۔'' انسپکٹر کامران نے اس کے پستول کے ٹرائیگر پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔ اس کا سروس ریوالور چھت سے اترتے وقت کہیں گر پڑا تھا۔

جبار خان نے کینہ توز نظروں سے اپنے لڑکے کو دیکھتے ہوئے ہاتھ سر سے بلند کرلیے۔ انسپکٹر کامران نے دیکھا اس کا لڑکا کمزور اور دبلا پتلا تھا اس کی پسلیاں کھلی تمیز سے گنی جاسکتی تھیں۔

انسپکٹر کے وسل بجاتے ہی سپاہی اوپر آگئے اور جبار خان کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس وقت جبار خان کی بیوی بھی اپنے لڑکے کو لینے کے لیے آگئی۔ ماں بیٹا آپس میں چمٹ گئے۔

جبار کی بیوی نے کہا۔ ''یہ مجھے فراموش کر بیٹھا تھا۔ لیکن آج ڈھونڈتا ہوا ماں بیٹے سے ملنے چلا آیا لیکن اس کے ستارے گردش میں آگئے۔ یہ بیٹے کو نئے جوتے اور کپڑے دلانے کے لیے بازار لے جا رہا تھا کہ پولیس کے نگران نے پولیس کو بلوالیا۔ اور یہ اس مکان میں اپنے لڑکے سمیت گھس کر اسے ڈھال بنانے لگا۔''

بیوی کی باتیں سن کر جبار خان کا سر جھک گیا۔ انسپکٹر کامران نے آگے بڑھ کر لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے اپنے قریب کرتے ہوئے بولا ''اب قانون تمہیں سہارا دے گا، میں تمہیں نئے جوتے اور کپڑے لے کر دُوں گا۔ شاباش ہمیشہ ایسے ہی نیکی کا ساتھ دینا اور بُرائی کے خلاف قانون کا سہارا بنتے رہنا۔ لڑکے نے مسکرا کر گردن ہلادی۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

تلافی

عائشہ خان

ادھر منیر خار کھائے بیٹھا تھا ضد میں آ کر اپنی چچازاد بہن جس کے شادی سے پہلے منسوب تھا شادی رچا بیٹھا...... نائمہ نے جب سُنا تو اس کا دل دہل گیا...... وہ سمجھے ہوئے تھی کہ منیر کا غصہ جب ٹھنڈا ہوگا تو وہ اسے آ کر لے جائے گا مگر اب تو واقعی اس گھر کے دروازے اس کے لئے بند ہو چکے تھے......

ایک عورت کی کہانی جس سے بیمار باپ کی خبر گیری کا ''گناہ'' ہوگیا تھا

''تمہارا روزانہ باپ سے ملنا مجھے ہرگز پسند نہیں'' منیر نے تلخی سے نائمہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ حسب معمول باپ کو ملنے کے لئے جا رہی تھی ...... جاتی بھی کیوں نا ماں کو فوت ہوئے پورا ایک سال بیت چکا تھا...... باپ سے تنہائی کاٹی نہیں جاتی تھی۔ نائمہ نے اپنے دل میں تہیہ کر رکھا تھا کہ وہ روز شام کو باپ کی دلجوئی کرنے کے لئے چلی جایا کرے گی۔ مگر کچھ ماہ ہی بیتے تھے کہ منیر کو اس کا جانا اچھا نہیں لگتا تھا...... زبان سے تو کچھ نہیں کہتا تھا مگر دل ہی دل میں باپ بیٹی کو کوستا رہتا مگر آج تو صبر کا

پیمانہ لبریز ہو ہی گیا.....

نائمہ پریشان سی منیر کی جانب ٹکٹکی باندھے دیکھے جا رہی تھی اور حیرت میں تھی کہ اس نے اتنی بڑی بات دیدہ دلیری سے کہہ دی..... اور وہ کچھ بھی نہیں بول سکی تھی.....

"دیکھ کیسے رہی ہو..... کہا نا کہ تم آج نہیں جاؤ گی..... اگر جانا ہی ہے تو بس ایک ہی بار جاؤ"

"کیا مطلب ہے تمہارا" نائمہ نے آخر پوچھ ہی لیا۔

"مطلب صاف ظاہر ہے..... شام ہوتے ہی تم بچوں کو چھوڑ چھاڑ کر میکے چلی جاتی ہو..... آخر انہیں تمہاری ضرورت ہے....."

"میں ان کا سب کام دن میں ہی نبٹا لیتی ہوں..... حتیٰ کہ ہوم ورک بھی کروا دیتی ہوں..... ایک یا دو گھنٹے گھر سے باہر چلی بھی جاؤں تو ان کا کوئی حرج نہیں ہوگا"

"تمہیں کیسے معلوم کے حرج نہیں ہوگا جب ان کے رزلٹ آئیں گے پتہ تو تب چلے گا"

"خدا کے فضل سے سب کامیاب ہو جائیں گے"

"نائمہ مجھے تمہاری باتیں اس وقت زہر لگ رہی ہیں"

"تم جو مرضی کہہ ڈالو مگر میں تو اپنے والد کو ضرور ملنے جاؤں گی وہ اس وقت میرا انتظار کر رہے ہونگے"

"میں نے کہا نا کہ تم نہیں جاؤ گی"

"منیر" نائمہ غصے میں آتے ہوئے بولی۔

"تم ہر ہفتے اپنی ماں کو ملنے جاتے ہو میں نے کبھی روکا ہے بلکہ میں خود خوشی خوشی تمہارے ساتھ جاتی ہوں"

"ہر ہفتے جاتا ہوں روز نہیں..... تم بھی ہفتے میں ایک بار جاؤ گی"

"تمہارے والد حیات ہیں..... اور میری والدہ اس دنیا میں نہیں"

"تو کیا تم چاہتی ہو کہ میری بھی والدہ چل بسے"

"خدا نہ کرے جو میں ایسا سوچوں"

"تمہاری دل کی خواہش کو جان گیا ہوں..... تم میری اور میرے والدین کی دشمن ہو..... میرا ہفتے میں ایک بار جانا کھٹکتا ہے اور خود روز روز ملنا پسند ہے"

"منیر تم چاہے جو مرضی سمجھ لو..... میں رکنے والی نہیں"

"ٹھیک ہے..... میں تمہیں آج اور اسی وقت طلاق دے دیتا ہوں..... جی بھر کے میکے رہو"

"منیر اگر تم ضد پر اتر آئے ہو..... تو دے دو طلاق..... مگر یاد رکھنا تم بے بنیاد باتوں سے میرے دل کو ٹھیس پہنچا رہے ہو"

منیر غصے سے پیر پٹختے ہوئے باہر نکل گیا.....

نائمہ کی پریشانی بڑھتی ہی گئی..... بچے سہمے سے ٹی وی دیکھ رہے تھے..... فون کی گھنٹی بجی تو نائمہ کے باپ نے ناراض ہوتے ہوئے کہا کہ وہ کب سے اس کا منتظر ہے.....

باپ کی بات سنتے ہی اس نے فوراً جواب دیا کہ وہ جلد پہنچنے والی ہے۔

"ماما پلیز مت جائیں پاپا ناراض ہونگے"

شائستہ کی بات سے نائمہ پریشان ہوگئی، بلال نے بھی بہن کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

"ماما ہمیں تو آج ڈر لگے گا پاپا واقعی ہی بہت ناراض ہو گئے ہیں" وہ دونوں بچوں کو پیار سے لٹاتے ہوئے بولی۔

"میں بس آدھے گھنٹے میں آئی ...... پاپا سے پہلے ہی آ جاؤں گی" یہ کہتے ہوئے نائمہ کمرے سے باہر نکل گئی ...... اور دوسرے ہی لمحے وہ گاڑی میں بیٹھ کر اپنے ابو کے گھر پہنچ گئی ...... ابھی نائمہ کو وہاں پہنچے پندرہ منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ منیر کا فون آ گیا۔

"نائمہ"

"جی" نائمہ نے نرمی سے جواب دیا۔

"گھر واپس نہ آنا...... اگر آئی تو تمہارے ہاتھ طلاق نامہ تھما دونگا"

"کیسی باتیں کرتے ہو میں بس پانچ منٹ میں آئی"

"میں نے کہہ دیا نا کہ آنے کی ضرورت نہیں

علم کی قیمت

ایک استاد تھا وہ اکثر اپنے شاگردوں سے کہا کرتا تھا کہ یہ دین بڑا قیمتی ہے۔ ایک روز ایک طالب علم کا جوتا پھٹ گیا۔ وہ موچی کے پاس گیا اور کہا: میرا جوتا مرمت کردو۔ اس کے بدلہ میں، میں تمہیں دین کا ایک مسئلہ بتاؤں گا۔

موچی نے کہا: اپنا مسئلہ رکھ اپنے پاس۔ مجھے پیسے دے۔

طالب علم نے کہا: میرے پاس پیسے تو نہیں ہیں۔

موچی کسی صورت نہ مانا۔ اور بغیر پیسے کے جوتا مرمت نہ کیا۔ طالب علم اپنے استاد کے پاس گیا اور سارا واقعہ سُنا کر کہا: لوگوں کے نزدیک علم کی قیمت کچھ بھی نہیں۔ استاد بھی عقل مند تھے: طالب علم سے کہا: اچھا تم ایسا کرو: میں تمہیں ایک موتی دیتا ہوں تم سبزی منڈی جا کر اس کی قیمت معلوم کرو۔

وہ طالب علم موتی لے کر سبزی منڈی پہنچا اور ایک سبزی فروش سے کہا: اس موتی کی قیمت لگاؤ۔ اس نے کہا کہ تم اس کے بدلے یہاں سے دو تین لیموں اُٹھا لو۔ اس موتی سے میرے بچے کھیلیں گے۔ وہ بچہ استاد کے پاس آیا اور کہا: اس موتی کی قیمت دو یا تین لیموں ہے۔

استاد نے کہا: اچھا اب تم اس کی قیمت سُنار سے معلوم کرو۔ وہ گیا اور پہلی ہی دکان پر جب اس نے موتی دکھایا تو دکان دار حیران رہ گیا۔

اس نے کہا اگر تم میری پوری دکان بھی لے لو تو بھی اس موتی کی قیمت پوری نہ ہو گی۔ طالب علم نے اپنے استاد کے پاس آ کر ماجرا سُنایا۔ استاد نے کہا: بچے! ہر چیز کی قیمت اس کی منڈی میں لگتی ہے۔ دین کی قیمت اللہ کی منڈی میں لگتی ہے۔ اس قیمت کو اہلِ علم ہی سمجھتے ہیں۔ جاہل کیا جانے علم کی قیمت کو۔

(مرسلہ: فاطمہ عمران۔ گوجرانوالہ)

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

.....ویسے بھی تمہارے والد محترم تمہیں میرے خلاف بھڑکاتے رہتے ہیں ..... تنہائی ان سے کاٹی نہیں جاتی وہ تمہارا گھر اُجاڑنے پر تلے ہوئے ہیں"

"منیر" وہ غصے میں آچکی تھی۔

"چلاؤ مت ..... تمہارا اس گھر سے کوئی تعلق نہیں ..... آئی بھی تو دھکے دیکر نکال دونگا ..... رہو باپ کے پاس..... ماں اور باپ کو ناراض کر کے تم سے شادی رچائی تھی ..... وہ تو اپنے خاندان میں کر رہے تھے"

"منیر وہ مجھے خود بیاہ کر لے گئے تھے کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کی مرضی کے خلاف ہوئی ہو"

"آخری بار وارننگ دے رہا ہوں ..... اس گھر کے دروازے تمہارے لئے بند ہو چکے ہیں"

نائمہ کچھ جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ منیر نے غصے سے فون بند کر دیا.....

نائمہ کی آنکھوں میں آنسو آچکے تھے وہ اپنے والد کو دُکھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"کیا ہوا بیٹی"

"کچھ نہیں ابو..... منیر کہہ رہے تھے کہ کچھ دنوں کے لئے تم ابو کے گھر رہ لو"

"یہ تو بہت ہی اچھا ہے..." نائمہ کے والد نے خوش ہوتے ہوئے جواب دیا ..... مگر دل کے کسی کونے کے اندر خدشہ پیدا ہو رہا تھا کہ بات کچھ اور ہے..... مگر اس وقت وہ نائمہ کو پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے ..... نائمہ بھی صبر کرتے ہوئے مصلحتاً خاموشی کے ساتھ باپ کے گھر رہنے کے لئے تیار ہو گئی۔

ادھر منیر خار کھائے بیٹھا تھا ضد میں آکر اپنی چچا زاد بہن جس کے شادی سے پہلے منسوب تھا شادی رچا بیٹھا..... نائمہ نے جب سُنا تو اس کا دل دہل گیا .....وہ سمجھے ہوئے تھی کہ منیر کا غصہ جب ٹھنڈا ہو گا تو وہ اسے آکر لے جائے گا مگر اب تو واقعی اس گھر کے دروازے اس کے لئے بند ہو چکے تھے.....

ادھر فوزیہ دلہن بن کر آچکی تھی ..... منیر کے پہلے دو بچے اس کے لئے عذاب بنے ہوئے تھے ..... اس کا بس چلتا تو کوڑے کے ڈبے میں پھینک دیتی مگر..... اتنی جلدی یہ سب کچھ کرنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ منیر نے جلد ہی بھانپ لیا کہ فوزیہ بچوں کی طرف توجہ نہیں دے رہی۔ گھر میں عجیب قسم کی بدمزگی چھائی رہتی ..... بچے ہر وقت کسی کونے میں دب کے رہتے..... فوزیہ کے سامنے آتے ہوئے کتراتے ..... وہ اس کو اپنے گھر میں برداشت نہیں کر رہے تھے..... اپنی ماں کی جگہ کوئی غیر عورت لے لے یہ سب بچے ان کی برداشت سے باہر تھا۔

ادھر فوزیہ ان سے نالاں تھی ..... اَن پڑھ ہونے کی وجہ سے ہر وقت گالیاں بکتی رہتی ..... منیر فوزیہ سے عاجز آچکا تھا۔ بچے رو رو کر اپنی ماں کو یاد کرتے ..... "پاپا پلیز ہمیں ماما کے پاس بھیج دیں ہم نے یہاں نہیں رہنا" شائستہ نے روتے ہوئے باپ سے کہا۔

"میں بھی جاؤنگا پاپا ..... ماما بہت یاد آرہی ہے" ابھی منیر کوئی فیصلہ کر ہی رہا تھا کہ نائمہ کا فون آ گیا۔ منیر نے فون اٹھایا تو نائمہ بول رہی تھی۔ "نائمہ بول رہی ہوں۔ جو کچھ بھی ہوا وہ میرا مقدر تھا میں بچوں کے بغیر اُداس ہوں خدا کے لئے اتنے ظالم نہ بنو بچوں کو ملا دو۔ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ..... کاش! تم میرے دل کا درد جانتے....." نائمہ کی درد سے ڈوبی آواز اُبھری تو کچھ سیکنڈ کے لئے منیر شرمندہ سا ہو گیا۔ فوزیہ نے بھی آکر کوئی سخت نہیں دیا

NAGAR AZEEM www.pakistanipoint.com

مرحبا سبوس اسپغول

قدرت کی صحت بخش غذا اور دوا

مرحبا کا سبوس اسپغول جو کہ پلانٹیگو اوویٹا (Plantago Ovata) سے حاصل کیا جاتا ہے بغیر اسٹارچ کے کاربوہائیڈریٹ پر مشتمل انتہائی حل پذیر فائبر ہے۔ یہ قطعی طور پر بے ضرر اور خاص طور پر دائمی قبض اور بیسلری پیچش کے لئے مفید ہے۔

خواص: قبض روز مرہ کی شکایات میں سب سے زیادہ عام ہے جبکہ بیسلری پیچش اور دائمی قبض تو عالمگیری حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ ان بیماریوں میں سبوس اسپغول کا استعمال لیکویڈ پیرافین یا اس کی مصنوعات سے بالکل جدا، آرام دہ اور بہتر ہے کیونکہ لیکویڈ پیرافین آنتوں میں حیاتین اور غذا کے معدنی اجزاء کے انجذاب کو روک دیتا ہے جبکہ چھلکا اسپغول کے استعمال سے ایسی کوئی پیچیدہ صورتحال پیدا نہیں ہوتی مزید برآں یہ امیبائی پیچش، السٹریٹو کولائٹس (Ulcerative) اور بواسیر میں بھی انتہائی مؤثر علاج ہے جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ چھلکا اسپغول کا باقاعدہ استعمال موٹاپے اور خون میں چربی جمنے جیسی مہلک بیماریوں کا تدارک کرتا ہے۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

طریقہ عمل: مرحبا کا سبوس اسپغول معدہ اور آنتوں میں پانی کی کافی مقدار جذب کرتا ہے جس سے اس کی شکل جیلی کی طرح ہو جاتی ہے۔ جو نہ صرف آنتوں کی دیواروں کو خراشوں سے محفوظ رکھتی ہے بلکہ چکناہٹ بھی پیدا کرتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ معدے اور آنتوں سے مضر صحت اجزاء جیسے چکنائی اور کولیسٹرول کے مالیکول، فالتو کاربوہائیڈریٹ وغیرہ کو دبوچ لیتی ہے جس کی بدولت جسم میں ان اجزاء کا توازن برقرار رہتا ہے جو کہ موٹاپے کو کم کرتا ہے اور خون کی نالیوں کو تنگ ہونے سے بچاتا ہے حال ہی میں نیشنل کولیسٹرول ایجوکیشن پروگرام برائے ایڈلٹ اور ٹریٹمنٹ گائیڈ لائینز یو۔ ایس۔ اے (U-S-A) نے سبوس اسپغول کے استعمال پر کافی زور دیا ہے جو کہ خون میں کولیسٹرول گھٹانے کا ایک آسان طریقہ ہے۔ اسپغول میں پیکٹن، میوکی لیجز، کئی ایک ہیمی سیلولوزیز اور پوٹاشیم جیسے اجزاء شامل ہیں جن میں کولیسٹرول گھٹانے کی صلاحیت موجود ہے۔

خوراک: بالغ افراد کے لئے دو چائے کے چمچ ایک گلاس پانی کے ساتھ دن میں دو یا تین بار بچوں کے لئے آدھا چمچ سے ایک چمچ تک دن میں دو سے تین بار

ہدایات: مرحبا کا سبوس اسپغول، دودھ، مشروبات اور دیگر اشیاء کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے، چھلکا اسپغول کو نگل لیں، چبا کر نہ کھائیں، شیر خوار بچوں کو نہ دیں، بدہضمی کی صورت میں استعمال نہ کریں، ضرورت کے مطابق خوراک کو کم یا زیادہ کیا جا سکتا ہے۔

تیار کردہ: **مرحبا لیبارٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ**
142 مین قائداعظم انڈسٹریل اسٹیٹ لاہور۔ پاکستان
فون 04235156068-042-111152-152
E-mail info@marhaba.com.pk
Website;www.marhaba.com.pk

مرحبا SINCE 1975

تھا بلکہ نائمہ کے جانے کے بعد گھر کا شیرازہ ہی بکھر گیا تھا۔

"نائمہ" منیر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"تم بچوں کی ماں ہو...... جب چاہو اس گھر میں آ کر رہ سکتی ہو"

ابھی منیر نے اتنا ہی کہا تھا کہ فوزیہ کی گونجدار آواز اُبھری "نائمہ اس گھر میں نہیں آئے گی...... اس گھر کی مالکن میں ہوں...... اتنا ہی شوق ہے تو بچے اس کے حوالے کرو...... مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں"

"میں اپنے بچوں کو گھر سے باہر کیوں بھیجوں...... اس گھر میں بچے بھی رہیں گے اور تم بھی"

"صرف بچے رہیں گے میں نہیں"

ان دونوں کی لڑائی سُن کر نائمہ نے فون بند کر دیا...... منیر اور فوزیہ کی لڑائی اتنی طول پکڑ چکی تھی کہ فوزیہ کا باپ اور ماموں جھگڑا کرنے کے لئے آ گئے...... "اگر نائمہ نے اس گھر میں قدم رکھا تو ہم اس کی کھال کھینچ دیں گے" ماموں نے غصے سے کہا۔

باپ نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

"میں اپنی بیٹی لے جاؤنگا" فوزیہ قریب ہی بیٹھی رو رہی تھی۔

"لے آؤ نائمہ کو اس کمبخت کٹنی کو...... اس گھر میں...... میں نے بھی طلاق نہ لی تو میرا نام فوزیہ نہیں" وہ باپ کے ساتھ جانے کو تیار ہو گئی......

"میں جا رہی ہوں بس نائمہ ہی آئے گی اس گھر میں" منیر نے فوزیہ کو جاتے دیکھ کر ہولے سے کہا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو اب نائمہ ہی اس گھر میں آئے گی"

"ہونہہ تمہارے گھر کو میں تھوکتی ہوں" فوزیہ نفرت سے دیکھتے ہوئے گھر کی دہلیز پار کر چکی تھی اور منیر پشیماں سا کھڑا اس کے کرخت رویے کے بارے میں غور کر رہا تھا...... پھر نائمہ کی باتیں اس کا رویہ اس کا طرز عمل...... مجبور کرنے لگا وہ ایک بار جائے اور سچے دل کے ساتھ اس سے معافی مانگ کر واپس لے آئے...... بچے...... یہ گھر...... نائمہ کے دم سے آباد تھا...... کاش میں نے اس کے ساتھ بدسلوکی نہ کی ہوتی۔ منیر کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے اور دل ہی دل میں بڑبڑایا...... مجھ سے جو بھول ہوئی ہے...... میں اسکی تلافی کروں گا...... اور ہمیشہ اس کے ساتھ وفادار رہوں گا......

یہ سوچتے ہوئے وہ اس کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا۔ اس وقت جھکڑ بہت تیزی سے چل رہا تھا ہر طرف مکمل تاریکی چھائی تھی۔ وہ باہر برآمدے میں کھڑی تھی زوردار آندھی کی وجہ سے لاؤنج میں آ گئی۔ اُداسی اس کا مقدر بن چکی تھی......

رات کی سیاہی میں ایک سایہ کمرے میں داخل ہوا وہی قدموں کی چاپ...... تھی...... مڑ کر دیکھا تو منیر کھڑا تھا۔

جھکڑ جتنی تیزی سے چلا اتنی تیزی سے ختم ہو گیا۔ آسمان پر چاند نکل آیا تھا۔ سرد ہوا اور درختوں کی ڈالیاں جھوم رہی تھیں...... اور منیر نے سامنے آتے ہی اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ رہا تھا۔

نائمہ کو یوں لگا جیسے لمبی مسافت طے کر کے اس کے پاس آ گیا ہے...... آنسو موسلا دھار بارش کی طرح بہہ رہے تھے...... اور دوسرے لمحے منیر نے اسے گلے سے لگا لیا......!!!!

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

WAQAR
www.pak

تربوز کے 8 بڑے فائدے

موسم گرما میں قدرت کا انمول تحفہ جو بھرپور غذائیت کے ساتھ ساتھ جسم میں پانی کی کمی بھی پوری کرتا ہے!

حکیم عثمان

اللہ تعالیٰ نے انسان کے کھانے پینے کے لئے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں اور ان میں سے کچھ ایسی ہیں جس میں خوراک اور پانی دونوں کی کمی پوری کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ ان ہی میں سے ایک ہے تربوز، جو نا صرف کھانے میں لذیذ ہے بلکہ اس میں موجود اجزاء غذائیت سے بھرپور ہوتے ہیں۔ اسے کھانے سے نا صرف پیاس ختم ہوتی ہے بلکہ بھوک سے بھی نجات حاصل ہوتی ہے۔ ویسے تو اس کے لاتعداد فوائد ہیں تاہم ان میں سے چند ہم آپ کو بتا رہے ہیں۔

ڈاکو

ایک آدمی سڑک پر اکیلا جا رہا تھا کہ ایک ڈاکو آ گیا اور نہایت سادگی سے اس آدمی سے پوچھا۔ صاحب جی! آپ نے یہاں کسی پولیس والے کو تو نہیں دیکھا؟؟۔

آدمی: نہیں۔

ڈاکو: کسی اور شخص کو بھی نہیں دیکھا کیا آپ نے؟

آدمی: ارے بھائی تمہارے علاوہ میں نے یہاں کسی اور کو نہیں دیکھا۔

ڈاکو: پستول نکالتے ہوئے پھر جو کچھ تمہارے پاس ہے نکال دو۔

وٹامن سی اور اے سے بھرپور تربوز میں فی کپ صرف 46 کیلوریز ہوتی ہیں لیکن اس میں وٹامن سی' اے اور کئی صحت افزا اجزاء موجود ہوتے ہیں جو جسم کے لئے بہت ضروری ہوتے ہیں۔

پانی کی کمی پوری کرے: پانی جسم کے لئے سب سے ضروری ہے اور روز کم از کم جسم کو آٹھ گلاس پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تربوز پانی کا بہترین متبادل ہے کیونکہ اس میں پانی کی 92 فیصد مقدار موجود ہوتی ہے اسی لئے یہ جسم میں پانی کی کمی دُور کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

وزن میں کمی کرتا ہے: اگر آپ اپنے زائد وزن سے پریشان ہیں تو تربوز کا استعمال کریں کیونکہ اس میں کیلوریز کی مقدار بہت کم ہوتی ہیں جبکہ تربوز میں شامل پانی اور فائبر کی خاص مقدار جسم کو بھرپور غذائی حجم فراہم کرتی ہے اور اس میں کیلوریز کم سے کم ہوتی ہیں۔

غذائیت سے بھرپور: تربوز غذائیت سے بھرپور ہوتا ہے۔ اس کے ایک کپ میں وٹامن سی' اے میگنیشیم' پوٹاشیم' وٹامن بی ون' بی فائیو اور بی سکس شامل ہوتے ہیں جو جسم کے لئے انتہائی مفید ہے۔

کینسر سے بچاؤ: تربوز میں ایسے اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں جو انسان کو کینسر جیسے مہلک مرض سے محفوظ رکھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق تربوز میں شامل کوکر بیٹا سن ای اور لیوپین کی مقدار کینسر کے خطرے کو کم کرتی ہے۔

دل کے لئے مفید: دل جو جسم کا ایک اہم اجزاء تصور کیا جاتا ہے تربوز اس کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ اس کا استعمال دل کو بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس وقت دنیا بھر میں دل کی بیماریاں موت کی ایک بڑی وجہ ہیں لیکن تربوز ایسا پھل ہے جو کولیسٹرول اور بلڈ پریشر کی سطح کو کم کرتا ہے یہ دل کے دورے کا خطرہ بھی کم کرتا ہے۔

تربوز کا جوس: تربوز کا جوس بھی جسم کے لئے بہت مفید ہوتا ہے اس میں شامل اجزاء جسم کو توانائی فراہم کرتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق ورزش کے بعد اس کا استعمال جسم کے لئے مفید ہے۔

جلد اور بالوں کے لئے مفید: تربوز کے فوائد صرف جسم کے اندرونی اعضاء کے لئے ہی نہیں ہیں بلکہ یہ بیرونی خوبصورتی کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ تربوز کے استعمال سے جلد اور بال خوبصورت ہو جاتے ہیں۔

نظام ہاضمہ بہتر بناتا ہے: بہتر نظام ہاضمہ کے لئے انسانی جسم کو دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے پانی اور فائبر۔ تربوز میں ان دونوں کی خاص مقدار موجود ہوتی ہے جو نظام ہاضمہ کو بہتر بناتی ہیں۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

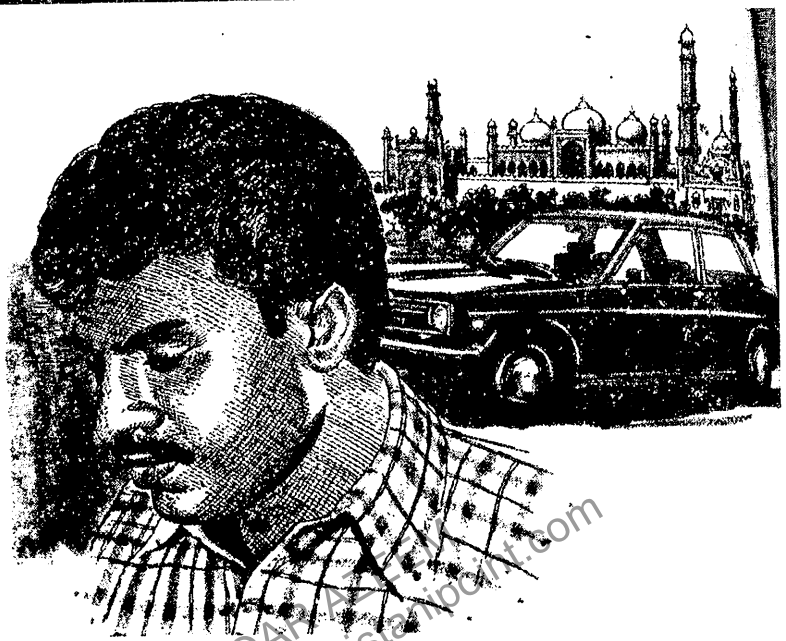

آثم میرزا

پانچواں قتل

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

ہم اب اس کا بوجھ مزید برداشت نہیں کر سکتے تھے ٹھیک ہے نا!'' اُس نے کہا۔ اور یکدم میں لرز اُٹھا۔ تو کیا میں بھی زندہ واپس نہ آؤں گا' میرے ساتھ بھی یہ اپنے ساتھی جیسا ہی سلوک کرے گا' میں بھی تو اس کا رازداں ہی ہوں نا۔

ایک شخص کا ماجرا' جو یکے بعد دیگرے پانچ قتل کی وارداتوں میں ملوث ہو گیا تھا

کچھ دیر پہلے میں وہ نہیں تھا جو اب ہوں۔ یہ تغیر ایک بچے کی توتلی زبان نے پیدا کیا ہے۔ ایک سال کے ننھے بچے نے مجھے یقین دلا دیا ہے کہ اپنی ذات کی پہچان کے بغیر آدمی بے سہارا ہوتا ہے۔ بے وقعت ہوتا ہے' وحشی پن کا گرویدہ ہوتا ہے اور اپنے وجود کی پرتوں میں خوشبو کو سجانے کے بجائے سرانڈ کو چھپاتا رہتا ہے' میرے قاتل ہونے کا ابھی تک تو کسی کو شبہ تک نہیں ہو سکا نہ ہی کسی نے کوئی ایسی گواہی دی ہے جس سے میرے قاتل ہونے پر تبادلہ خیالات کیا جا سکے۔

بات کی ابتدا مجھے پہلے قتل سے کرنی چاہئے۔ میں ایئرپورٹ پر ایک سواری کو چھوڑنے جارہا تھا فلائٹ کا وقت رات گیارہ بجے تھا اور اس وقت ساڑھے دس کا وقت ہوگا۔ تیز رفتاری کی وجہ سے سنسان سڑک پر یوں محسوس ہورہا تھا جیسے خلاء میں ایک تیز سنسناہٹ کے ساتھ تیرتا جارہا ہوں۔ یکدم ایک دھماکہ ہوا ایک ہیولہ ٹیکسی سے ٹکرایا اچھلا اور دُور جاگرا اور میں بڑی مشکل سے خود کو حادثے کا شکار ہونے سے بچانے میں کامیاب ہوسکا تھا۔ ٹیکسی کی رفتار پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی تھی اور مسافر کے چہرے پر کھنڈے ہوئے خوف نے مجھے پریشان بنا دیا تھا۔ اس نے میٹر پر نظر ڈالنے کے بجائے پچاس کا نوٹ مجھے پکڑاتے ہوئے لرزیدہ آواز میں کہا ''وہ ایک عورت تھی اس کا ذکر کسی سے مت کرنا تم بے قصور ہو میں اس منظر کو کبھی نہ بھلا سکوں گا۔''

ٹیکسی سے اُتر کر میں کئی منٹ تک چہرے پر دونوں ہاتھ ملتے ہوئے اپنے حواس درست کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ میں نے کینٹین میں جاکر چائے پی اور آہستہ آہستہ دھندلے نقوش واضح ہونے لگے۔ وہ دُور سے لڑکھڑاتی دکھائی دی تھی۔ اس کا لباس شوخ اور تنگ تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے دھکا دے کر اسے ٹیکسی کے سامنے کردیا ہو۔ ایسی حالت میں ٹیکسی کو یکدم بریک لگانا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ وہ تو خدا نے مدد کی اور ڈولتی ہوئی ٹیکسی پر قابو پالیا گیا ورنہ اس کا کسی درخت سے ٹکرانا یا اُلٹ جانا بعید از قیاس نہ تھا۔ نہ جانے وہ کون تھی؟ اونچے گھر کی عورت معلوم ہوتی تھی۔ سنسان سڑک پر نہ جانے وہ کیوں ڈگمگاتے قدم اُٹھا رہی تھی۔ شاید کسی پارٹی سے آئی ہو، نشے کی حالت میں ہو، لیکن وہ اس طرح ٹیکسی کے سامنے نہ آسکتی تھی۔ ضرور کوئی راز ہے۔ میری سوچ میں تپش پیدا ہورہی تھی۔ شہر کی طرف جانے سے خوف محسوس ہورہا تھا۔ یوں تو میرے پکڑے جانے کا احتمال نہ تھا پھر بھی احتیاط کا تقاضا تھا کہ پھونک پھونک کر قدم اُٹھایا جائے۔

دو گھنٹے کے بعد واپسی ہوئی تھی، جی چاہتا تھا دوسری سڑک سے ہوکر گزر جاؤں مگر کوئی انجانی طاقت مجھے جائے حادثہ کی طرف سے گزرنے پر مجبور کررہی تھی۔ دُور سے لوگوں کا جمگھٹا دیکھا اور کپکپاتی ٹھنڈ کے باوجود خوف کی حدت نے بدن پر پسینے کی لکیریں بنا دی تھیں۔ قریب ہوا تو لاش چادر سے ڈھانپی ہوئی نظر پڑی۔ پولیس شاید ابھی تک نہیں آئی تھی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے مسافر نے پوچھ لیا ''کیا حادثہ ہوا ہے؟ تم اب سے پہلے اس طرف سے گزرے ہو کیا؟'' اس وقت بھی لاش اسی پوزیشن میں تھی۔

''نہیں۔'' بے اختیاری سے نکلے ہوئے الفاظ نے بھرم قائم نہ رہنے دیا تھا۔

''تو اس کا مطلب ہوا تم اس حادثے کی واقفیت رکھتے ہو!''

''ہاں..... نہیں! میں کچھ نہیں جانتا۔ میں نے تو صرف مذاقاً کہا تھا پہلے بھی۔ بے خیالی میں ایسے الفاظ منہ سے نکل ہی جاتے ہیں۔ یہ کوئی قابل گرفت عمل نہیں ہے۔''

اپنے گھر پہنچنے تک لاش پر پھیلی ہوئی چادر پر سرخ دھبوں کی چبھن آنکھوں کے راستے روح کی چار دیواری کے اندر چبھ سے کود گئی تھی۔ بیوی بچوں کے سوئے ہوئے چہروں پر نظریں گھماتے یونہی وہم سا ہوجاتا کہ جیسے وہ موی مجسمے ہوں جنہیں دھوپ کی تمازت سے بچانے کے لئے سائبان کے نیچے لٹا دیا گیا ہو۔ پہلے تو معمول کے مطابق تھکاوٹ کی وجہ سے جلد نیند آجاتی تھی مگر اب کروٹیں بدلتے ہوئے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر چکر لگانے والے جھولے میں بیٹھے ہوئے کبھی آنکھیں خوف سے بند ہوجاتی ہیں اور کبھی دل کے ڈوبنے پر آنکھیں یکدم کھل جاتی ہیں۔

صبح طبیعت کے بوجھل پن اور پپوٹوں کے درد کی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

وجہ سے اُٹھنے کو جی نہ چاہ رہا تھا۔ دو بچے پرائمری سکول چلے گئے تھے۔ تیسرا اپنی ماں کے پاس ہی قریب بیٹھا جھوٹے برتنوں کو ایک دوسرے پر کھڑے کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ناشتہ بھی دیر سے کیا پھر بیوی کی تشویش کو نظر انداز کر کے کمبل اوڑھ کر لیٹا رہا تھا۔

شام کو گھر سے باہر نکلا۔ رات کو بیوی کے سپرد کی ہوئی دن بھر کی کمائی میں سے دس روپے واپس لئے اور گلی کی نکڑ پر پنواڑی کی دکان کے دائیں جانب لکڑی کے بینچ پر بیٹھ گیا۔ گولڈ لیف کا آدھا پیکٹ لیا۔ سامنے والے چائے خانہ کے ملازم کو آواز دی۔ ”منڈو ایک کپ تیز چائے۔“ پھر قریب کھڑے ہوئے ایک محلّہ دار کی طرف دیکھ کر پوچھا ”شاہ جی چائے پئیں گے۔“

”نہیں بھئی پہلے ہی دن میں دس کپ پی چکا ہوں۔ میری تو آج ریسٹ ہے۔ اور تم! تم بھی کیا چھٹی پر ہو؟“

”رات کو دیر سے گھر آیا تھا صبح بخار ہو گیا۔ ڈر گیا تھا کہ کہیں ٹیکسی چلاتے ہوئے ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔“

”سچ! یہ تو ذہنی بلاغت کی علامت ہے۔ اس مشینی دور میں موت کی طرف توجہ دینے کی کس کو ضرورت ہے۔ بہرحال آدمی کو ذہنی پستی سے بچنے کی ضرور کوشش کرنی چاہئے۔“

لڑکا چائے کا کپ پکڑا گیا تھا اور شاہ جی گلے میں پانی کا بیڑا دبا کر گلی میں داخل ہو گئے تھے۔ میں نے سگریٹ سلگایا چائے کی چسکی بھری اور بازار کی رونق میں نظریں الجھانے لگا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے مجھے زور سے گھما کر چھوڑ دیا ہو۔ کسی کے ہاتھ کا بوجھ کندھے پر زیادہ ہی محسوس کر کے میرے بدن میں تیز لرزش پیدا ہوئی اور نظریں اوپر اُٹھ گئیں۔ ایک خوش پوش آدمی قیمتی فریم والی عینک لگائے میرے سر پر کھڑا تھا۔ میں یکدم اُٹھ کھڑا ہوا ”کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“ ہلکے پیازی رنگ کے شیشوں میں سے اس کی آنکھیں عجیب انداز میں مسکرا رہی تھیں۔

”ایک بے حد اہم کام کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ مجھے نہیں جانتے لیکن میں آپ کو اچھی طرح سے پہچانتا ہوں۔ آپ الطاف بھٹی صاحب ہیں نا؟“

میرے اندر خوف کا پرندہ پھڑ پھڑانے لگا مگر بیرونی سطح پر میں نے ایسی کوئی علامت ابھرنے نہ دی تھی جو میری حرکات کو مشکوک بنا دے۔ اس نے ذرا جھک کر مودبانہ لہجے میں کہا۔

”تکلیف معاف یہاں عام جگہ پر بیٹھنا معیوب سمجھتا ہوں کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم کسی پرسکون جگہ پر بیٹھ کر حالات حاضرہ پر تبادلہ خیال کریں۔“

اس کے لہجے نے بے حد متاثر کیا تھا لیکن اس کی پراسرار اجنبیت کا اثر بھی کم نہ ہوا تھا۔ میں میکانکی انداز میں اس کے ساتھ ہو گیا۔

چوک کے دائیں کارنر پر کیفے پیپی نس میں داخل ہو کر اس نے سرسری نظر ماحول پر ڈالی اور پھر پرلی دیوار کے پاس خالی میز پر آ گیا۔ آمنے سامنے بیٹھ کر اس نے چائے کا آرڈر دیا۔ پھر ہتھیلیاں میز پر ٹکا کر اس نے دھیمی آواز میں کہا ”تمہید کی اب ضرورت نہیں رہی میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ رات کو تمہارے ساتھ جو حادثہ پیش آیا تھا میں اس کا عینی شاہد ہوں۔“

ٹھاہ..... میرے اندر اچانک ڈائنامیٹ کا دھماکہ ہوا اور دل کی بوسیدہ دیواریں لرزنے لگیں اور میرے ہونٹوں کی جنبش کے ساتھ ہی اینٹیں اکھڑنا شروع ہو گئی تھیں۔ الفاظ کو میرے حلق کے اندر ہی بے مفہوم بنتے دیکھ کر اس نے سرگوشی کی۔

”میں تمہارا خیر خواہ ہوں اگر میرے دل میں میل ہوتی تو اب تک تم تھانے میں ہوتے۔ میں نے ٹیکسی کا نمبر نوٹ کر لیا تھا آج تمہیں تلاش کرنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی تمہارا سارا حدود اربعہ معلوم ہو چکا ہے۔“

پہلے تو جی چاہا کہ اس کا گلا گھونٹ کر اس کی آواز ہمیشہ کے لئے بند کر دوں مگر وہ لمحے بعد ہی بول پڑا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''اور میرے علاوہ بیگم فانوس کو بھی تمہارا سراغ مل چکا ہے۔'' اور میں پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھتا ہی رہ گیا۔ مجھے خوف کے دبیز پردے میں لپیٹ کر اس نے لہجہ بدلا۔

''اب بچاؤ کی ایک ہی صورت ہے؟''

''وہ کیا؟''

''میرا ساتھ دو۔ خطرات کے سر کنڈے سمیٹنے کی خاطر ہم دونوں کو ایک دوسرے کی مدد کی اشد ضرورت ہے۔''

''آپ حکم فرمادیں۔''

''پہلے اصل کہانی سن لو۔ سبھی جانتے ہیں کہ گل ریز بیگم فانوس کی بیٹی تھی لیکن صرف مجھے معلوم ہوا تھا کہ گل ریز اغوا شدہ ایک کال گرل ہے۔ بیگم فانوس کا سارا کاروبار انڈر گراؤنڈ چلتا ہے۔ ہر طرح کی بلیک مارکیٹنگ کا دھندا چلتا ہے۔ گل ریز اپنے حسن و شباب کی بدولت اس کاروبار میں اہم کردار ادا کررہی تھی مگر نہ جانے اس کے دماغ میں کیا سمایا کہ وہ اپنا الگ کاروبار چلانے کے لئے بغاوت پر آمادہ ہوگئی۔ بیگم فانوس یہ کیسے برداشت کرسکتی تھی۔ بظاہر تو اس نے خوشی کا اظہار کیا لیکن اندرونی طور پر وہ اسے ہمیشہ کے لئے راستہ سے ہٹانے کا پروگرام بنانے لگی تھی۔ اس نے مجھے بیس ہزار روپوں پر اسے قتل کرنے پر آماہ کرلیا تھا۔ میں نے ہی اسے رات کو زیادہ شراب پلائی تھی اس کا حوصلہ بڑھاتا رہا تھا۔ جب نشہ نے اسے ہوش سے بیگانہ بنا دیا تو میں سہارا دے کر اسے سڑک پر لے آیا۔ تمہاری ٹیکسی کی روشنی میں' میں نے خود کو اس کے عقب میں چھپالیا تھا اور جب ٹیکسی قریب آئی تو یکدم اسے دھکا دے کر ٹیکسی کے سامنے کردیا اور خود زمین پر لیٹ گیا۔ اور اب بیگم فانوس اپنے وعدے سے مکر گئی ہے بلکہ اس نے دھمکی دی ہے اگر میں نے گڑ بڑ کی تو وہ مجھے اور تمہیں پولیس کے حوالے کردے گی۔ اب تم ہی بتاؤ اگر آج رات کو ہم نے کوئی عملی قدم نہ اٹھایا تو نہ جانے صبح کو ہمارا کیا حشر ہوگا؟''

اس کا سانس دھونکنی کی مانند چلنے لگا تھا اور میں اپنے گرد موت کے حلقہ کو تنگ ہوتا ہوا محسوس کررہا تھا اس نے میرا ہاتھ دبا کر کہا ''منصوبہ تیار ہے۔ یہ رات اگر سو کر گزاری دی تو پھر ہمارے لئے سورج کبھی طلوع نہ ہوگا ابھی ٹیکسی لے کر میرے ساتھ چلنا ہوگا اور نمبر پلیٹ پر اس طریقے سے کیچڑ مل دو کہ نمبر صاف طور پر پڑھے نہ جاسکیں۔''

میں اس کا ساتھ دینے پر مجبور ہوگیا تھا۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں بزدل بن کر ہی سہی زندگی سے سمجھوتہ کرنے کے حق میں تھا۔ میں ٹیکسی چوک میں لے آیا وہ اس انداز سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر جھک گیا کہ اس پر کوئی نظر نہ ڈال سکے۔ پٹرول پمپ سے ادھر ہی اُس نے مجھے روک لیا اور پٹرول کی رقم پکڑا دی۔ پٹرول ڈلوا کر میں درختوں کے سائے میں ٹیکسی لے آیا۔ وہ بڑی احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ اس کے بتائے ہوئے پتے پر میں نے ٹیکسی بیگم فانوس کی کوٹھی کے عقب میں چھوٹی سی ویران راہ گزر پر کھڑی کردی۔ ہر آہٹ پر موت کا گمان ہونے لگا۔ میں اس پراسرار آدمی کے منصوبے سے آگاہ نہ تھا اس لئے ہر آواز پر کان لگائے گزرتے لمحوں کے دامن میں کلبلاتی حسرتوں کو پہچاننے کی کوشش کررہا تھا۔ پھر یکدم جھک کر میں نے دائیں پنڈلی کے ساتھ بندھے ہوئے چمڑے کے خول پر انگلیاں پھیریں اور اس کے اندر چھپے ہوئے دودھاری خنجر نے جیسے میرے حوصلے دیوار کو سنبھالا دے دیا ہو اور اسی وقت دیوار پر دھاری دار چادر میں لپٹی کوئی وزنی چیز نظر پڑی اور پھر میں نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ وہ پراسرار آدمی کندھے پر بڑا سا چمڑے کا بیگ لٹکائے دیوار پھاند کر میرے طرف آ گیا۔ اس کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا تینوں نے مل کر بیگم فانوس کی لاش ڈگی میں بند کردی دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے تھے۔

AAGAHI AZEEM www.pakistanipoint.com

اب وہ راستہ بتا رہے تھے اور میں گیئر بدل رہا تھا۔ ''دریا کے پل سے ادھر ہی۔'' پراسرار آدمی نے سرگوشی کی۔ ''ٹیکسی کسی اندھیری محفوظ جگہ پر کھڑی کردو۔'' میں نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ نیچے اُترا اور ساتھ والے آدمی کو گھسیٹ کر باہر لے آیا۔ چند گز بائیں طرف درختوں کے جھنڈ کے درمیان اسے پھینک کر وہ واپس آ گیا۔ اب اس کی ہدایت پر ٹیکسی جڑانوالہ روڈ کی خاموش ویران فضا میں بین کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ کچھ دُور آ کر اس نے سپاٹ لہجہ میں کہا ''یہ آدمی میرا راز داں تھا' اس کی شاطرانہ چال کی بدولت میں بیگم فانوس پر قابو پانے میں کامیاب ہوگیا۔ ہم دونوں نے مل کر ہی اس کا گلا اس حد تک گھونٹا تھا کہ سانس کی ڈوری ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئی تھی مگر میں قتل کا ہر نشان مٹا دینا چاہتا تھا اس لئے اپنے ساتھی کو واردات کرنے سے پہلے ہی میں زہر پلا چکا تھا۔ خوش قسمتی سے واردات کے وقت تک یہ ہوش میں رہا تھا' اب یہ ختم ہوگیا ہے۔ ہم اب اس کا بوجھ مزید برداشت نہیں کرسکتے تھے ٹھیک ہے نا!'' اُس نے کہا۔

اور یکدم میں لرز اُٹھا۔ تو کیا میں بھی زندہ واپس نہ آؤں گا' میرے ساتھ بھی یہ اپنے ساتھی جیسا ہی سلوک کرے گا' میں بھی تو اس کا راز داں ہی ہوں نا۔

بڑی مشکل سے میں خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا میں اگرچہ کار کا سٹیئرنگ پکڑے ہوئے تھا کار کی رفتار بھی پچاس سے کم ہی تھی پھر بھی یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے راکٹ میں سفر کر رہا ہوں۔ اپنے بچاؤ کی تدابیر سوچتے ہوئے تصورات کے تصور میں ڈوبتا اُبھرتا جا رہا تھا۔ پنڈلی کو ہاتھ لگانے سے اس لئے گھبرا رہا تھا کہ کہیں وہ میرے ارادہ کو بھانپ نہ لے۔ میں اعتراف کر چکا ہوں کہ ٹیکسی ڈرائیور ہونے کے باوجود میں خود کو بزدل اور ڈرپوک سمجھتا ہوں اور دو دھاری خنجر کی موجودگی میں بھی مجھے امید نہ تھی کہ میں اسے کبھی استعمال بھی کرسکوں گا لیکن اب میرے اندر ایسی گڑگڑاہٹ سی ہو رہی تھی جیسے کوئی خفتہ آتش فشاں پھٹنے کے قریب ہو۔ ویران اور سنسان سڑک پر کار کی ہیڈ لائٹس صرف اتنا احساس دلا رہی تھی کہ موت کی وادی میں دو ذی روح ابھی تک سانسوں کی لڑیاں گن رہے ہیں ورنہ زندگی کی اور کوئی علامت ساتھ نہ نبھا رہی تھی۔

اس نے بڑی نہر کے کنارے پر کار روکنے کے لئے کہا تھا۔ میں نے رفتار کم کردی تھی۔ پل کے آثار نمایاں ہو رہے تھے۔ پہلے کنارے کی کٹی پھٹی پٹڑی کی طرف کار موڑ کر میں نے چند قدم آگے بریک لگائی۔ اس نے جلتے ہوئے لہجہ میں حکم دیا ''ابھی مت روکو اور آگے راستہ خراب ہے احتیاط سے' روشنی بجھا دو۔''

ستاروں کی روشنی میں کار ہچکولے کھاتی پانچ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے آگے بڑھنے لگی۔ کوئی تین فرلانگ پر راستہ زیادہ خراب ہوگیا تھا۔ کار رُک گئی' ماحول بڑا پراسرار اور ڈراؤنا لگ رہا تھا۔ ہوا کی سرگوشیاں خوف کے جالے بن رہی تھیں۔ وہ نیچے اُترا' پھر مجھے بھی باہر آنے کے لئے کہا میں نے غور سے اس کے دونوں ہاتھوں کی طرف دیکھا پھر بیگم فانوس کی لاش باہر نکالنے میں اس کی مدد کرنے لگا اس کے گلے میں لٹکا ہوا بیگ کافی وزنی معلوم ہو رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے بیگم فانوس کی ساری دولت اسی میں چھپا رکھی ہو۔ وزنی لاش کو بالکل کنارے کے قریب لاکر ابھی وہ کمر سیدھی کرنے ہی لگا تھا کہ میں نے بجلی کی سی سرعت سے خنجر نکالا اور اس کی پسلی میں پورا گھونپ دیا۔ دوسرا وار' تیسرا وار اور وہ سیدھا ہونے کے بجائے بیگم فانوس کی لاش پر ہی گر گیا تھا۔ میں نے ایسا انداز اختیار کیا تھا کہ خون کے چھینٹوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھوں۔ دونوں لاشیں نہر میں بہا کر میں نے خنجر دھویا اور اسے چمڑے کے خول میں ڈال کر کار میں بیٹھ گیا۔

واپس پل تک آتے ہوئے مجھے ایک گھنٹہ لگ گیا تھا۔ پل پر ایک متحرک سایہ دیکھ کر میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ موت میری آنکھوں میں آنکھیں

JAVAID AZEEM
www.pakistanipoint.com

ڈال کر قہقہے لگا رہی تھی۔ میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے سایہ میرے قریب آ گیا اور میں اسے دیکھ کر اپنے حواس کھونے لگا وہ ایک بے حد خوب صورت عورت تھی۔ لباس قیمتی اور اس پر قیمتی زیورات۔ ایک ڈیڑھ سال کے بچے کو کندھے پر لگائے ہوئے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ یہ کوئی دوسری مخلوق ہے جو میرا دل نکالنے کے لئے سامنے آ گئی ہے۔ اس سے پہلے کہ میں حلق سے کوئی آواز نکالوں وہ بول پڑی۔ اس کے لہجے میں کپکپاہٹ بھی تھی اور بے چارگی بھی۔ ''میں کوئی بدروح نہیں ہوں ایک مظلوم بیوی ہوں جس کا شوہر اسے زبردستی یہاں پر کار سے اُتار کر خود لاہور چلا گیا ہے۔ اسے یقین تھا کہ جو بھی مجھے یہاں دیکھے گا زیورات کے لالچ میں آ کر مجھے قتل کر دے گا اور اس طرح وہ مجھ سے چھٹکارا حاصل کر لے گا۔ اور شاید آپ بھی ایسا ہی قدم اُٹھائیں۔ لیکن ایک التجا ہے اللہ رسول کا واسطہ دے کر عرض کرتی ہوں کہ میرے بچے کو کچھ نہ کہیں اسے کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیں۔ کسی یتیم خانے میں ہی داخل کر دیں لیکن اسے ماریں مت' میں یہ برداشت نہ کر سکوں گی۔''

میں گم صم اسے تکے جا رہا تھا میں نے خود کو گھما کر پچھلا دروازہ کھول دیا اور وہ جلدی سے اندر داخل ہو گئی۔ میں اپنے حواس پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ٹیکسی لاہور کی طرف رواں تھی۔ نہ جانے کیوں اس عورت نے سسکیاں بھرنی شروع کر دیں۔ پھر ہچکیاں لینے لگی جیسے اٹک اٹک کر دم نکلنے والا ہو۔

''امی' امی'' بچہ اسے ہلانے لگا۔ وہ اس سے والہانہ انداز میں پیار کرنے لگی ''امی' امی' ابو کہاں؟ ابو کہاں؟''

''تمہارے ابو چلے گئے۔ چلے گئے۔ یہ تمہارے ماموں جان۔''

''ماموں جان!''

اور میں ششدر رہ گیا تھا۔ بچے نے اپنے دونوں ننھے ہاتھ میرے کندھے پر رکھ دیئے۔ ''ماموں جان' ماموں جان'' اور میرا رواں رواں ایک زلزلے کی زد میں آ گیا تھا۔ وہ عورت کہہ رہی تھی۔ میں بھی امیر باپ کی بیٹی ہوں اگر چاہتی تو فراز سے خلاصی حاصل کر سکتی تھی۔ مگر میں نے اسے روح کی گہرائیوں سے چاہا تھا۔ اس لئے اس کی زیادتیاں برداشت کرتی رہی۔ میرا خیال تھا شاید ننھے شہباز کی خاطر ہی وہ اپنے رویہ میں تبدیلی پیدا کرے گا مگر ایسا نہ ہو سکا۔ اب وہ کھلے بندوں اپنی داستانوں کو کوٹھی میں لانے لگا تھا میں یہ برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھی یہی وجہ ہے کہ اس نے پاگل پن کی وجہ سے مجھے ختم کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا۔ ہم فیصل آباد سے لاہور کے لئے روانہ ہوئے وہاں کل ایک عزیز کی بارات میں شامل ہونا ہے۔ راستہ میں اس نے اپنی ایک داشتہ کو بھی اپنے ساتھ اگلی سیٹ پر بٹھا لیا اور براستہ جڑانوالہ لاہور جانے کا پروگرام بنا لیا۔ اس پل پر زبردستی مجھے اُتار دیا تھا۔ میں نے بڑی منتیں کیں کہ وہ کم از کم شہباز کو ہی ساتھ لے جائے مگر وہ نشہ میں اتنا ڈوب گیا تھا کہ میری بات کا مفہوم نہ سمجھ سکا۔ مامتا کی تڑپ کا اندازہ نہ لگا سکا اور اب میں بیدار ہو چکی ہوں محبت کے سارے آبگینے توڑ چکی ہوں۔

کاش! لیکن نہیں آپ مجھے یہیں پر ختم کر دیں فائدہ میں رہیں گے؟''

ننھے نے دوبارہ ہاتھ میرے کندھے پر رکھ دیئے ''ماموں جان! ماموں جان!''

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ایک ٹھنڈے فرحت بخش جھونکے نے میرے اندر انتقام کی حدت کو چوس لیا ہو۔ میں نے روہانسا ہو کر کہا ''میں آپ کو کیسے قتل کر سکتا ہوں۔ ننھے شہباز نے خود مجھے قتل کر دیا ہے۔ یہ پانچواں قتل ہے جو میرے سامنے ہوا ہے اب مزید کوئی قتل نہیں ہوگا۔ میں اب آپ کی ملازمت اختیار کر لوں گا۔'' دعاؤں کے پھاہے میرے زخموں کو ٹھنڈک پہنچا رہے تھے۔

NAGAR AZEEM www.pakistanidigest.com

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

سربند

فیاض الرحمان قادری

دبیز شیشوں کے پیچھے ہوفمین کی آنکھیں چمک اُٹھیں' وہ کھڑا ہوگیا''میں تمہاری بہادری کو سلام کرتا ہوں مسٹر ٹووگ۔ بات یہ ہے کہ کیپٹن انگر نے ہمیں بتا دیا ہے وہ تمہارا گاہک ہے۔'' ٹووگ نے حیرت اور جھنجلاہٹ چھپانے کی کوشش کی' اس نے سوچا اب ہوفمین اسے دوسرے طریقے سے جال میں پھانسنے کی کوشش کر رہا ہے۔

ایک آدمی کی کہانی جو اپنا سر ساتھ لے کر گیا تھا' گستاپو کے زمانہ کا دلچسپ واقعہ

لمبے قد کے ایک چیچک رو شخص والٹر نے ٹووگ کو اطلاع دی ''تم سے مسٹر ہوفمین فوراً ملنا چاہتے ہیں۔'' ٹووگ کا سرخ و سفید چہرہ پیلا پڑ گیا۔ اس کا موٹا تازہ جسم کرسی سے تقریباً آدھا اُٹھ چکا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ کسی طرح بھاگ نکلے لیکن وہ جانتا تھا بھاگنے سے بڑی حماقت کوئی نہیں ہوسکتی۔ گستاپو سے بچنا بہت مشکل تھا۔ وہ کرسی پر ڈھیر ہوگیا۔ اپنی کاروباری کامیابی پر اسے پچھتاوا ہونے لگا۔ یہی کامیابی آج اسے لے ڈوبی تھی۔ اس کے ساتھ اس کا کلرک بیٹھا ہوا تھا۔ کلرک پر کپکپی طاری تھی۔ ٹووگ

نے نرمی سے کہا "فکر نہ کرو مسٹر ہوفمین سے تم نہیں ملو گے میں ملوں گا۔"

ٹووگ کے دماغ میں بدترین خدشات سر ابھارنے لگے۔ کرٹ ہوفمین گسٹاپو کا ایک بہت اہم شخص سمجھا جاتا تھا۔ اس کی ہٹلر سے دوستی تھی۔ لوگ اسے ہٹلر سے بھی زیادہ بارسوخ اور طاقتور سمجھتے تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جن کا نام سن کر لوگوں پر لرزہ طاری ہوجاتا تھا۔ ٹووگ والٹر کے ساتھ اپنے دفتر سے نکلا۔ لوگ خوف زدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ اس طرح جیسے وہ اسے آخری دفعہ دیکھ رہے ہوں۔ گسٹاپو کے کسی آدمی کے پاس جاکر واپس آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ایک بھوری اور سیاہ گاڑی ٹووگ اور والٹر کے انتظار میں باہر کھڑی تھی۔ دونوں کار میں بیٹھ گئے۔ بہار کا ایک خوبصورت دن تھا لیکن ٹووگ میں موسم سے لطف اندوز ہونے کی ہمت نہیں تھی۔ اس کا دماغ ماؤف تھا وہ بے خیالی میں کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔ کار ایک مضافاتی علاقے سے گزر رہی تھی۔

کچھ دیر کی مسافت کے بعد وہ ایک بہت بڑے احاطے میں داخل ہوئے۔ درختوں کے جھنڈ سے ایک سفید پرشکوہ عمارت جھانک رہی تھی۔ کار مڑتی مڑاتی آگے بڑھی اور عمارت سے کچھ فاصلے پر رُک گئی۔ ایک بٹلر انہیں عمارت کے اندر لے گیا۔ والٹر نے بٹلر سے کہا "یہ مسٹر ٹووگ ہیں۔"

"ان کا انتظار کیا جارہا ہے۔" بٹلر نے بتایا۔

والٹر نچلی منزل پر رُک گیا۔ ٹووگ بٹلر کے ساتھ بالائی منزل کے ایک روشن کمرے میں پہنچا۔ کمرے کے بیچوں بیچ ایک بڑے ڈیسک کے دوسری طرف کرٹ ہوفمین بیٹھا تھا۔ "ٹووگ بیٹھ جاؤ" ہوفمین نے کہا۔

ٹووگ شکستہ دل سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہوفمین اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ ایک دُبلا پتلا آدمی تھا۔ اس کے بال سیاہ اور بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں پر دبیز شیشوں کا چشمہ تھا۔ چہرے سے سختی جھلک رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر کھلتی ہوئی خم دار مسکراہٹ ایسی تھی جیسے ہونٹ سرخ دھاگے سے سی دیئے گئے ہوں۔

"تو تم ہو مسٹر ٹووگ، مشہور ایکسپورٹر؟"

"جی ہاں۔"

"تمہیں کھلونے بنانے میں مہارت حاصل ہے؟"

"جی ہاں جناب!"

"اور گڑیاں بنانے میں بھی؟"

"دوسرے کھلونوں کے علاوہ گڑیاں بنانے میں بھی۔ تمہارا گڑیوں کا کاروبار سب سے بہتر چل رہا ہے۔"

"بے شک جناب میرا گڑیوں کا کاروبار ٹھیک چل رہا ہے۔" سچی بات اس کے منہ سے نکل ہی گئی۔ وہ چیخنا چاہتا تھا کہ بلی چوہے کا کھیل بہت ہوچکا اب اس سے نکلنا چاہئے مگر اس کی آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔

ہوفمین نے پوچھا "سنا ہے پیرس میں کوئی مسٹر روجیٹ ہیں وہ تمہارے بہت اچھے خریدار ہیں؟"

ٹووگ نے سوچا اسے تو ہر بات معلوم ہے۔ وہ بہت مشکل سے بول سکا "میرے بہت سے گاہکوں کی طرح مسٹر روجیٹ بھی ایک گاہک ہیں۔"

"ہماری اطلاعات کے مطابق وہ تمہارا بہترین

PakistaniPoint www.pakistanipoint.com

خریدار ہے۔“ ہوفمین نے ڈیسک کی دراز کھول کے ایک بڑی سی گڑیا نکالی ”مجھے ملوم ہوا ہے آج کل اس ماڈل کی گڑیاں پیرس میں مقبول ہیں؟“

ٹووگ کو اپنی پیشانی پر ٹھنڈا پسینہ محسوس ہوا ”جی ہاں میں نے اس ماڈل کی بہت سی گڑیاں بیچی ہیں۔“

ہوفمین نے گڑیا کا کپڑا اپھاڑ ڈالا۔ اب گڑیا کے سپاٹ جسم پر کوئی کپڑا نہیں تھا۔ ”دیکھو مسٹر ٹووگ۔“ وہ گڑیا کی پشت ایک چاقو سے کاٹنے لگا۔ اس نے ٹووگ پر نظر نہیں ڈالی‘ گڑیا کاٹتا رہا۔ ”آج کل پیرس میں مارکس کا کیا مل جاتا ہے‘ میرا مطلب ہے کیا بھاؤ چل رہا ہے۔“

”م...... مجھے نہیں معلوم جناب۔“ ٹووگ ہچکچا کے بولا۔

”کیا تم مجھے بیوقوف سمجھتے ہو۔“

”میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے......“

”خاموش...... کیا تم سمجھ رہے ہو مجھے یہ معلوم نہیں کہ اب تک تم کیا کرتے رہے ہو؟“ وہ کٹی ہوئی گڑیا کا اندرونی خالی حصہ دکھاتے ہوئے بولا۔ ”کیا تم نے کبھی یہ ترکیب دیکھی ہے؟“ دوسری دراز سے اس نے بہت سے نوٹ نکالے اور انہیں سختی سے تہہ کر کے گڑیا کے خالی حصے میں رکھ دیا۔ پچاس ہزار گڑیوں میں اس طرح نوٹ رکھ کر انہیں ملک سے باہر سمگل کیا جاسکتا ہے۔ یہی ہوتا ہے نا؟“ ٹووگ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہوفمین بولتا رہا‘ ”گڑیا کا خالی حصہ جواہر بھرنے کے کام میں بھی لایا جاسکتا ہے۔ کیا یہ بات نہیں ہے؟ جو شخص ملک سے وفادار نہیں ہے اور جسے افراط زر کا خوف ہے وہ مسٹر ٹووگ ایکسپورٹر کے پاس چلا جاتا ہے۔ مسٹر ٹووگ اس کی دولت ملک سے باہر سمگل کر دیتا ہے۔ پھر وہ وہاں اس کی دولت پونڈ اور ڈالر میں تبدیل کرا دیتا ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں ایکسپورٹر۔“ وہ مسکرا رہا تھا‘ اس کی مسکراہٹ دیکھ کر ٹووگ بھی خالی الذہنی سے مسکرا دیا۔

”اوہ ہاں‘ ہوفمین نے بات جاری رکھی۔ ”مسٹر ٹووگ ایکسپورٹر کو یہ بھی معلوم ہے کہ کالی آمدنی کہاں ٹھکانے لگائی جاسکتی ہے۔ وہ اپنی اس خدمت

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

عورت

☆ عورت بچت پر یقین رکھتی ہے مگر کپڑے مہنگے خریدتی ہے۔

☆ کپڑے مہنگے خریدتی ہے مگر وقت پڑنے پر ایک بھی پہننے لائق نہیں ہوگا۔

☆ کپڑے پہنے ہوں نہ ہوں مگر خود کو سب سے حسین سمجھے گی۔

☆ اپنے آپ کو سب سے حسین سمجھتی ہے مگر اپنے جسم سے خوش نہیں ہوگی۔

☆ اپنے جسم سے خوش نہیں ہوتی مگر چاہتی ہے کہ شوہر ہر وقت اُس کی تعریف کرتا رہے۔

☆ چاہتی ہے کہ شوہر ہر وقت اُس کی تعریف کرے مگر جب وہ تعریف کرے گا تو یقین نہیں کرے گی۔

(مرسلہ: عمران خان۔ قلعہ دیدار سنگھ)

کے عوض دس فیصد وصول کرتا ہے اور معاوضہ دینے والے کو پوری طرح مطمئن کر دیتا ہے۔'' وہ دانت پیس کر یہ باتیں کر رہا تھا پھر بھی اس کے بھنچے ہوئے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ ''میرا خیال ہے اس کے صلے میں تمہاری گردن بڑے سے بڑے انعام کی مستحق ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے دوست؟''

''میں موت سے خوف زدہ نہیں ہوں۔'' ٹووگ نے سادگی سے جواب دیا۔ عجیب بات ہے اس میں اچانک یہ جرأت پیدا ہوگئی تھی۔

ہوٹمین تھوڑا سا آگے جھک گیا ''لیکن شاید تمہیں مرنا نہ پڑے۔ ہمیں ان لوگوں کے نام جاننے سے زیادہ دلچسپی ہے جنہوں نے تمہاری خدمات حاصل کی ہیں ان چند بدنصیبوں کے نام جو اپنے ملک کی عظمت پر یقین نہیں رکھتے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ان سرپرستوں میں چند اہم شخصیتیں بھی شامل ہیں۔''

''میں اپنی زندگی بچانے کیلئے اپنے سرپرستوں کو دھوکا نہیں دوں گا۔'' ٹووگ نے کہا ''مجھ سے ان کے نام اگلوانے کی کوشش نہ کیجئے۔''

''گویا تم اپنے گاہکوں سے بے وفائی کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن تمہیں ہماری طاقت معلوم ہے۔ ہم شاید تمہیں بولنے پر مجبور کر دیں۔''

''میرے ہونٹ سلے ہوئے ہیں اور سلے ہی رہیں گے۔''

''دیکھو ٹووگ' میں تمہیں ایک پیشکش کرتا ہوں۔ بعض اطلاعات کی روشنی میں مجھے یہ یقین کہ کیپٹن انگر بھی تمہارا ایک گاہک ہے۔ تم صرف اس کے بارے میں اقرار کرلو..... تمہیں رہا کر دیا جائے گا۔''

''نہیں۔'' ٹووگ نے عزم سے جواب دیا۔

''تمہاری ایک ہاں تمہارے لئے زندگی کی ضامن بن سکتی ہے' جلدی کرو بتا دو؟''

''نہیں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔''

''سوچ لو ٹووگ۔ میں کہتا ہوں تم صرف کیپٹن انگر کا نام ظاہر کر دو' تمہاری زندگی بچ جائے گی۔''

''تم پاگل تو نہیں ہوگئے ہو میرے لبوں پر مہر لگی ہے۔'' ٹووگ نے کہا۔

''تو پھر مجھے افسوس ہے میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ ملک سے بے وفائی کے جرم میں تمہیں اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔''

''میں تیار ہوں۔''

دبیز شیشوں کے پیچھے ہوٹمین کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ کھڑا ہوگیا ''میں تمہاری بہادری کو سلام کرتا ہوں مسٹر ٹووگ۔ لیکن بات یہ ہے کہ کیپٹن انگر نے ہمیں بتا دیا ہے کہ وہ تمہارا گاہک ہے۔''

ٹووگ نے اپنی حیرت اور جھنجلاہٹ چھپانے کی کوشش کی۔ اس نے سوچا کہ اب ہوٹمین اسے دوسرے طریقے سے جال میں پھانسنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ''میں کسی کیپٹن انگر کو نہیں جانتا۔''

ہوٹمین نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ مسٹر ٹووگ اپنی بہادری اور اپنے گاہک کی پردہ پوشی پر مبارکباد قبول کرو۔ جیسا کیپٹن انگر نے بتایا تھا تم ویسے ہی ثابت ہوئے۔

ٹووگ نے اس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا اور خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ ہوٹمین نے کہا ''تمہاری یہ خوبی مدنظر رکھتے ہوئے مجھے خوشی ہوگی اگر اس سلسلے میں تم میری بھی کچھ مدد کرو۔''

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

ریاض احمد

ایک اور راستہ

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

آصفہ نے اپنی تعلیم مکمل کرلی تھی اور ساتھ میں ڈریس ڈیزائننگ کا ڈپلومہ بھی حاصل کرلیا تھا۔ اسکے رہن سہن کے انداز ہی بدل گئے تھے' وہ روز والد کو قائل کرنے کی کوشش کرتی۔ وہ دونوں بہن بھائی اعلیٰ تعلیم کے حامل تھے۔ اعجاز کی ملازمت بھی بہت اچھی تھی مگر اس کے باوجود ان کے رشتے نہیں ہورہے تھے۔

ایک لڑکی کی کہانی' تنگ گلیاں اور پُرانا مکان اس کے رشتے کی راہ میں رکاوٹ تھے

آصفہ نے اندرون لاہور شہر کے ایک پرانے گھر میں اپنی آنکھیں کھولیں اور وہیں چھوٹی چھوٹی تنگ اور تاریک گندی گلیوں میں کھیل کود کر بڑی ہوئی تھی۔ اس کے والد اور والدہ دونوں ہی پڑھے لکھے تھے اور انہوں نے ہمیشہ اپنے بچوں کی پسند ناپسند کا خیال رکھا تھا۔ وہ اپنے بچوں کو زندگی کے ہر میدان میں عملی طور پر آگے بڑھتے رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے تاکہ ان کی اولاد تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کر کے ملکی ترقی میں اپنا اہم کردار ادا کرسکے۔

آصفہ سب بہن بھائیوں میں چھوٹی تھی اسکی بڑی بہن نے اپنی پسند کی شادی کرلی تھی۔ وہ روشن خیالی کو بہت اہمیت دیتی تھی۔ آصفہ کا بڑا بھائی اعجاز تعلیمی

مراحل طے کر کے نوکری کے حصول کیلئے مختلف دفاتر کے چکر کاٹ رہا تھا۔ آصفہ بھی کالج میں تعلیم حاصل کر رہی تھی۔

ایک دن کالج میں آصفہ کی چند سہیلیوں نے کہا کہ وہ اس کے گھر آنا چاہتی ہیں۔ آصفہ نے کچھ سوچ کر ان سے کہا کہ آج نہیں اتوار کو چھوٹی کا دن ہے اس دن آپ سب کو میرے گھر پر دوپہر کے کھانے کی دعوت ہے۔ اس دن میں آپ سب کو اندرون شہر میں بسنے والوں کی مشکلات بتاؤں گی۔ اس کے بعد ہم پرانی عمارتوں کی سیر کرنے جائیں گے۔

اتوار کو جب آصفہ کے والد حضوری باغ کے مشاعرے سے فارغ ہو کر واپس گھر آئے تو آصفہ نے مہمانوں کے لئے پھل فروٹ، گوشت، سبزی اور دیگر اشیاء لانے کی درخواست کی تاکہ مہمانوں کے آنے سے قبل ہی دوپہر کا کھانا تیار کر کے رکھا جا سکے۔ آصفہ نے کھانا تیار کر کے جب گھڑی کی طرف دیکھا تو دو بج چکے تھے۔ مگر اس کی سہیلیاں ابھی تک نہیں آئیں تھیں۔

آصفہ کی نگاہیں بار بار گھڑی کی طرف اٹھتی رہیں مگر مہمان تھے کہ آنے کا نام نہ لیتے تھے۔ اب تو چار بج چکے تھے مگر مہمان نہیں آئے تھے۔ آصفہ نے اپنے بھائی کو کہا کہ وہ سامنے جا کر سامنے والی دکان کے مالک سے پوچھ آئے کہ اس نے ہمارے مہمان تو نہیں دیکھے۔ شاید مہمانوں کو ہمارا گھر تلاش کرنے میں دشواری پیش آتی ہو۔

اعجاز دکان دار سے پوچھ کر خود بھی کافی دور تک دیکھ آیا اور جاننے والوں سے مہمانوں کے بارے میں بھی دریافت کر آیا مگر سب کا جواب نفی میں تھا۔ آصفہ نے مایوس ہو کھانا پڑوسیوں میں تقسیم کر دیا۔ اگلے دن جب آصفہ کالج پہنچی تو اس کا موڈ بہت ہی خراب تھا اس نے کسی سے کوئی بات نہ کی اور بڑی خاموشی سے اکیلے ہی ایک درخت کے سائے میں بیٹھی رہی۔ اس کی سہیلیوں نے جب اسکو دور سے دیکھا تو وہ اس کے پاس چلی آئیں مگر آصفہ نے سہیلیوں کے سلام کا جواب دینا بھی گوارہ نہ کیا۔ آصفہ ان سے کوئی بھی بات نہ کرنا چاہتی تھی۔ اسے کل والی بات کا بہت دکھ محسوس ہو رہا تھا۔ ایک سہیلی کے بار بار اصرار پر اس نے کہا ''جب آپ لوگ ہمارے گھر آنا ہی نہیں چاہتی تھیں تو آنے کا وعدہ کیوں کیا؟'' لڑکیوں نے آصفہ کو جواب دیا کہ ہم سب تمہارے گھر کی طرف آئیں تھیں مگر وہاں کا ماحول دیکھ کر ہم پریشان ہو کر واپس لوٹ گئیں تھیں۔ لڑکیوں نے بتایا کہ وہ جب بازار سے گزر کر اس کے گھر کی جانب جانے لگیں تو گلیاں تنگ تھیں اور جگہ جگہ کھلی نالیاں گندے پانی سے بھری پڑی تھیں۔ بدبو سے بُرا حال تھا۔ کئی راستے بدل کر دیکھا مگر سارا ماحول ایک جیسا تھا۔ ایک گھر کا گندا پانی نیچے گر رہا تھا کوئی بھی وہاں سے گزر نہیں سکتا ہمیں یہ سارا ماحول یہ تنگ گلیاں بالکل اچھی نہیں لگیں پھر ہم واپسی کے سوا اور کیا کرتیں۔ آصفہ تم ہی بتاؤ بھلا وہ بھی رہنے کی جگہ ہے؟۔

آصفہ اپنی سہیلیوں کی باتیں سن کر بہت پریشان ہوئی مگر اس کے پاس اس مسئلے کا کوئی حل بھی تو نہ تھا۔ جب لوگ اپنی اپنی ذمہ داریوں سے نابلد اور غافل ہوں گے تو اس کا نتیجہ لازماً یہی نکلے گا۔ اس نے اپنی سہیلیوں کو مرعوب کرنے کیلئے کہا ''یہاں کے گلی کوچے گندے ضرور ہیں مگر یہاں رہنے والوں کے دل بہت صاف ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ سمجھنے والے ان گلی محلوں میں رہتے ہیں۔

ایک دن آصفہ نے اپنے والد سے کہا ''ابو جان کیا ہم اندرون شہر سے باہر کسی دوسری جگہ گھر نہیں لے سکتے جہاں کم از کم نالیوں میں گندا پانی نہ ہو'' والد آصفہ کی بات سن کر پہلے تو مسکرائے پھر جواب دیا کہ آصفہ بیٹی اور ہم سب مل کر آج سے ہی اس بات کا عہد کر لیں کہ ہم اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ گلیوں میں

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

نہیں پھینکیں گے، نالیوں میں کچرا نہیں ڈالیں گے تو ہمارا یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

آصفہ نے والد کی بات سن کر دل میں تہیہ کرلیا کہ وہ صفائی کی اس ذمہ داری کا کام خود سنبھالے گی۔ ہر فرد کو اس ذمہ داری سے آگاہ کرے گی۔ آصفہ کے والد گویا ہوئے آصفہ بیٹی اس گھر سے ہماری بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔ مجھے اب بھی اپنے دادا اور والد کا اس گھر میں ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ وہ آصفہ کا ہاتھ پکڑ کر چھت پر لے گئے اور اپنا رُخ ادھر کیا جہاں سے مینار پاکستان واضح نظر آتا تھا۔ انہوں نے کہا' بیٹی اس مینار کو غور سے دیکھو جو ہمیں اس دن کے عہد لازوال کی یاد دلاتا ہے۔ جب یہاں ہمارے بزرگوں نے کھڑے ہو کر ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اپنی جانوں کی پرواہ کیے بغیر یہ نعرہ لگایا تھا۔ بن کے رہے گا پاکستان اب لے کے رہیں گے پاکستان۔ اگر ہم کسی دوسری جگہ مکان لے کر منتقل ہو جائیں تو کیا ہمیں مینار پاکستان نظر آئے گا۔ اس بات پر آصفہ اور اسکے والد کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

بعد میں جب آصفہ اپنی والدہ کے کمرے میں گئی تو انہوں نے خوش ہو کر آصفہ کو اپنے پاس بٹھایا اور اس کو بتایا کہ شام کو کچھ لوگ اسے دیکھنے آ رہے ہیں وہ اپنی مصروفیات میں سے کچھ وقت نکال کر گھر پر ہی رہے۔

اگلے دن جب وہ لوگ ان کے گھر آئے تو قدیم وقتوں کے تعمیر شدہ اس گھر کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور باتوں باتوں میں انہوں نے یہ بھی پوچھ لیا کہ یہاں وہ گزر بسر کیسے کرتے ہیں؟ یہاں کی گلیاں تو بہت ہی تنگ ہیں اور بڑی بلند عمارتوں اور چھوٹے چھوٹے گھروں تک ہر ایک کی حالت خستہ ہے اور ریت کے ڈھیر جیسی ہے۔

آصفہ کے ابو نے جواب میں کہا کہ جس طرح دوسرے لوگ برسوں سے یہاں رہتے چلے آ رہے ہیں ویسے ہی ہم لوگ بھی یہاں بنا کسی پریشانی سے ہنسی خوشی رہ رہے ہیں۔ وہ لوگ چائے پی کر بغیر کچھ بتائے واپس روانہ ہو گئے۔

وقت گزرتا رہا۔ اس دوران آصفہ کا رشتہ لینے کئی لوگ آئے مگر وہی پرانا گھر وہی تنگ گلیاں آڑے آتی رہیں اور کسی جگہ رشتہ کی بات نہ بن پائی۔ اس دوران آصفہ نے اپنی تعلیم مکمل کرلی تھی اور ساتھ میں ڈریس ڈیزائننگ کا ڈپلومہ بھی حاصل کرلیا تھا۔ اسکے رہن سہن کے انداز ہی بدل گئے تھے۔ اب اس کے خیال میں اندرون شہر کا یہ مکان چھوڑ کر کسی دوسری جگہ منتقل ہونا ضروری ہو گیا تھا وہ روز والد کو قائل کرنے کی کوشش کرتی۔ وہ دونوں بہن بھائی اعلیٰ تعلیم کے حامل تھے۔ اعجاز کی ملازمت بھی بہت اچھی تھی مگر اس کے باوجود ان کے رشتے نہیں ہو رہے تھے۔ اس سب کی وجہ یہ گھر اور جگہ تھی۔

اعجاز نے ان چند سالوں میں اتنی رقم جمع کرلی تھی کہ وہ اپنے لئے کسی بھی کھلی جگہ ایک گھر آسانی سے خرید سکتا تھا۔ اس نے وقفے وقفے سے والد کو سمجھایا کہ میرا نہیں تو آصفہ کے مستقبل کا ہی خیال کریں۔ اس کا رشتہ کرنا ہے اس لئے اس مکان کو فروخت کر کے بڑے گھر میں شفٹ ہو جاتے ہیں مگر والد کے آگے اس کی کوئی بات نہ چل سکی اور ایک دن اعجاز نے اپنے والد سے کہا کہ ابو جان! یہ گھر چھوڑنا اب میری مجبوری بن چکی ہے۔ کیوں کہ ان تنگ اور گندی گلیوں کے اندر میری گاڑی بھی نہیں آتی اور نہ کوئی اچھا رشتہ ملتا ہے۔ اس لئے آج آپ اپنا فیصلہ سنا دیں کہ آپ میرے ساتھ رہیں گے یا اسی پرانے گھر میں؟

والد نے اعجاز نے کہا کہ اس بات کا فیصلہ آصفہ پر چھوڑ دیتے ہیں وہ جو بھی فیصلہ کرے گی مجھے قبول ہو گا۔ آصفہ بھی اس پرانے گھر کو چھوڑ کر کہیں اور جانے کو تیار نہ تھی۔ وہ والد کی بات سن چکی تھی کہ انسان کی پہچان اسکی جائے پیدائش سے ہی قائم رہتی ہے۔ شہر یا

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

چھوڑنے کا فیصلہ کر کے ہی آیا تھا۔ اس نے اس پر عمل کیا اور جاتے وقت آصفہ کو ایک بڑی رقم دے کر گیا تاکہ وہ مشکل حالات کا مقابلہ کر سکے۔ والد نے بیٹے کی جدائی کا غم اور آنسو کسی پر ظاہر نہ کیے۔

ایک دن آصفہ کو اخبار پڑھتے ہوئے ایک اشتہار نظر آیا۔ جس میں ایک مقامی ہوٹل میں گرمیوں کے ملبوسات کے فیشن شو کا لکھا تھا۔ اس نے اشتہار پر دیئے گئے نمبر پر فون کر کے معلومات حاصل کیں۔ یہ فیشن شو سال میں صرف دو مرتبہ ہوتا تھا تاکہ دوسرے ممالک میں ہمارے دونوں موسم کے لباس اسلامی حوالہ سے اپنی ایک الگ پہچان بنا سکیں۔ آصفہ نے اس فیشن شو میں شریک ہو کر اپنے ڈیزائن کیے ہوئے لباس کی نمائش کیلئے اپنا سارا سرمایہ خرچ کر لیا۔ اس نے دن رات محنت کر کے نت نئے انداز میں لباس تیار کیے۔ اس نے اشتہار دینے والی کمپنی کے ڈائریکٹر سے مل کر اپنے ڈیزائن کردہ فیشن کی نمائش کے لئے اپنا نام رجسٹر کروا لیا تھا۔ ساتھ میں پاکستانی لباس بنانے والی ایک کمپنی کے مالک بھی آصفہ کے جدید طرز سے تیار کردہ لباس دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور نمائش میں اس کے لباس پیش کرنے اور مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ آصفہ نے تمام لباس نہایت ہی کم قیمت میں خوبصورت ترین ڈیزائنوں میں بنائے تھے۔ اس بڑی نمائش میں آصفہ کے تیار کردہ ملبوسات ایک یورپی کمپنی کے مالک نے ہاتھوں ہاتھ خرید لئے۔ اس طرح کے مزید لباس تیار کرنے کا آرڈر بھی دیا اور ایڈوانس رقم بھی ادا کر دی۔ اتنی بڑی کامیابی کے بعد آصفہ نے کئی ممالک میں اپنے تیار کردہ لباس نمائش کے لئے پیش کئے اور ہر جگہ سے پذیرائی حاصل کی۔ حاصل کردہ آمدنی سے آصفہ نے اپنے کام کو ترقی دینے کے ساتھ ساتھ اپنے ملک کے دیہاتوں میں جا کر غریب بے روزگار خواتین کو بھی اپنا ہنر منتقل کیا اور ساتھ ساتھ ان کی تعلیم کا مناسب بندوبست بھی کیا۔ آصفہ اکثر کام کے سلسلہ میں ملک سے باہر رہنے لگی تھی۔ اسے دفتر میں کام کرنے کے لئے ایک سیکرٹری کی ضرورت تھی جو اس کی غیر موجودگی میں اس کے دفتری کام سنبھال سکے۔ اس نے اس معاملہ میں اخبار میں اشتہار دے رکھا تھا۔ اگلے دن درجنوں لڑکیاں انٹرویو دینے اس کے دفتر پہنچ گئیں۔ اس نے ایک ایک لڑکی کو بلا کر انٹرویو لیا۔ لڑکیاں جب چلی گئیں تو چپڑاسی نے آصفہ کو بتایا کہ ایک لڑکی ابھی آئی ہے اگر اجازت ہو تو وہ اس کو اندر بھیج دے۔ آصفہ نے لڑکی کو بلایا اور اس سے چند سوالات کئے اور تقریباً اپنے معیار کے قریب سمجھ کر اسے ملازمت پر رکھ لیا۔ اس کا نام ثناء تھا۔

ثناء کے اعلیٰ اخلاق اور کام کے اعلیٰ معیار نے اسے آصفہ کے بہت قریب کر دیا تھا۔ ایک دن آصفہ نے ثناء سے اس کے گھریلو حالات پر تبادلہ کیا۔ ثناء نے بتایا کہ اس کے شوہر اعجاز بنک میں اچھی نوکری پر فائز ہیں۔ گھر میں کسی چیز کی کمی نہ تھی بس اعجاز کو رات ... رات امیر بننے اور بڑا آدمی بننے کا جنون تھا اور بڑا آدمی بننے کے شوق میں انہوں نے رشوت کا پیسہ لے کر بینک قرض سے ایسے افراد کو گاڑیاں دلوائیں جن کی مالی اور ذاتی حالت کچھ نہ تھی۔ روز جوا کھیلنا ان لوگوں کا معمول بن گیا۔ میں نے اس کو رات رات امیر بننے کے جنون سے روکنے کے لئے بار بار سمجھایا پھر جوا، شراب سے بھی منع کیا مگر کسی بات کا ان پر ... ہی نہ ہوتا تھا۔ پھر ایک دن ایسا آیا کہ ان کی نوکری رشوت لینے کے جرم میں جاتی رہی۔ اس سب کے باوجود انہوں نے جوا ترک نہ کیا۔ انہوں نے گھر کی چھوٹی موٹی اشیاء بھی جوئے کی نذر کر دی تھیں۔ بالآخر گھر میں نوبت فوقوں تک آ پہنچی۔ اعجاز نے جن سے قرض لے رکھا تھا وہ لوگ بھی اس کی تاک میں رہتے تھے۔ روز اس کو ڈھونڈتے تھے۔ ہر وقت اس کی کھوج میں رہتے تھے اسی وجہ سے اس نے گھر آنا بھی کم کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔ میں نے والدین کو ہمیشہ اس معاملہ میں بے خبر ہی رکھا تھا۔ پھر میں نے بھی تنگ آ کر اس ذلت آمیز زندگی سے بچنے کیلئے والدین کے گھر کا رخ کیا۔ میری حالت دیکھ کر اور میرا غم سن کر میرے والدین' بہن' بھائی سب حیران رہ گئے۔ میرے والدین نے اعجاز کو ڈھونڈ کر اس کی نوکری کے بندوبست کی کوشش کی۔ معلوم ہوا کہ اعجاز اللہ کے بندوں سے مایوس ہو کر صرف اللہ سے لو لگا کر بیٹھ گیا ہے۔ اب وہ اللہ کے پاک نام کے سوا کسی اور کو نہیں پہچانتا۔ میں یہ سب سن کر اسے ملنے گئی مگر نتیجہ وہ ہی نکلا جو میں سن چکی تھی۔ واپسی پر اخبار لیا' آپ کا اشتہار پڑھا اور نوکری کیلئے حاضر ہوگئی۔ آصفہ کو معلوم ہوگیا کہ ثناء اس کے بھائی اعجاز کی بیوی یعنی اس کی بھابھی ہے۔ اس نے ثناء کو اس رشتہ سے بے خبر ہی رکھا۔

آصفہ اکیلی بیٹھی تھی کہ اس کے دماغ میں وہ ساری یادیں ایک ریل کی طرح چلنا شروع ہوگئیں۔ اس کی سہیلیوں کا اس کے علاقے کو برا بھلا کہنا۔ اندرون شہر کی گندگی' گلیاں' گندے پانی سے بھری نالیاں کوڑا کرکٹ جو کہ اس کے والد اور اس کی ذاتی دلچسپی کی وجہ سے اب صاف ہو چکی تھیں۔ بھائی کا گھر چھوڑ جانا۔ یہ سب کچھ اسے کل کی باتیں لگ رہی تھیں۔ اس نے اپنے والد کی محبت میں دی ہوئی علم کی روشنی وطن کے گلی کوچوں سے محبت اور سب سے بڑی بات مینار پاکستان کا اس کے گھر کی چھت سے نظر آنے کا سبق سب کچھ یاد تھا۔ اس نے اسی محبت کی زندگی کیلئے والد کے ساتھ اس محلہ میں زندگی بسر کرنے کا وعدہ کر رکھا تھا۔ وہ محلہ اب صاف ستھرا تھا۔ کتنی خوشگوار تھی یہ زندگی اور بھائی اعجاز جو بلند خوابوں کی تکمیل کو چل دیا۔ اس کا انجام کیا ہوا یہ سوچ کر وہ رو دی۔

آصفہ نے ہمت نہ ہاری اس نے ایک بہت بڑی نمائش میں اپنے لباس دکھانے لندن جانا تھا۔ وہ اگلے دن لندن روانہ ہوئی۔ وہاں اس کے کام کو دیکھ کر ہر کوئی دیوانہ ہو رہا تھا۔ اسکے تیار کردہ سارے لباس اعلیٰ قیمتوں میں بک چکے تھے اور مزید بڑے آڈر بھی مل چکے تھے۔ مگر آخری لمحات میں ایک کام ایسا ہوگیا جس نے اس کے کام اور اس کی شخصیت کو پورے عالم میں روشناس کرا دیا۔ وہاں کی ملکہ اس نمائش کو دیکھنے آئیں اور جب اس کا تیار کردہ ایک لباس دیکھا تو وہ انہیں اتنا پسند آیا کہ ان سے رہا نہ گیا۔ بہت زیادہ قیمت دے کر انہوں نے خرید لیا۔ جب پہنا تو خوش ہو کر آصفہ کو اعلیٰ ڈیزائنر کا ایوارڈ بھی دیا۔ ٹیلی ویژن کے ذریعے یہ خبر پوری دنیا میں پھیل گئی۔ ثناء بھی یہ خبر دیکھ کر پھولے نہیں سما رہی تھی کہ وہ آصفہ کے ہاں ملازمت کر رہی ہے۔ چند دن بعد جب آصفہ واپس آئی تو ثناء نے اس کو مبارک باد دے کر کہا کہ میں کتنی خوش نصیب ہوں کہ آپ کی ملازمت میں آپ کی سیکرٹری ہوں۔ تو آصفہ نے اس کو گلے لگا کر کہا کہ نہیں آپ میری ملازمہ نہیں آپ میری بھابھی ہو۔ یہ سب کہتے ہوئے وہ رو دی اور روتے روتے سب باتیں ثناء کو بتا دیں۔ یہ ساری باتیں سن کر ثناء کو بہت دکھ ہوا اور وہ بھی رو دی۔ آصفہ نے ثناء کو اپنے سینے سے لگا کر کہا کہ وہ اعجاز بھائی کی ساری یادیں اسے لوٹا دے گی۔ اس کا علاج کروائے گی اور کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کے ساتھ ساتھ اپنے خاندان کی محبت کو بھی اپنا وطیرہ بنا لے اور اس کے ساتھ بھائی اور بھابھی مل کر کاروبار کی دیکھ بھال کر سکیں۔ اور پھر ایسا ہی کیا۔ اب اعجاز' ثناء' آصفہ اور ان کے والد سب مل جل کر زندگی بسر کر رہے ہیں اور ہنسی خوشی دن گزار رہے ہیں۔ آصفہ کا بھی ایک بڑے اعلیٰ خاندان میں رشتہ طے پا گیا ہے۔ سچ ہے کہ علم' محبت' محنت ایک بڑی روشنی ہے۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

(دوسرا اور آخری حصہ)

نواز خان

دوسری منزل

حویلی کے اس کمرے میں یکے بعد دیگرے تین افراد جان کی بازی ہار چکے تھے۔ اس کمرے میں جانے کا تصور ہی محال تھا لیکن تین قتل کی وارداتوں کا سراغ لگانے کے لیے اس کمرے کا راز جاننا ضروری تھا اور انسپکٹر نواز نے یہ راز جاننے کیلئے سر کی بازی لگانے کا فیصلہ کرلیا تھا!

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ہڈیوں تک اُتر جانے والی یخ ہوا شمالاً جنوباً چل رہی تھی۔ درمیانی راتوں کا چاند نہایت خاموشی سے حویلی کے شکستہ درودیوار پر چمک رہا تھا۔ درختوں کے سائے جھوم جھوم کر پختہ صحن میں ناچ رہے تھے۔ میں بے آواز چلتا برآمدے میں پہنچا' واسکٹ کی جیب سے چابی نکالی اور تالے کے سوراخ میں ڈال دی۔ معمولی آواز سے تالا کھل گیا اور وزنی زنجیر میرے ہاتھوں میں جھولنے لگی۔ میں نے بہ آہستگی زنجیر دروازے سے جدا کی اور تالے سمیت فرش پر رکھ دی۔

پنڈتوں نے کالے رنگ کے کئی دھاگے اور ڈورے دروازے سے باندھ رکھے تھے شاید ان کا خیال تھا کہ ان پوتر دھاگوں کی وجہ سے حویلی کا آسیب بالائی منزل تک محدود رہے گا۔ میں نے جیبی چاقو سے ان دھاگوں کو کاٹا اور دروازہ کھول کر زینے پر چڑھنا شروع کیا۔ بے آواز چلتا ہوا میں بالائی منزل پر پہنچا۔ دو عدد گیس لیمپ گہری تاریکی کو دُور کرنے کی ناکام کوشش کررہے تھے۔ میں نے ٹارچ جلا لی اور اس تاریک و طویل راہداری میں آگے بڑھنے لگا جس کے فرش پر سندھی ٹائلوں سے شطرنج کے خانے سے بنے ہوئے تھے اور جس کے آخری سرے پر کتاب خانے کا دروازہ تھا۔ راہداری کے عین وسط میں پہنچ کر میری چھٹی حس نے پکار کر کہا انسپکٹر نواز یہ کیس ان تمام کیسوں سے مختلف ہے جو تم آج تک حل کرتے آئے ہو۔ ان درودیوار میں کوئی ایسی بات ضرور ہے جو تمہاری سمجھ سے باہر ہے.....

میں نے دل کڑا کر کے بہ آہستگی دروازہ کھولا اور کتاب خانے میں داخل ہوگیا۔ اندر گھستے ہی پرانی کتابوں کی مخصوص بُو ناک سے ٹکرائی۔ میری ٹارچ کا روشن دائرہ کتاب خانے کی مختلف اشیاء پر پڑ رہا تھا۔ معمولی کوشش سے میں شمع دان

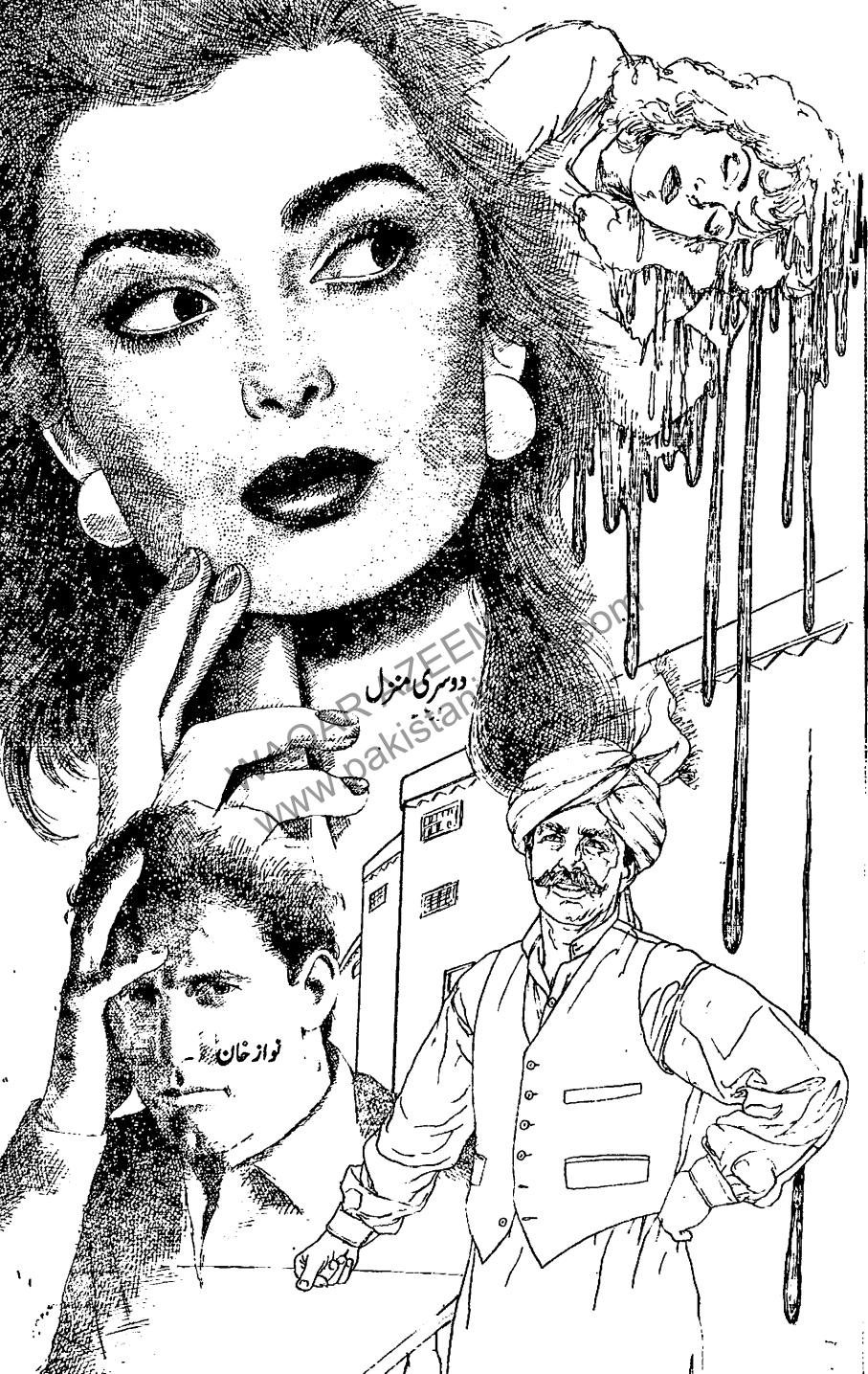
دوسری منزل
نواز خان

ڈھونڈنے میں کامیاب رہا۔ ماچس بھی قریب ہی پڑی تھی۔ میں نے شمع دان کی چاروں موم بتیاں روشن کیں تو کتاب خانے کی تاریکی کافی حد تک دُور ہوگئی۔ چاروں طرف چھت گیر الماریاں پراسرار پرچھائیوں کی طرح کھڑی تھیں۔ سامنے ہی سیاہ شیشم کی وہ میز نظر آرہی تھی جس پر ایک گیس لیمپ موجود تھا۔ وہ کرسی بھی پاس ہی پڑی تھی جس پر چند ماہ پہلے ٹھاکر وشواناتھ کی لاش پائی گئی تھی۔ میں نے گیس لیمپ روشن کردیا اور دروازہ اندر سے بھیڑ کر پلنگ پر نیم دراز ہوگیا۔ دیوار گیر کلاک کی ٹک ٹک کے سوا کمرے میں مکمل خاموشی تھی اور یہ خاموشی اعصاب پر عجیب طرح کا اثر کرتی تھی۔ کوئی نصف گھنٹہ میں اسی طرح بیٹھا رہا پھر اُٹھ کر میز پر چلا گیا اور یونہی ایک کتاب کی ورق گردانی شروع کردی۔ اس شغل کو دس پندرہ منٹ ہوئے تھے کہ میں نے عجیب سی کیفیت محسوس کی بس ایک دم ہی سر چکرانے لگا یوں جیسے گلے میں کوئی چیز پھنس گئی ہے اور دم گھٹ رہا ہے۔ میرے خیال میں یہ ماحول کا اثر تھا' میں فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا اور خالی جگہ میں ٹہلنے لگا۔ بار بار سر جھٹک کر میں نے اپنے حواس برقرار رکھنے کی کوشش کی اور اس میں کسی حد تک کامیاب رہا۔ مجھے یہ اعتراف کرتے ہوئے جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ میرا سارا جسم پسینے میں تر تھا اور دل پر نامعلوم ہیبت طاری تھی۔ تاہم میں نے کمرہ نہیں چھوڑا اور اعصاب پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔ کلاک کی سوئیاں دھیرے دھیرے آگے کھسکتی رہیں نیند کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کبھی بستر پر نیم دراز ہوجاتا اور کبھی اُٹھ کر ٹہلنے لگتا.....

آخر وہ پرہول رات خیریت سے گزر گئی۔ دن کا اُجالا مشرقی کھڑکیوں سے اندر آیا تو آنکھیں نیند سے خود بخود بوجھل ہونے لگیں۔ پلنگ پر لیٹا لیٹا میں سو گیا۔ دوبارہ آنکھ کھلی تو دس بج رہے تھے۔ ٹھاکر دلجیت کمار' اس کا بیٹا جگ جیون' روپ وتی اور دوسرے ملازم میرے گرد گھیرا ڈالے کھڑے تھے۔ مجھے جاگتے دیکھ کر روپ وتی کا چہرہ کھِل اُٹھا' خوبصورت آواز میں بولی:۔

''انسپکٹر صاحب آپ نے تو ہمیں ڈرا ہی دیا تھا آپ کو ایسا خطرناک کام نہیں کرنا چاہئے تھا۔''

میں نے کہا'' کام خطرناک ہوتا تو آپ لوگ مجھے زندہ نہ دیکھتے۔''

ٹھاکر دلجیت نے کہا' ''نواز صاحب آپ کی ہمت کی داد دینا پڑتی ہے۔ بہرحال اب یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ اصل معاملہ کیا ہے' آسیب کا یہ سارا ڈونگ اجے ہی کا رچایا ہوا تھا۔''

میں نے کہا'' ٹھاکر صاحب اتنی جلدی کسی نتیجے پر پہنچنا ٹھیک نہیں' رام رام کریں ابھی صورتحال پوری طرح واضح نہیں ہوئی۔''

اسی روز میں تھانے واپس روانہ ہوگیا۔ سورگ باسی نرگس کا شوہر اور روپ وتی کا نوشاہ بھائی یعنی اجے ابھی تک جوڈیشل ریمانڈ پر جیل میں تھا۔ میں نے اس سے ملاقات کرکے تفصیلی بات چیت کی۔ نرگس سے خفیہ ملاقاتیں' حمل ضائع کرنے والی گولیاں اور پھر ٹھاکر وشواناتھ اور نرگس کا قتل سب کچھ زیر بحث آیا۔ اس طویل گفتگو کی تفصیل آپ کے لئے خشک ثابت ہوگی' مختصراً یہ کہ اجے سے بات چیت کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ کچھ بھی ہے یہ نوجوان ایک خونی قاتل نہیں ہوسکتا۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ٹھیک ہے حالات اس کیخلاف جاتے تھے لیکن یہ ایک اتفاق بھی ہوسکتا تھا۔

تفتیش کے دوران ایسے مواقع آتے ہیں جب تفتیش کرنے والے کو اپنا کام آسان بنانے کے لئے کچھ لوگوں کو شک سے آزاد کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح تفتیش کے ایک دو راستوں کو بند کرکے باقی راستوں پر زیادہ توجہ دی جاسکتی ہے۔ سوچ بچار کے بعد میں نے اجے کو چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا لیکن یہ رہائی بالکل غیر مشروط نہیں تھی میں اس کی نگرانی کرانا چاہتا تھا۔ جب اس کی ضمانت ہوگئی تو میں نے اپنے خاص مخبر بلال شاہ کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ بلال شاہ کی ذمہ داری تھی کہ وہ اجے پر نگاہ رکھے اور معلوم کرے کہ وہ کن لوگوں سے ملتا جلتا ہے۔

اس کام سے فارغ ہوکر میں واپس نیل پور حویلی پہنچ گیا۔ حویلی پہنچتے ہی ٹھاکر دلجیت سے ملاقات ہوگئی۔ وہ بے چینی سے بیرونی پھاٹک پر ٹہل رہا تھا' کہنے لگا۔

''اچھا ہوا نواز خاں تم آگئے ورنہ آج میں تمہارے پاس پہنچ جاتا۔''

میں نے کہا ''کیا بات ہے آپ پریشان ہیں۔'' وہ بولا ''انسپکٹر میری پریشانی کو تم بھی اچھی طرح سمجھتے ہو جیون کی ماتا سخت خوفزدہ ہیں' وہ چاہتی ہیں جتنی جلد ممکن ہو ہم یہ حویلی چھوڑ جائیں۔ نوکروں چاکروں کے چلے جانے کے بعد وہ اور بھی خوفزدہ رہتی ہیں۔''

میں نے کہا ''وہ پرانے زمانے کی عورت ہیں آپ انہیں سمجھائیں بجھائیں کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ کم از کم آپ تو یہ سمجھتے ہیں نا کہ آسیب وغیرہ کا کوئی چکر نہیں۔''

دلجیت بولا ''تمہاری بات ٹھیک ہے انسپکٹر لیکن ہماری بھی مجبوری ہے۔ ہمیں روپ وتی اور اجے کی منگنی کرنی ہے اور یہ تقریب اس حویلی میں عجیب سی لگے گی۔''

میرے لئے یہ انکشاف تھا۔ میں نے پوچھا ''کب ہورہی ہے یہ منگنی؟''

دلجیت بولا ''بس یہی دو تین ہفتوں میں۔''

یہ ٹھاکروں کا نجی معاملہ تھا لہٰذا میں نے کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ ویسے مجھے معلوم تھا کہ روپ وتی دونوں باپ بیٹے کو اچھا نہیں سمجھتی بلکہ اسے یہاں تک شبہ ہے کہ اس کے باپ اور بہن کی موت میں ان دونوں کا ہاتھ ہے پھر وہ منگنی پر راضی کیسے ہوئی؟ میں نے روپ وتی سے ملنا ضروری سمجھا۔

اس سے میری ملاقات اگلے روز علی الصبح ہوئی میری طرح وہ بھی بہت جلد جاگنے کی عادی تھی۔ میں مہمان خانے سے چہل قدمی کے لئے نکلا اور حویلی کے پائیں باغ میں آگیا۔ روپ وتی وہاں پہلے سے ٹہل رہی تھی۔ حویلی کے باقی مکین ابھی گہری نیند سو رہے تھے۔ روپ وتی نے خوش اخلاقی سے نمستے کیا۔ ہم دونوں درختوں کے پاس ایک پتھریلے بنچ پر بیٹھ گئے۔ میں نے روپ وتی کی منگنی کی بات چھیڑ دی' اس کے دلکش چہرے پر الجھن کے آثار نظر آئے آنکھیں پٹ پٹا کر بولی۔

''آپ سے کس نے کہا تھا کہ منگنی ہورہی ہے؟''

میں نے کہا ''آپ کے تایا جان نے۔''

وہ بے قراری سے بولی ''حیرت کی بات ہے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

میرے ساتھ ان کی مختصر سی بات ہوئی تھی اور میں نے صاف کہہ دیا تھا کہ ابھی میں اس سلسلے میں کوئی جواب نہیں دے سکتی۔ ان کے زیادہ اصرار پر میں نے کہا تھا کہ میں خالہ کو خط لکھوں گی جو بھی فیصلہ ہوگا ان کے آنے پر ہوگا۔''

میں نے پوچھا ''آپ کی یہ خالہ کہاں رہتی ہیں؟''

روپ وتی نے جواب دیا ''مدراس میں۔ قریبی رشتے داروں میں اب ان کے سوا میرا اور کوئی نہیں۔''

میں نے موضوع بدل کر کہا ''روپ وتی ذاتی سی بات ہے لیکن آپ سے بڑا ہونے کے ناطے میں پوچھ سکتا ہوں کیا آپ جیون سے بیاہ کرنا چاہتی ہیں؟''

ایک مشرقی لڑکی کی طرح یکا یک روپ وتی کی پلکیں جھک گئیں اور چہرے پر شرم کی ہلکی سی سرخی پھیل گئی لیکن اس سرخی میں چاہت کی آمیزش نہیں انکار کی بے رُخی تھی۔ وہ کچھ دیر یونہی بیٹھی رہی پھر بولی ''نواز صاحب میں فی الحال کچھ کہہ نہیں سکتی میرے پتا جی کی یہ خواہش ضرور تھی مگر انہوں نے کبھی مجھ پر اپنی مرضی نہیں ٹھونسی۔''

میں روپ وتی کا جواب سمجھ گیا۔ میں نے کہا ''دیکھیں روپ وتی زندگی آپ کو گزارنا ہے اور اس کا فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر کریں۔ جب تک میں یہاں موجود ہوں کوئی آپ پر زبردستی نہیں کرسکتا۔''

روپ وتی نے پلکیں اُٹھا کر میری طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں اُمید اور حوصلے کے دیئے روشن ہوگئے۔ میں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''زندگی انسان کو ایک بار ملتی ہے اور اسے کسی چاچے تائے یا ماموں پھوپھا کی نذر نہیں کیا جاسکتا۔ ساری عمر رونے اور سسکنے سے بہتر ہے کہ آدمی ایک ہی بار حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔''

میری باتوں نے روپ وتی کے چہرے پر عجیب سا رنگ لہرا دیا۔ مجھے وہ سہانے سپنے دیکھتی ہوئی کسی قدیم مندر کی سندر دیوداسی لگی۔

کچھ دیر مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد وہ حویلی کی طرف چلی گئی۔ میں بھی اُٹھ کر مہمان خانے کی طرف ہولیا۔ اچانک میری نظر ایک کتاب پر پڑی' یہ کتاب کچھ دُور ایک پتھر پر رکھی تھی۔ غالباً روپ وتی پڑھنے کے لئے لائی تھی۔ مگر میرے ساتھ باتوں میں اُلجھ کر یہیں بھول گئی۔ میں نے یونہی کتاب اُٹھالی' کھول کر دیکھا یہ کوئی انگریزی ناول تھا' محبت کے موضوع پر۔ نام مجھے یاد نہیں رہا۔ ناول کے صفحوں کے درمیان ایک تہہ شدہ سفید کاغذ پڑا تھا۔ اس پر روپ وتی کے ہاتھ کی تحریر تھی۔ میں ہندی کی یہ تحریر پڑھنے لگا اس نے لکھا تھا۔

محبت ایک پھل ہے جو سوچ کی شاخ پر لگتا ہے' ہجر کی دھوپ اور سپنوں کی چاندنی اسے پکاتی ہے اور جب یہ پکتا ہے تو اس کی خوشبو چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔ میرے بدن کا پیڑ بھی اس پھل کے بوجھ سے جھکتا جارہا ہے' آخر ایسا کیوں ہے؟ کیوں اتنی بے قرار رہتی ہوں میں' کیوں خواب بنتی رہتی ہوں۔ کیا وہ بھی میرے دل کی حالت سے آگاہ ہیں' کیا انہوں نے بھی کبھی ہوا سے میرا پتہ پوچھا ہے' کیا انہوں نے بھی کبھی رات کو تاروں کی سرگوشیاں سُنی ہیں؟ میں کچھ نہیں جانتی صرف اتنا معلوم ہے کہ مجھے اپنے بدن سے ان کی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

A Unani Product
Manufactured by:
Aftab Qarshi Dawakhana
Muzamil Town, 20km Multan Road, Chong Lahore
E-mail: aftabqarshi@hotmail.com
URL: www.aftabqarshi.com

مہک آتی ہے۔

اس پیرے کو ایک دفعہ پڑھ کر ہی میں سمجھ گیا کہ روپ وتی کسی کی اُلفت کا شکار ہے اور یہ کوئی ایسی عجیب بات نہیں تھی۔ وہ جوان اور خوبصورت تھی اس کی تعلیم نے اسے شعور دیا تھا وہ اپنا اچھا بُرا سمجھ سکتی تھی۔ میں سوچنے لگا وہ کون شخص ہے جو روپ وتی کے خیالوں میں بستا ہے۔ شاید کالج کے زمانے کا ساتھی یا کوئی دُور کا رشتہ دار' بہرحال وہ کوئی بھی ہوسکتا تھا۔

انہی خیالوں میں مگن میں اپنے کمرے کی طرف چل دیا' اچانک ذہن میں بجلی سی لہرا گئی۔ میرے کانوں میں روپ وتی کے ہونے والے منگیتر جگ جیون کے الفاظ گونجے' بہت ہمدردی ہے آپ کو اپنے نوشاہ بھائی سے۔ یہ الفاظ اس نے روپ وتی سے کہے تھے اس کی خوابگاہ میں' میں نے دروازے سے کان لگا کر یہ سب کچھ سنا تھا۔ اب مجھے ایک ایک بات یاد آرہی تھی۔ بہت ہمدردی ہے آپ کو اپنے نوشاہ بھائی سے۔ جگ جیون کے الفاظ میں چھپا ہوا طنز میں نے اس وقت بھی محسوس کیا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ روپ وتی اپنے بہنوئی سے چاہت رکھتی ہو؟ میں دیر تک اس سوال پر غور کرتا رہا لیکن کسی آخری نتیجے تک نہیں پہنچ سکا۔

دوسرے یا شاید تیسرے روز کی بات ہے' میں مہمان خانے کے کمرے میں بیٹھا اپنے اے ایس آئی کرم چند کا انتظار کررہا تھا۔ اسے میں نے گاؤں کے ایک دو مشتبہ افراد کو لے کر آنے کی ہدایت کی تھی۔ کافی انتظار کے باوجود کرم چند تو نہیں آیا مگر بلال شاہ آگیا۔ اس نے ایک گرم چادر کی بکل اس طرح مار رکھی تھی کہ چہرہ بڑی حد تک چھپ گیا تھا۔ حویلی کے دروازے پر میرا اپنا سنتری تھا ورنہ بلال شاہ اتنی آسانی سے اندر نہ آسکتا' کمرے میں پہنچتے ہی اس نے چادر اتار پھینکی اور چارپائی پر ڈھیر ہوگیا۔

''خان صاحب! ایک گرما گرم چائے تو پلائیں۔'' اس نے ٹانگیں پھیلا کر فرمائش کی۔ اس کے نخرے دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ وہ کوئی اہم خبر لایا ہے۔ بہرحال چائے کے دو بڑے پیالے پی کر اس کی طبیعت میں ذرا سرشاری آئی اور وہ اصل موضوع پر آگیا' اس نے کہا۔

''خان صاحب رات ایک لڑکی اجے سے ملنے آئی تھی میرا خیال ہے وہ اسی حویلی سے گئی تھی اس کا نام روپ وتی ہے۔''

روپ وتی کا نام سُن کر میں چونک گیا۔ میں نے کہا ''پورا واقعہ تفصیل سے بتاؤ۔''

بلال شاہ نے کہا ''اجے کے گھر کے عین سامنے ایک حلوائی کی دکان ہے۔ میں نے اس سے یاری گانٹھی ہوئی ہے۔ کل رات کوئی آٹھ بجے میں وہاں بیٹھا تھا کہ اجے گھر سے نکلا اور خاموشی سے ایک طرف چل دیا۔ میں بھی کچھ فاصلہ رکھ کر اس کے پیچھے ہولیا۔ اجے نے کھیس کی بکل ماری ہوئی تھی اور ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ قصبے کی مختلف گلیوں سے ہوکر وہ کھیتوں میں آگیا اور چوہدریوں کے باغ میں پہنچ گیا۔ میں باہر ہی کھڑا رہا کافی دیر تک جب وہ باہر نہیں نکلا تو دل کڑا کرکے میں نے بھی باغ میں قدم رکھا اچانک مجھے جھاڑیوں سے باتوں کی مدہم آواز آئی۔ احتیاط سے چلتا میں اس جگہ پہنچا تو اجے کو کسی لڑکی سے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

باتیں کرتے پایا۔ چاندنی میں لڑکی کا تھوڑا سا چہرہ نظر آیا وہ خوبصورت تھی اور اس نے زرد رنگ کا پھولدار کرتہ پہن رکھا تھا۔

اجے نے کہا ''روپ وتی آپ کو ایسے نہیں آنا چاہئے تھا۔''

لڑکی بولی ''شاید میں نہ آتی لیکن آپ کو پیغام بھیج چکی تھی اس لئے وعدہ خلافی ٹھیک نہیں سمجھی۔''

اجے نے کہا ''جو بھی کہنا ہے جلدی کہہ لیں یہ نہ ہو میرے لئے کوئی اور مسئلہ کھڑا ہو جائے۔''

روپ وتی نے کہا ''میں جانتی ہوں آپ نردوش ہیں بھگوان قسم اگر ساری دنیا بھی آپ کو دوشی ٹھہرائے تو میرے من کو یقین رہے گا کہ دنیا جھوٹ بول رہی ہے۔ اجے میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں اپنی طرف سے بھی اور اپنی دیدی اور پتا کی طرف سے بھی۔ ہم سب نے مل کر آپ کو بہت دکھ دیئے ہیں' قدم قدم پر آپ کا اپمان کیا ہے۔ مجھے وہ الفاظ نہیں سوجھ رہے جن میں' میں آپ سے معافی مانگ سکوں۔ کاش یہ سب کچھ نہ ہوا ہوتا۔ پتا جی آپ کے اور دیدی کے درمیان دیوار نہ بنتے اور اگر وہ دیوار بنے ہی تھے تو دیدی میں اتنی ہمت ہوتی کہ دلیری سے اپنے پتی کا ساتھ دے سکتیں۔''

اجے نے بجھے بجھے لہجے میں کہا ''روپ پرانی باتوں کے ذکر سے کیا فائدہ؟ ماضی کے بارے تو آدمی اس وقت سوچتا ہے جب حال کے مسائل سے فرصت ہو۔''

روپ وتی نے کہا ''ہاں میں جانتی ہوں کہ تایا دلجیت اور جگ جیون آپ کو تہرے قتل کے مقدمے میں مجرم ثابت کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ میں رات دن آپ کی فکر میں رہتی ہوں لیکن کچھ بھی ہے عورت ہوں کیا کر سکتی ہوں۔ کبھی سوچتی ہوں کہ تایا دلجیت سے نجات حاصل کرنے کے لئے عدالت سے رجوع کروں لیکن اس میں پتا جی کی بدنامی کا خطرہ ہے اور پھر مجھ پر بھی حرف آئے گا کہ پتا کے منہ بولے بھائی اور اپنے سرپرست سے بُرا سلوک کر رہی ہوں۔

اجے نے کہا ''روپ وتی تمہیں بُرا لگے یا اچھا میں صاف صاف کہوں گا کہ ٹھاکر صاحب' نرگس اور سب انسپکٹر کی موت میں تمہارے تایا اور اسکے بیٹے کا ہاتھ ہے۔ تم ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو تو واقعات کا ہر ہر موڑ ان دونوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ ٹھاکر صاحب کے قتل کے بعد دلجیت کمار جائیداد کے بڑے حصے کا مالک تو بن ہی چکا ہے۔ اب وہ تمہاری شادی اپنے بیٹے کے ساتھ کر کے باقی حصہ بھی ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔ اس نے یہ سب کچھ ایک نہایت سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا ہے۔'' روپ وتی کی آواز آئی ''اجے میں پاگل ہو جاؤں گی مجھے کچھ سمجھ نہیں آتی کیا کروں؟ آخر تین انسان قتل ہوئے ہیں کوئی ٹھوس ثبوت تو ملنا چاہئے ان جرائم کا' میں اپنے پیاروں کا خون کس کے ہاتھ پر تلاش کروں' کس کے ہاتھ پر تلاش کروں؟'' وہ سسکنے لگی۔ اجے کچھ دیر اسے تسلی دینے کی کوشش کرتا رہا۔ دس پندرہ منٹ مزید بیٹھ کر روپ وتی درختوں سے نکلی اور چادر میں لپٹی لپٹائی گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔ چند منٹ بعد اجے بھی درختوں سے برآمد ہوا اور ایک دوسرے راستے سے قصبے کی طرف روانہ ہو گیا۔''

اپنی رپورٹ سنا کر بلال شاہ نے داد طلب

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اس نے واقعی اہم کامیابی حاصل کی تھی۔ میں نے اسے چائے کا ایک بڑا پیالہ اور پلایا اور خرچہ پانی دے کر واپس اجے کی طرف روانہ کردیا۔

تاریکی دھیرے دھیرے حویلی کے خاموش درودیوار پر اُتر رہی تھی۔ مہمان خانے کی کھڑکیوں سے میں بالائی منزل کی کھڑکیاں صاف دیکھ سکتا تھا۔ اونچی اونچی محرابی کھڑکیاں جن پر رنگین شیشے جڑے تھے اور اندر کی طرف دبیز پردے پڑے ہوئے تھے' انہی کھڑکیوں کے پیچھے تین انسانوں کو یکے بعد دیگرے موت کے فرشتے نے دبوچا تھا۔ ان پر کیا بیتی؟ یہ صرف وہی بتا سکتے تھے لیکن ان کا بیان لینے کے لئے موت کی وادی کا سفر ضروری تھا اور اس سفر سے واپس کون آیا ہے؟ وہاں کے بیان وہیں رہتے ہیں اور سزا جزا کا عمل بھی اوپر ہی انجام پاتا ہے۔ میرے خیالات کی رو روپ وتی کی طرف مڑ گئی۔ بلال شاہ کی رپورٹ کے بعد یہ بات واضح ہوگئی تھی کہ روپ وتی اجے میں دلچسپی رکھتی ہے۔ گو اجے سے ملاقات میں اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی مگر اس کی جو تحریر میری نظر سے گزری تھی وہ اگر اجے ہی کے لئے تھی تو ساری حقیقت سامنے آجاتی تھی۔ اب یہ بھی ظاہر ہو رہا تھا کہ دلجیت اور اس کا بیٹا جیون اجے کو پھنسانے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں۔ درحقیقت انہیں شبہ ہو چکا تھا کہ روپ وتی دل ہی دل میں اجے سے محبت کرتی ہے اور ہوسکتا ہے آگے چل کر اجے ایک بار پھر ٹھاکروں کا داماد بن جائے۔ اجے کو مشتبہ ٹھہرا کر وہ ایک طرف اسے راستے سے ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے اور دوسری طرف اپنے مبینہ جرائم پر پردہ ڈال رہے تھے۔ میں اسی موضوع پر سوچ رہا تھا جب پائیں باغ میں ایک ہیولا سا گھومتا ہوا نظر آیا۔ لہراتے آنچل سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ روپ وتی ہی ہے۔ اس کا اس وقت یوں گھومنا خلاف معمول تھا۔ میں نے سوچا ہوسکتا ہے وہ مجھ ہی سے کوئی بات کرنا چاہتی ہو۔ ہماری آخری بات چیت ٹھیک اسی جگہ ہوئی تھی۔ سلیپر پہن کر میں کمرے سے باہر نکل آیا اور محتاط انداز سے پائیں باغ کی طرف بڑھا۔ مہمان خانے اور پائیں باغ کے درمیان گارڈینا کی تین فٹ اونچی باڑ حد بندی کا کام دیتی تھی۔ باغ میں داخل ہونے کے لئے باڑ ہی کو جنگلے پر چڑھا کر خوبصورت دروازہ سا بنا دیا گیا تھا۔ میں جب اس دروازے کے پاس پہنچا تو مجھے ٹھٹھک کر ایک بڑے مور پنکھ کی آڑ میں ہونا پڑا۔ ٹھاکر دلجیت کمار سفید پائجامے قمیص میں ملبوس تیز تیز قدم اٹھاتا روپ وتی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''اوہ روپ۔'' اس کی فرمائشی آواز سنائی دی ''اب جانے بھی دو غصہ' جیون بھی بغیر کچھ کھائے ہی سو گیا ہے۔ چلو معاف کردو اسے' اس کی جگہ میں تم سے معافی مانگ لیتا ہوں۔''

روپ وتی کی طرف سے خاموشی رہی۔ ٹھاکر کی آواز دوبارہ آئی ''میں مانتا ہوں کہ اس کی غلطی ہے منگنی کے کارڈ چھپوانے سے پہلے اسے کم از کم مجھ سے مشورہ کرلینا چاہئے تھا۔ خیر اب جو بھی ہوگیا چلو اب اندر چلو اور کھانا کھاؤ' کوئی کام تمہاری مرضی کے بغیر نہیں ہوگا میں وعدہ کرتا ہوں اپنی بیٹی سے۔''

روپ وتی کے سسکنے کی آواز آئی' بہرحال

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

دلجیت کمار اسے بہلا پھسلا کر اندر لے گیا۔

اس کا مطلب تھا معاملہ بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ دلجیت کمار جلد از جلد روپ وتی کو رشتے کے بندھن میں باندھ لینا چاہتا تھا۔ شاید وہ اس معاملے میں روپ وتی پر سختی کرنے سے بھی نہ چوکتا مگر چونکہ میں ابھی حویلی میں موجود تھا۔ لہٰذا وہ سیدھی انگلیوں سے گھی نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک طرح میں اس کے راستے کی رکاوٹ بنا ہوا تھا ورنہ وہ کب کا حویلی بیچ کر یا چھوڑ کر کہیں اور جا چکا ہوتا اور روپ وتی مکمل طور پر اس کے بس میں ہوتی۔

دلجیت کمار اور جگ جیون پر جلد از جلد ہاتھ ڈالنا اب ضروری ہو گیا تھا مگر مسئلہ ٹھوس ثبوت کا تھا۔ ٹھوس ثبوت کے بغیر مکمل کیا گیا چالان عیار ٹھاکر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا اور یہ کوئی ثبوت نہیں تھا کہ ٹھاکر چونکہ بیٹے کی شادی مرحوم کی بیٹی سے کر رہا ہے اس لئے وہ مجرم ہے۔ تینوں بار موقع واردات سے باپ بیٹے کی غیر موجودگی بھی ثابت ہوئی تھی اور سب سے اہم بات یہ کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ بھی کسی خاص طرف اشارہ نہیں کر سکی تھی۔

اگلے روز کی بات ہے مجھے اپنے انگریز ایس پی کی طرف سے ایک اہم پیغام ملا۔ یہ پیغام ایک سب انسپکٹر لایا تھا' سب انسپکٹر نے ایک بند لفافہ مجھے دیتے ہوئے بتایا کہ ایس پی صاحب کو یہ گمنام خط کسی نے نیل پور سے بھیجا ہے۔ میں نے لفافہ کھول کر خط پڑھنا شروع کیا لکھنے والے نے لکھا تھا۔

''محترم و معظم جناب ایس پی صاحب! اپنا نام ظاہر کئے بغیر میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا عملہ جو انسپکٹر نواز خاں اور ساتھیوں پر مشتمل ہے نیل پور میں ایک مہینے سے پکنک منا رہا ہے لیکن کوئی کارکردگی نہیں دکھا سکا۔ اب تو قصبے کے لوگ ان سے تنگ آ گئے ہیں سارا دن خوامخواہ لوگوں کو دھمکاتے رہتے ہیں اور نچلے درجے کے ملازمین عورتوں کے ساتھ چھیڑ خانی سے بھی نہیں چوکتے۔ بھگوان آپ کا بھلا کرے ان لوگوں سے کوئی کام لیجئے یا انہیں واپس بلا لیجئے۔ سارے قصبے میں یہ بات مشہور ہے کہ حویلی میں ہونے والے تینوں قتل ٹھاکر کے داماد اجے نے اپنے اشتہاری دوست گوجر سنگھ کے ہاتھوں کروائے ہیں۔ گوجر سنگھ مفرور ہے اور کئی لوگوں نے اسے علاقے میں دیکھا ہے مگر آپ کے انسپکٹر نواز خاں نے اس کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں اسے غریب دیہاتیوں کو تنگ کرنے کے سوا کوئی کام نہیں.....''

پورا خط پڑھنے کے بعد میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے اسی وقت ایک جوابی خط ایس پی صاحب کے نام لکھا۔

''جناب! میں سمجھ گیا ہوں یہ گمنام خط کس نے لکھا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔ آپ بالکل فکرمند نہ ہوں۔ جہاں تک گوجر سنگھ کا تعلق ہے اس کے متعلق میں نے پوری تحقیق کرائی ہے اور اس حوالے سے ایک دلچسپ اطلاع میرے پاس ہے۔ مسمی اجے کمار کے مخالف اسے گوجر سنگھ کا نام لے کر بدنام کر رہے ہیں لیکن شاید انہیں بھی معلوم نہیں کہ گوجر سنگھ بیچارہ آج سے کوئی نو ماہ پہلے بھینس کی ٹکر لگنے سے ہلاک ہو گیا تھا۔ میں نے پوری چھان بین کرائی ہے یہ واقعہ بیس پچیس کوس دُور ایک گاؤں کا ہے جہاں وہ چمار کے بھیس میں

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

چھپا ہوا تھا۔ ایک روز زیادہ شراب پی کر اس نے بھینس کے بوسے لینے شروع کر دیئے اور اسے میری رانی کہہ کر مخاطب کرنے لگا۔ بھینس نے طیش میں آکر اسے ٹکر رسید کی جو عین اس کے دل پر لگی اور وہ چل بسا۔ میں واپسی پر آپ کو گوجر سنگھ کی پوری رپورٹ دُوں گا۔ اگر ہم یہاں پکنک منا رہے ہیں تو سمجھئے کہ یہ پکنک مجرموں کے سینے پر منائی جا رہی ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد میں اچھی خبر لیکر آؤں گا' تھوڑا سا انتظار فرمایئے۔'' یہ خط لکھ کر میں نے سب انسپکٹر کے حوالے کر دیا اور اسے واپس بھیج دیا۔

دو روز بعد کی بات ہے' شام ہی سے گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ رات نو بجے تک تیز بارش شروع ہوگئی ساتھ یخ بستہ ہوا بھی چل رہی تھی۔ سردی میں زبردست اضافہ ہوگیا۔ میں مہمان خانے کے بڑے کمرے میں عموماً دس ساڑھے دس بجے تک ساتھیوں سے تبادلہ خیال کرتا رہتا تھا مگر اس روز جلدی سونے کے لئے چلا گیا۔

لیمپ بجھا کر لیٹ گیا' آتشدان کی مدھم روشنی میرے چمکدار لحاف پر منعکس ہو رہی تھی۔ کھڑکیوں پر شاہ بلوط کے لمبے سائے جھوم کر ماحول کو اور بھی خوفناک بناتے تھے۔ کبھی کبھی بارش کا زبردست تھپیڑا کھڑکی کے شیشوں پر پڑتا اور یوں لگتا پانی کھڑکی توڑ کر اندر آ جائے گا۔ حویلی میں گاہے گاہے بھونکنے والے کتے بھی آج خاموش تھے۔ میں کچھ دیر موسم کی شدت سے لطف اندوز ہوتا رہا پھر لحاف اور آتشدان کی گرمی نے آہستہ آہستہ نیند کی آغوش میں پہنچا دیا۔

رات کا نجانے کونسا پہر تھا اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے اپنے ہاتھ کی پشت پر کسی گیلے پن کا احساس ہوا تھا۔ آتشدان بجھ چکا تھا اور کمرے میں گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ باہر بارش کا سلسلہ شدت سے جاری تھا۔ میں نے سرہانے پڑے لیمپ کو روشن کیا اور بُری طرح چونک گیا۔ میرے چمکدار لحاف کے اوپر خون کا ایک دھبہ نظر آ رہا تھا۔ یہ دھبہ سگریٹ کی ڈبیا کے برابر تھا اور بالکل تازہ تھا۔ تب میری نگاہ اپنے ہاتھ پر پڑی اور وہاں بھی خون نظر آیا۔ پہلے تو میں یہی سمجھا کہ شاید سوتے میں' میں نے کسی چیز سے ہاتھ زخمی کرلیا ہے اور لحاف پر اسی زخم سے دھبہ لگا ہے مگر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ہاتھ پر کوئی زخم نہیں ...... کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ میں نے اُٹھ کر شمع دان بھی روشن کرلیا اور اچھی طرح کمرے کا جائزہ لیا۔ کچھ پتہ نہیں چلا' آخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ لحاف پر یہ دھبہ پہلے سے موجود تھا شاید بلی کی دست درازی کا شکار کوئی چوہا لحاف پر گرا تھا اور یہ دھبہ چھوڑ گیا تھا۔ فضول واہموں کو ذہن سے نکال کر میں نے لیمپ اور شمع دان بجھائے اور دوبارہ لحاف میں گھس گیا۔ کچھ دیر بعد پھر نیند نے آ دبوچا۔ اس دفعہ آنکھ بجلی کے خوفناک کڑاکے سے کھلی تھی۔ شاید نزدیک ہی کسی پیڑ یا ٹیلے پر بجلی گری تھی۔ میں نے وقت دیکھنے کے لئے گھڑی کا ریڈیم ڈائل آنکھوں کے سامنے کیا تو کسی سیال کا قطرہ میری کلائی سے پھسل کر گردن پر گرا۔ دفعتاً مجھے کمرے میں کسی عجیب سی بُو کا احساس ہوا۔ میں نے جلدی سے لیمپ قریب کر کے اس کی لو اونچی کی' لیمپ کی شفاف چمنی نے سارا کمرہ روشن کر دیا اور اس وقت میرے جسم میں سر سے پاؤں تک سنسنی کی ایک لہر

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

دوڑ گئی۔ لحاف پر خون کے پہلے دھبے کے ساتھ اور بھی بہت سے دھبے موجود تھے۔ اور اب یہ دھبے صرف لحاف پر ہی نہیں تھے کمرے کی ہر شے پر تازہ تازہ سرخ خون نظر آ رہا تھا۔ چند لمحے کے لئے مجھے اپنی بیداری کا یقین نہیں آیا' میں جلدی سے لحاف پھینک کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ میری نظر فوراً چھت کی طرف گئی اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ لکڑی کی چھت سے مسلسل خون کی بوندیں گر رہی تھیں۔ تختوں کے درمیان موجود درزوں سے خون کی بوندیں بروزے کی طرح رس رہی تھیں۔ میرے دل نے پکار کر کہا حویلی کی دوسری منزل پر کوئی خون ہو گیا ہے..... مگر اس سے پہلے کہ میں اپنے حواس بحال کر کے کوئی قدم اٹھاتا ایک اور سنگین واقعہ رونما ہوا۔ اچانک سامنے کی کھڑکی پر ایک انسانی سایہ لہرایا اور ایک جلتی ہوئی مشعل شیشہ توڑ کر اندر آ گری۔ یہ مشعل میز پر گری اور اس کی چکنی سطح سے پھسل کر بستر پر آ رہی۔ بستر کی مہین ریشمی چادر اور تکیے نے پلک جھپکتے میں آگ پکڑ لی اور یکا یک میرا پورا بستر جلنے لگا۔

میری جگہ کوئی بھی ہوتا چند لمحوں کے لئے ضرور سکتے میں رہ جاتا' میرے ساتھ بھی یہی ہوا مگر میں نے حتیٰ الامکان تیزی سے خود کو سنبھالا اور لپک کر کھڑکی کے ٹوٹے شیشے تک آیا۔ میری نظر مہمان خانے کے برآمدے کی طرف گئی' ایک سایہ گملوں کو پھلانگتا تیزی سے پائیں باغ کی طرف لپک رہا تھا میں نے ہولسٹر سے ریوالور کھینچا اور دروازہ کھول کر ننگے پاؤں سائے کے پیچھے بھاگا۔ بارش موسلا دھار اور سردی بلا کی تھی مگر اس وقت ان چیزوں کا خیال کسے تھا میری نگاہ سائے پر جمی ہوئی تھی اور قدم اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ میں جان پر کھیل کر بھی اس تک پہنچنا چاہتا تھا۔ میرا ارادہ دیکھ کر تمام خدشے اور وسوسے خود بخود پسپا ہو گئے تھے۔ سائے نے گارڈینا کی تین فٹ اونچی باڑ پھلانگی اور باغ میں داخل ہو گیا۔ اب اسے بھی علم ہو چکا تھا کہ اس کا تعاقب ہو رہا ہے کسی چھلاوے کی طرح وہ پائیں باغ کے بغلی دروازے سے نکلا اور بیرونی پھاٹک کی طرف بھاگا' میں نے اپنی پوری قوت سمیٹ کر درمیانی فاصلہ کم کرنے کی کوشش کی اور اس سے دس پندرہ گز کی دُوری پر پہنچ گیا۔ ''رُک جاؤ'' میں پکارا پھر اس کی ٹانگوں کا نشانہ لے کر فائر کیا مگر بارش میں بھیگنے سے پستول میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ اس دوران سائے نے اچھل کر ایک چھوٹی سی حد بندی پار کی اور اس کی جیب سے کوئی دھات کی بنی ہوئی شے نکل کر فرش پر گری۔ وہ سیدھا بھاگتا چلا گیا اور تاریکی میں گم ہو گیا۔ پھاٹک پر موجود سنتری بھی جو شاید اونگھ رہا تھا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے فرض شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے پہلے مجھے ہی رائفل کی زد پر لے لیا پھر جب قریب پہنچ کر میں نے ایک جھاڑ پلائی تو وہ حواس میں آیا' اگر وہ چوکنا ہوتا تو مجرم اتنی آسانی سے فرار نہ ہو سکتا۔

دوسری طرف میرے کمرے کی جانب سے شعلے بلند ہو رہے تھے میرا عملہ جو ساتھ والے کمرے میں سو رہا تھا ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا تھا اور اب وہ سب آگ بجھانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ بارش کی تیز بوچھاڑیں بھی ان کی مدد کر رہی تھیں اتنے میں حویلی کے اکا دکا ملازم بھی بھاگتے ہوئے پہنچ گئے۔ پھیلنے سے پہلے ہی آگ پر قابو

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

پالیا گیا تھا۔ تاہم میرا تین چوتھائی بستر اور دو کھڑکیوں کے پردے جل کر راکھ ہوگئے۔ تھوڑی ہی دیر میں ٹھاکر دلجیت اور روپ وتی وغیرہ بھی ہانپتے کانپتے پہنچ گئے۔ میں نے ٹھاکر دلجیت کے کئی ایک سوالوں کے جواب میں کہا ''میں آپ کو سب کچھ تفصیل سے بتاؤں گا فی الحال بالائی منزل پر چلئے میرا خیال ہے کوئی درگھٹنا ہوگئی ہے۔'' روپ وتی اور دلجیت کے چہرے خوف کی آماجگاہ بن گئے۔ وہ میرے چہرے اور کپڑوں پر خون کے دھبے دیکھ چکے تھے۔ فوراً ٹارچیں منگوائی گئیں، دھڑکتے دل اور محتاط قدموں سے ہم زینے طے کرنے لگے۔ میں سب سے آگے تھا پیچھے میرے عملے کے چھ مسلح جوان تھے۔ عقب میں ٹھاکر دلجیت، روپ وتی اور دو ملازم تھے۔ آخر میں پھر دو مسلح کانسٹیبل تھے۔ مقفل کتاب خانے کے سامنے سے گزر کر ہم مشرقی حصے میں آئے اور آخر ایک بڑے دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ یہی وہ کمرہ تھا جو میرے کمرے کے عین اوپر واقع تھا۔ دلجیت کمار نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ جیب سے ایک چابی نکالی اور کمرے کا قفل کھول دیا۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازے کو دھکیلا اور میری ٹارچ کی روشنی کمرے پر پڑی۔ اندر کا منظر عجیب وغریب تھا روپ وتی کے ہونٹوں سے ''اوہ مائی گاڈ'' کے الفاظ نکل گئے۔ دلجیت کمار بھی ہرے رام ہرے رام کی گردان کرنے لگا۔ فرش پر ایک موٹی تازی بالکل سیاہ بکری کی لاش پڑی تھی۔ بکری کے چاروں پاؤں میں گھنگھرو تھے۔ اور یہ گھنگھرو ویسے ہی تھے جیسے طوائفیں پہنتی ہیں۔ بکری کا سر غائب تھا اور گردن سے گاڑھا خون بہہ کر پورے کمرے میں پھیل گیا تھا۔ دلجیت کمار کا ایک ملازم اتنا خوفزدہ ہوا کہ چیخیں مارتا ہوا نیچے گر گیا اسے مرگی کا دورہ پڑ گیا۔

اگلی رات کا ذکر ہے میری دستی گھڑی نے رات کے گیارہ بجائے تو میں نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے بستر سے اُٹھا اور جیون سے دو دو ہاتھ کرنے چل دیا۔ درحقیقت مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ رات کا سارا ڈرامہ جیون ہی کا کھیلا ہوا ہے۔ وہ خود کو بہت زیادہ چالاک اور دوسروں کو نرا گدھا سمجھتا تھا مگر قدرت نے خود اس کیخلاف ایک ثبوت فراہم کردیا تھا۔ کل رات بھاگتے ہوئے اس کی جیب سے کوئی چیز گری تھی، یہ دراصل ایک چابی تھی۔ میں نے رات پچھلے پہر جا کر یہ چابی ڈھونڈ لی۔ بہت دیر تک میں سوچتا رہا کہ یہ چابی کس تالے کی ہوسکتی ہے۔ اچانک مجھے جیون کی پھٹپھٹی یاد آئی۔ میرے دل نے کہا کہ ہو نہ ہو یہ چابی اسی کی ہے۔ پھٹپھٹی گیراج میں کھڑی تھی میں نے جا کر چابی لگائی تو لگ گئی۔ یہ جگ جیون کیخلاف ایک ناقابل تردید ثبوت تھا۔ اب یہ بات بھی ثابت ہوگئی تھی کہ انگریز ایس پی کو لکھا جانے والا گمنام خط جیون ہی کا لکھا ہوا تھا۔ درحقیقت دونوں باپ بیٹا مجھے ہر صورت حویلی سے نکالنا چاہتے تھے۔ لیکن کیوں؟ اس سوال کا جواب ڈھونڈنے میں جگ جیون کے پاس جارہا تھا۔ مجھ پر بہت سنگین موڈ طاری تھا اور میرا ارادہ تھا کہ آج جگ جیون سے کچھ پوچھ کر ہی رہوں گا یا اس کی ہڈی پسلی ایک کردوں گا۔

اپنے منتخب راستے پر نہایت احتیاط سے چلتا میں جگ جیون کے کمرے میں پہنچا تو وہاں کوئی پہلے سے موجود تھا۔ اندر موجود دونوں افراد میں جو

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

سیارہ ڈائجسٹ کی ایک اور عظیم پیشکش

ازواجِ مطہراتؓ

شائع ہوگیا ہے

- کائنات کی مقدس، مطہر اور پاک ہستیاں۔
- پیغمبرِ آخر الزماںؐ کے حرمِ رُشد و ہدایت کی روشنیاں۔
- اسلام کے نام لیواؤں کی مائیں۔
- وہ جنہوں نے اللہ کے رسولؐ کو اُس آنکھ سے دیکھا جس آنکھ سے دیکھنا کسی اور کے نصیب میں نہ تھا۔
- جنہوں نے نبی کریمؐ کے خلوت و جلوت کے نوری نظارے دیکھے

وہ حقائق و روایات جو آج تک کسی ایک جگہ اکٹھے نہ کیے جا سکے

سیارہ ڈائجسٹ: 240 مین مارکیٹ ریواز گارڈن لاہور۔ فون: 245412

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

گفتگو ہو رہی تھی، وہ میرے لئے نہایت اہم اور دھماکہ خیز تھی۔ اس گفتگو کے بارے میں آپ کو آخر میں بتاؤں گا بس یہ سمجھ لیجئے کہ یہ گفتگو سُن کر میرا شک یقین میں بدل گیا۔

حویلی میں ہونے والی قتل کی وارداتوں میں ٹھاکر دلجیت اور اس کے بیٹے کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ جی ہاں اس معاملے میں وہ دونوں بے قصور تھے۔ مجرم کوئی اور تھا۔ اور جو کوئی بھی تھا اس کتاب خانے میں موجود تھا۔ وہ پہلی واردات سے لے کر اب تک اس کتاب خانے میں موجود رہا تھا اور شاید برسوں سے اس کتاب خانے میں تھا۔ اپنی زندگی کا اہم چیلنج میرے سامنے تھا۔

سیاہ بکری کی لاش اور چھت سے خون ٹپکنے والے واقعہ کا حویلی میں زبردست ردعمل ہوا۔ پنڈتوں نے کہا کہ حویلی میں راکھشس آتمانے اپنے پاؤں پوری طرح جما لئے ہیں اور اب یہاں رہنا سخت خطرناک ہے۔ جو چند نوکر حویلی میں تھے وہ اسی صبح اپنی تنخواہیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ٹھاکر کی بیوی نے بھی آسمان سر پر اُٹھا رکھا تھا۔ وہ اب کسی صورت یہاں نہیں رہنا چاہتی تھی۔ دوپہر تک ٹھاکر نے بھی اپنا بوریہ بستر باندھ لیا۔ میرے بہت کہنے کے باوجود ان لوگوں نے حویلی چھوڑ دی اور قصبے کے وسط میں واقع ایک دوسرے گھر میں منتقل ہوگئے۔ ظاہر تھا روپ وتی بھی ان کے ساتھ تھی۔ اب اپنے پولیس دستے کے ساتھ میں اس وسیع وعریض عمارت میں تنہا تھا۔ ٹھاکر دلجیت نے نچلی منزل پر حویلی کے تمام کمرے تالے لگا کر بند کردیئے تھے صرف ہمارے استعمال کے لئے مہمان خانے کے تین کمرے کھلے رہنے دیئے گئے تھے۔

اس روز سہ پہر کے وقت میں روپ وتی سے ملنے ان کے نئے گھر پہنچا۔ اس سے پہلے بھی کئی دفعہ پوچھ گچھ کے لئے میں روپ وتی سے مل چکا تھا لہٰذا ٹھاکر کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ مجھے روپ دیوی سے کچھ اہم سوال پوچھنے ہیں۔ وہ مجھے مکان کی بیٹھک میں بٹھا کر اندر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد روپ وتی نمستے کہتی ہوئی اندر آ گئی۔ پریشان کن حالات نے اس کا پھول سا چہرا کملا کر رکھ دیا تھا۔ اس نے اندر آتے ہی رات پیش آنے والے واقعے کا ذکر چھیڑ دیا۔ وہ تعلیم یافتہ اور روشن خیال تھی میری طرح اس کے لئے بھی یہ یقین کرنا مشکل تھا کہ رات کے واقعات میں کوئی حقیقت ہے۔ وہ اسے سراسر ڈرامہ سمجھ رہی تھی۔ اس کی باتوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اس سلسلے میں اپنے تایا دلجیت اور اس کے بیٹے کو قصووار سمجھتی ہے شاید اسے اس بات کی حیرانی بھی تھی کہ میں نے ابھی تک ان دونوں کو گرفتار کیوں نہیں کیا۔ روپ وتی نے کھلے الفاظ میں کچھ نہیں کہا لیکن میں اس کا مافی الضمیر سمجھ رہا تھا ایک عام شخص کی طرح اسے بھی شبہ ہو رہا تھا کہ حویلی میں ہونے والی تمام پراسرار وارداتوں کا ذمہ دار وہی شخص ہے جس نے کل رات کا ناٹک رچایا ہے۔

میں نے کہا "مس روپ وتی میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں مگر مسئلہ یہ ہے کہ میں ذرا مختلف قسم کا انسپکٹر ہوں۔ میں مجرم پر ہاتھ ڈالنے میں کوئی جلدی نہیں کرتا۔ اس وقت میرے لئے بہت آسان ہے کہ ٹھاکر دلجیت اور جگ جیون کو پکڑ کر لے جاؤں، لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔"

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

روپ وتی کے دل کی بات زبان پر آ گئی ''لیکن کیوں؟..... آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟''

میں نے کہا ''روپ وتی بہت جلد سب کچھ آپ کے سامنے آ جائے گا' فی الحال میں آپ سے ایک ضروری بات کہنے آیا تھا۔''

''جی کہئے میں سُن رہی ہوں۔''

میں نے کہا ''مِس روپ وتی مجھے آپ کے ذاتی معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں' پھر بھی آپ کا خیر خواہ ہونے کے ناطے میں آپ کو ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔''

روپ وتی پوری توجہ سے میری بات سُن رہی تھی۔ میں نے آواز دھیمی کر کے ڈرامائی لہجے میں کہا ''دیکھئے! میں جانتا ہوں کہ آپ اجے کمار سے محبت کرتی ہیں' لیکن آپ نے زمانے کے خوف سے اپنی محبت کا گلا گھونٹ رکھا ہے۔ درحقیقت آپ خود کو فریب دینے کی کوشش کر رہی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ پورے حوصلے اور اعتماد سے سچائی کا سامنا کریں۔ اگر مرحومہ بہن کے شوہر سے شادی کی خواہش رکھنا کوئی معیوب بات ہوتی تو میں آپ کو ہرگز ہرگز یہ مشورہ نہ دیتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا راستہ انس' ہمدردی اور غم خواری کا ہے اور آپ کی سوچ ایک سچی عورت کی سوچ ہے۔ اپنے فیصلے پر پچھتایئے نہیں فخر کیجئے' اس پر مضبوطی سے قائم رہئے اور ہر مخالفت کا ڈٹ کر مقابلہ کیجئے۔''

روپ وتی جھکی پلکوں سے میری باتیں سُن رہی تھی' اس کے چہرے کی باحیا سرخی اقرار کر رہی تھی کہ میں درست کہہ رہا ہوں اور وہ میری بہت سی باتوں سے اتفاق رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے چہرے پر ایک حیرانی بھی تھی..... شاید اپنا راز کھلنے کی حیرانی۔

اچانک وہ چونک گئی' اس کی ذہین اور معاملہ فہم آنکھوں میں ایک سوال تھا پھر یہ سوال اس کے لبوں پر آ گیا ''انسپکٹر صاحب آپ ایسے باتیں کر رہے ہیں جیسے کہیں جا رہے ہوں۔''

میں نے کہا ''فی الحال تو کوئی ارادہ نہیں اگر بن گیا تو کچھ کہہ نہیں سکتا۔''

روپ وتی نے لرز کر کہا ''انسپکٹر صاحب میں آپ کو کوئی خطرناک کام نہیں کرنے دُوں گی۔ کہیں آپ پھر اس منحوس کمرے میں تو رات گزارنا نہیں چاہتے؟'' میں حیران ہوا کہ روپ وتی اپنی ذہانت سے کتنی جلدی معاملے کی تہہ تک پہنچ گئی ہے۔ میں نے فوراً خود پر نہایت سنجیدہ موڈ طاری کر لیا اور کہا ''نہیں روپ وتی ایسی کوئی بات نہیں آپ بالکل بے فکر رہیں۔''

اس دوران دلجیت کمار ایک ملازم کے ساتھ چائے لے کر اندر آ گیا۔ میں نے شکر کیا کہ روپ وتی کی کھوجی نگاہوں سے نجات ملی ہے۔ دس پندرہ منٹ اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد میں حویلی واپس آ گیا۔

اس وقت رات کے ٹھیک دس بجے تھے جب میں نے اپنے ساتھیوں کو ضروری ہدایات دیں اور ٹارچ' ریوالور اور کمبل لے کر دوسری منزل کا رُخ کیا۔ چابی سے قفل کھولنے اور پنڈتوں کے دھاگے وغیرہ توڑنے کے بعد میں نے دروازہ کھولا۔ اور ٹارچ کی روشنی میں زینے چڑھتا اوپر آ گیا۔ آج راہداریوں کے گیس لیمپ بھی روشن نہیں تھے لہٰذا تاریکی کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔ گملوں میں لگے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ہوئے پودوں اور بیلوں کے زرد پتے خنک ہوا کے ساتھ ڈبی دار فرش پر پُراسرار وسوسوں کی طرح رینگتے پھرتے تھے۔ میں طویل راہداری سے ہوکر کتاب خانے کے دروازے پر پہنچا اور قفل کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ پہلے شمع دان جلایا پھر گیس لیمپ روشن کیا اور ریوالور ہولسٹر سے نکال کر میز پر رکھ دیا۔ پرانی کتابوں کی بھیدوں بھری خوشبو دامن میں ان گنت کہانیاں سمیٹے کمرے میں چکراتی پھرتی تھی۔ مشرقی کھڑکی کے دھندلے شیشوں پر ایک پیڑ کا سایہ دھیرے دھیرے لرز رہا تھا۔ میں کچھ دیر کمرے میں ٹہلتا رہا پھر میز پر آ گیا۔ سب کچھ پچھلی دفعہ کی طرح تھا۔ میز سے ڈھائی فٹ کی بلندی پر دیوار میں نصب گیس لیمپ مدہم آواز کے ساتھ جل رہا تھا۔ میز پر ایک بہت پرانا قلمدان رکھا تھا۔ ایک ہاتھی کی شکل کا پیپر ویٹ تھا اور ایک موٹی سی کتاب۔ میں نے کتاب اُٹھالی اور ورق گردانی کرنے لگا۔ بہت پرانی کتاب تھی اور اس کے موضوع سے اندازہ ہوتا تھا کہ مرحوم ٹھاکر دشوانا تھ کو واقعی حکمت اور ویدوں کے علم سے بہت دلچسپی تھی۔ اس کتاب میں بہت سی عام اور خاص بیماریوں کے قدیم علاج درج تھے۔ یہ کتاب کوئی اڑھائی سو برس پہلے اتر پردیش کے ایک مہمان وید (طبیب) نے لکھی تھی۔ کتاب میں مختلف کہانیاں بھی تھیں۔ یہ کہانیاں دراصل وہ خطوط تھے جو وید کو اپنے مختلف مریضوں کی طرف سے ملتے تھے اور جن میں بیماری کی علامات، اسباب اور مریض کے اپنے حالات درج ہوتے تھے۔ کتاب کا آغاز ہی ایک نوجوان رانی کی کہانی سے ہوتا تھا جو اپنے راجہ کی چالیسویں رانی تھی اور اسے نیند میں چلنے کی عادت پڑ گئی تھی۔ کبھی کبھی اسے خواب میں ایک ایسا مرد ملنے آتا تھا جس کے جسم سے گھوڑے کی بُو آتی تھی۔ معلوم نہیں کیا، کیا جھوٹ سچ بھرا ہوا تھا اس کتاب میں......

میز پر بیٹھے ہوئے مجھے کوئی ایک گھنٹہ گزرا تھا جب اچانک ...... پھر میرا سر چکرانے اور سینہ دھڑکنے لگا۔ میں نے چند گہری سانسیں لیں لیکن اپنی جگہ سے اُٹھا نہیں اور خود کو کتاب میں مصروف رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ اسی حالت میں کوئی آدھ گھنٹہ اور گزر گیا۔ دفعتاً مجھے ایسا لگا کہ کسی نے دونوں ہاتھوں سے گلا دبا دیا ہے اور سینے کے اندر کوئی گھونسے مار رہا ہے۔ اب یہ سب کچھ نہایت واضح اور قابل محسوس تھا۔ اگر یہ میرا وہم تھا تو پھر موت بھی وہم ہی رہی ہوگی۔ ایک جھٹکے کے ساتھ میں اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا۔ کتاب خانہ مجھے اپنی نگاہوں میں گھومتا ہوا محسوس ہوا۔ ٹانگیں جیسے بے چین ہوئی جا رہی تھیں۔ میرے تصور میں سب انسپکٹر گابھا سنگھ کی لاش گھوم گئی۔ شاید وہ بھی اسی حالت کا شکار ہوکر دروازے کی طرف بھاگا تھا اور دروازہ کھولنے سے پہلے ہی گر کر ہلاک ہوگیا تھا۔ تو کیا میرے ساتھ بھی یہی کچھ ہونے والا ہے؟ یکا یک مجھے بڑے زور کا چکر آیا گیس لیمپ اور شمع دان کی مدہم روشنی گھومتی ہوئی محسوس ہوئی، شاید میں بے ہوش ہونے والا تھا۔ پوری قوت ارادی جمع کر کے میں نے ہاتھ میز پر رکھے ریوالور کی طرف بڑھایا اور سر میز پر ٹکا کر دو فائر چھت کی طرف کردیئے۔ دوسرے دھماکے کی آواز میرے کانوں میں کہیں دُور سے آئی تھی۔ مجھے محسوس ہوا کہ ریوالور والا ہاتھ منوں وزنی ہوکر میز کی سطح سے

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

ٹکرایا ہے اس کے بعد کچھ ہوش نہ رہا۔

دوبارہ ہوش آیا تو میں قصبے کے چودھری شوبھا سنگھ کی حویلی میں تھا۔ دو ہندو سادھو' ایک مسلمان طبیب اور ایک وید میری چارپائی کے گرد جمع تھے۔ دلجیت کمار اور جیون بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ ہر چہرے پر خوف منجمد ہو کر رہ گیا تھا۔ کسی ساتھ والے کمرے میں پنڈت حضرات بیٹھے زور زور سے منتر پڑھ رہے تھے۔ میرے سرہانے ایک مولوی صاحب خاموشی سے پنج سورہ کی تلاوت میں مصروف تھے۔ میری ناک کے نتھنوں میں روئی تھی جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ میری نکسیر پھوٹتی رہی ہے۔ کچھ خون آلود روئی نیچے فرش پر بھی پڑی تھی۔ قریب ہی ایک ٹوکری میں اوپلوں کی راکھ پڑی تھی غالباً میں نیم بے ہوشی میں قے کر رہا تھا۔

میرے ہوش میں آتے ہی میرا سب انسپکٹر رام چند پاس آیا اور جھک کر بولا ''بھگوان کا کرم ہے آپ ہوش میں آ گئے۔ آٹھ پہر ہو گئے ہم سب کو دعائیں کرتے ہوئے۔'' یہ جان کر میں حیران ہوا کہ اس واقعہ کو آٹھ پہر گزر چکے ہیں۔ میرے پوچھنے پر سب انسپکٹر نے بتایا کہ میری ہدایات کے مطابق وہ جاگ رہے تھے اس لئے رات بارہ بجے کے قریب جونہی دو فائر ہوئے وہ بھاگتے ہوئے اوپر پہنچ گئے۔ کمرے کا دروازہ اندر سے کھلا تھا اور میں کرسی پر بے سدھ پڑا تھا۔ مجھے وہاں سے اُٹھا کر شوبھا سنگھ کی حویلی میں لایا گیا۔ ایک روز پہلے کی طوفانی بارش سے راستے خراب تھے اس لئے شہر لے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا ویسے بھی میری حالت سفر کے قابل نہیں تھی لہٰذا وہیں پر آٹھ پہر دیسی طریقے سے میرا علاج ہوتا رہا۔

کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد مجھ پر دوبارہ غنودگی غالب آ گئی۔ پھر میں اگلے روز دوپہر کے وقت اُٹھا۔ کھڑکیوں میں چمکیلی دھوپ پھیلی ہوئی تھی' طبیعت اب قدرے بہتر محسوس ہوتی تھی۔ میں نے دیکھا روپ وتی ایک ادھیڑ عمر ملازمہ کے ساتھ دروازے کے پاس کھڑی ہے۔ شاید مجھے دیکھنے آئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک خاموش شکوہ تھا جیسے کہہ رہی ہو' دیکھا وہی کیا نا جس سے روک رہی تھی۔ کتنے ہزار روپے تنخواہ ملتی ہے تمہیں جس کی خاطر خوامخواہ زندگی داؤ پر لگا رہے ہو' جاؤ چلے جاؤ واپس' اس حویلی کے اندھیرے کا رزق بننے سے پہلے چلے جاؤ۔

اتنے میں اے ایس آئی رام چند' چودھری شوبھا سنگھ اور ایک نئے کانسٹیبل کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ نئے کانسٹیبل نے ایک رقعہ میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ میں نے رقعہ کھول کر دیکھا یہ ڈی ایس پی صاحب کی طرف سے تھا' انہوں نے لکھا تھا۔

انسپکٹر نواز خان! ابھی نیل پور سے تمہارا ایک حوالدار پہنچا ہے جس کی زبانی پتہ چلا ہے کہ تم سخت بیمار ہو' سخت تشویش ہوئی۔ اب تک ٹھاکر دشوانا تھ کی حویلی کے بارے میں جو معلومات مجھ تک پہنچی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں کچھ ایسی گڑبڑ ہے جس سے نپٹنا پولیس کے بس میں نہیں۔ بعض پرانی عمارتوں اور بند جگہوں میں ایسی گیسیں وغیرہ پیدا ہو جاتی ہیں جو انسان کے لئے مہلک ثابت ہوتی ہیں' ہو سکتا ہے یہاں بھی کوئی ایسا چکر ہو۔ لوگ تو اور بھی بہت کچھ کہتے ہیں' بہرحال میں چاہتا ہوں کہ تم فوراً واپس چلے آؤ۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ہم خوامخواہ اپنے عملے کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتے۔ ایک بار پھر ہدایت کرتا ہوں کہ اب کسی قسم کی مہم جوئی کی ضرورت نہیں۔ اگر حالت سفر کے قابل ہے تو خط ملتے ہی روانہ ہو جاؤ' ایک ڈاکٹر ساتھ بھیج رہا ہوں امید ہے وہ تمہیں اچھی طرح دیکھ بھال لے گا۔ میں نے خط مکمل کیا تو چودھری شوبھا سنگھ نے میرے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے' مخصوص لہجے میں بولا۔

''نواز صاحب بس کرو چھوڑ دو اس چکر کو۔ بہت لاشیں دیکھ لی ہیں ہم نے' اب تو ٹھاکر صاحب نے بھی کہہ دیا ہے کہ وہ اس حویلی کو گرا کر یہاں ایک مندر بنوادیں گے۔ بس اب آپ جانے دیں اس قصے کو۔''

میں نے مسکرا کر کہا ''آپ کو مندر کی زیادہ خواہش ہے یا حویلی سے چھٹکارا پانے کی۔''

وہ بولا ''ہماری تو ایک ہی خواہش ہے نواز صاحب اب کوئی اور درگھٹنا نہ ہو۔''

میں نے کہا ''گھبراؤ نہیں اب کوئی درگھٹنا نہیں ہوگی۔''

رات کے گیارہ بجے تھے میں چودھری کی حویلی میں بستر پر لیٹا تھا لیکن خیالوں میں ٹھاکروں کی حویلی بسی ہوئی تھی۔ ذہن بار بار ایک ہی دائرے میں گھوم رہا تھا۔ دل کہتا ہے کہ جو گڑ بڑ بھی ہے کتاب خانے کی اس میز کے ارد گرد ہے۔ میں نے پہلے بھی اس کتاب خانے میں رات گزاری تھی لیکن جیسے ہی میز کے پاس گیا تھا طبیعت خراب ہونے لگی تھی۔ شاید میز کے بند دروازوں میں کوئی چیز تھی یا ہو سکتا ہے سر کے قریب جلنے والے گیس لیمپ سے خارج ہونے والی گیس اثر کرتی ہو' یا یہ بھی ہو سکتا تھا کہ کتاب کا کوئی عمل دخل ہو۔ یہ حقیقت تھی کہ تینوں اموات کے وقت ایک ہی کتاب میز پر موجود تھی اور میری طبیعت بھی دونوں دفعہ وہی کتاب پڑھتے ہوئے بگڑی تھی۔ اچانک مجھے وہ کہانی یاد آئی جو کتاب کے شروع میں تھی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تنہائی میں وہ پراسرار کہانی پڑھنے سے آدمی کا گلا نہیں رُکتا اور ناک منہ سے خون جاری ہو جاتا ہے۔ یہ یقیناً کسی تیز اثر زہر کی کارستانی ہے۔ وہی زہر جس نے سب انسپکٹر گابھا سنگھ کے معدے میں گھس کر اس کا خون اتنا گاڑھا کر دیا کہ حرکت قلب بند ہو گئی۔

بہر حال کچھ بھی تھا میرے اندر کا نواز خان مجھے ایک بار پھر حویلی میں جانے پر اُکسا رہا تھا۔ دل سے بار بار آواز آتی تھی انسپکٹر نواز اگر تم یہ کام ادھورا چھوڑ کر چلے گئے تو اس کا مطلب ہوگا تم میں اور ان پنڈتوں میں کوئی خاص فرق نہیں جو ان تمام واقعات کو شیطانی آتما کی کارستانی قرار دیتے ہیں۔ اگر تم نے کتاب خانے کی اُلجھن کو سلجھا لیا تو یہ تمہارے یقین کی فتح ہوگی ورنہ پنڈتوں کے وشواس کو سچ مانا جائے گا۔

آخر میں نے ایک بار پھر ہمت باندھی اور اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ شہر سے آنے والا ڈاکٹر قریب ہی ایک آرام کرسی پر گہری نیند سو رہا تھا۔ میں گرم چادر لپیٹ کر دبے پاؤں باہر نکل آیا۔ برآمدے میں ایک کانسٹیبل کے خراٹے گونج رہے تھے' اس کے قریب سے گزر کر میں صحن میں پہنچا اور پھر ایک راستے سے چار دیواری پار کر گیا۔

کوئی دس منٹ بعد میں ٹھاکروں کی حویلی میں داخل ہو رہا تھا۔ نچلی منزل پر میرے عملے کے دس

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

سیارہ ڈائجسٹ کی ایک اور

ایمان افروز فخریہ پیشکش

قیمت: 175 روپے

صحابہ کرامؓ نمبر

40 درخشندہ ستاروں کے
روح پرور اور بصیرت افروز
تذکروں پر مشتمل

- جنہوں نے اپنی آنکھوں سے جلوہ یار کا بے نقاب مشاہدہ کر کے شرف صحابیت پایا
- جنہوں نے منبع رشد و ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست کسب فیض کیا
- جنہوں صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے رموز و اسرار سمجھے
- جنہوں نے اپنے خون جگر سے چمنستان اسلام کی آبیاری کی
- جنہوں نے اپنے ارفع سیرت و کردار سے چہرہ انسانیت کی سیاہیاں دھوڈالیں
- جنہوں نے انتھک مخلصانہ جدوجہد سے جنت نظیر معاشرہ کی صورت گری کی
- جنہوں نے فیصلہ کن اور غیر مصالحانہ ٹکر لے کر باطل کو تہہ و بالا کر دیا

500 صفحات پر مشتمل سفید کاغذ، عمدہ کتابت اور دیدہ زیب سرورق

شائع ہوگیا ہے

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

مسلح افراد کے سوا اب یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ مجھے بیماری کی حالت میں اپنے درمیان دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ میں نے اے ایس آئی رام چند سے کہا۔

''رام چند میرا پستول اور ٹارچ لاؤ' میں کتاب خانے میں جانا چاہتا ہوں۔''

رام چند کا رنگ پیلا پڑ گیا ''کیا کہہ رہے ہیں جناب' آپ کی حالت ٹھیک نہیں' آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔'' میں نے کہا ''رام چند میری ذہنی یا جسمانی حالت پر شبہ نہ کرو میں بالکل ٹھیک ہوں اور تمہیں مجھے ہدایات دینے کا کوئی حق نہیں' میں اپنا اچھا برا سمجھتا ہوں۔''

رام چند بولا کچھ نہیں لیکن میرے فیصلے سے وہ خوفزدہ تھا۔ دو روز پہلے کی طرح میں نے اسے ہدایت کی کہ میرے جانے کے بعد وہ چوکس رہے اور اگر فائر کی آواز آئے تو ساتھیوں کے ہمراہ فوراً اوپر چلا آئے۔ اس نے تابعداری میں اقرار میں سر ہلایا میں نے ٹارچ اور ریوالور سنبھالا۔

کتاب خانے اور زینوں کی چابیاں لیں اور نکل کھڑا ہوا۔ کافی کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ٹانگیں بے جان سی محسوس ہونے لگیں۔ دوسری منزل اسی طرح گھپ تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں محتاط قدموں سے کتاب خانے تک پہنچا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کتاب خانے کا پراسرار ماحول اپنی تمام وحشت کے ساتھ ایک بار پھر میرے سامنے تھا۔ شمع دان اور لیمپ جلانے کے بعد میں کچھ دیر چارپائی پر لیٹ کر سانسیں درست کرتا رہا..... پھر ایک عزم کے ساتھ اُٹھا اور اس خطرناک میز پر آ بیٹھا۔ آج میرا پورا دھیان اپنے آپ کی طرف تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ طبیعت کس وقت خراب ہونا شروع ہوتی تھی۔ قریباً پندرہ منٹ میں بغیر حس و حرکت کرسی پر بیٹھا رہا۔ گیس لیمپ سے ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی لیکن مسالے کی مخصوص خوشبو کے علاوہ اور کوئی خوشبو محسوس نہیں ہوئی تھی۔ لیمپ کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے طب کی وہی موٹی کتاب اُٹھائی' اسے اُلٹ پلٹ کر اچھی طرح دیکھا۔ پھر اسے ناک کے قریب کر کے سونگھا' پرانے کاغذوں کی باس کے سوا کوئی خوشبو محسوس نہیں ہوئی۔ تب میں نے ایک ایک کر کے تمام دروازے کھولے اور اچھی طرح دیکھ ڈالے۔ چند موم بتیوں' ماچسوں اور مُردہ ٹڈیوں کے سوا کچھ برآمد نہیں ہوا۔

اس کے بعد میں کوئی دو گھنٹے سکون سے بیٹھا رہا اور ہر لمحہ اپنی اندرونی کیفیت کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر میرے دل میں ایک عجیب سا خوف جاگزیں ہونے لگا۔ تھکے ماندے ذہن میں یہ وسوسہ سر اٹھانے لگا کہ ہو نہ ہو یہ اس پراسرار کہانی کا کرشمہ ہے جسے پڑھتے ہوئے دو دفعہ میری طبیعت بگڑی ہے۔ بظاہر انہونا سا خیال تھا لیکن اس ماحول میں بڑی شدت کے ساتھ میرے ذہن پر غالب آنے لگا۔ اس خیال کی تصدیق کے لئے میں نے مضبوط ارادے سے کتاب کی طرف ہاتھ بڑھائے اور اسے کھول کر بیٹھ گیا۔ سب سے پہلے وہی چالیسویں رانی کی کہانی تھی۔ پرسوں میں نے سولہ صفحے تک پڑھا تھا اب آگے پڑھنا شروع کیا۔ عجیب دقیانوسی واقعات تھے نہ کوئی سر نہ پیر بہرحال ایک طرح کا اسرار ان میں موجود تھا۔

بے شمار لفظ سنسکرت کے تھے۔ میں دھیرے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

دھیرے سوچ سمجھ کر پڑھتا رہا قریباً سات آٹھ صفحے میں نے اور پڑھے تھے کہ اچانک طبیعت پھر بگڑنے لگی یوں لگا کہ گلے کے راستے کوئی تیزابی مادہ جسم میں اُترتا جا رہا ہے۔ اور اس کے اثر سے سانس گھٹنے لگا ہے۔ منہ میں آہستہ آہستہ ایک عجیب سا ذائقہ گھلتا جا رہا تھا...... یا خدا یہ کیا ماجرا ہے؟ میں نے کتاب سے نظریں ہٹا کر سوچا۔ کیا راز ہے اس کتاب میں؟ دل میں آئی کہ یہ سب کچھ یہیں چھوڑ کر واپس نیچے چلا جاؤں لیکن چند منٹ بعد میں نے پھر حوصلہ جمع کیا اور آگے پڑھنے لگا...... رانی مایا دیوی کا محبوب ہر رات آتا تھا لیکن خاموش رہتا تھا۔ ایک رات وہ آیا تو رانی دھرم شاستر پڑھ رہی تھی۔ شاستر دیکھتے ہی وہ واپس مڑا اور گھوڑے کی طرح ہنہناتا ہوا واپس بھاگ گیا۔ رانی اس کی آواز سُن کر سکتے میں رہ گئی۔ اسی طرح کی فضول اور بے معنی باتیں پوری کہانی میں بھری ہوئی تھیں۔ میں نے چار پانچ صفحے اور پڑھے طبیعت بتدریج بگڑتی چلی گئی۔ مجھے لگا کہ کسی بھی وقت دل کی حرکت بند ہو جائے گی۔ جسم کے ایک ایک مسام سے پسینہ پھوٹ رہا تھا۔ منہ کا ذائقہ سخت کڑوا ہو گیا تھا۔ کہانی کا آخری صفحہ اُلٹنے کے لئے جونہی میں نے منہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اچانک ٹھٹھک کر رُک گیا۔ ایک ہی لمحے میں چاروں طرف جیسے برق لہرا گئی اور وہ گتھی سلجھ گئی جس نے کئی ماہ سے ایک خلقت کو پریشان کر رکھا تھا۔ ہر تاریک گوشہ روشن ہو گیا۔ اب میں پورے یقین کے ساتھ بتا سکتا تھا کہ کتاب خانے میں ہونے والی تینوں اموات زہر خوردنی سے ہوئی ہیں اور یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ وہ زہر انہیں کیسے دیا گیا تھا۔ جو ہاتھ میں نے صفحہ اُلٹنے کے لئے اُٹھایا تھا وہ ابھی تک اُٹھا ہوا تھا۔ اس کا رُخ کتاب کی طرف نہیں بلکہ میرے منہ کی طرف تھا۔ صفحہ اُلٹنے سے پہلے حسب عادت میں انگلی کو تھوک سے گیلا کرنا چاہتا تھا اور یہی وہ عمل تھا جو مجھ سے پہلے تینوں افراد نے کیا تھا اور جو بھی اس کتاب کو پڑھتا اس نے یقیناً یہی عمل کرنا تھا۔ صفحہ اُلٹتے ہوئے انگلی کو تھوک لگانا ایک ایسا فعل ہے جس کی طرف ہم بالکل توجہ نہیں دیتے لیکن یہ فعل اس کتاب خانے میں موت کا فعل بن گیا تھا۔ وہی انگلی جو کتاب کے صفحوں سے چھوتی تھی بعد میں زبان سے لگتی تھی اور کتاب کے صفحوں پر کوئی خطرناک کیمیکل موجود تھا۔ میں جلدی سے اُٹھا' پانی تو موجود نہیں تھا رومال سے خوب رگڑ رگڑ کر زبان کو صاف کیا اور دھڑکتے دل کے ساتھ کرسی پر آ بیٹھا۔ کتاب کو گیس لیمپ کی طرف کر کے نہایت غور سے اس کے صفحات دیکھے پھر ایک دوسری کتاب کے صفحوں سے اس کا موازنہ کیا۔ جلد ہی یہ بات کھل گئی کہ منحوس کتاب کے صفحوں پر کسی شے کی غیر محسوس تہہ موجود ہے اور عام کاغذ سے زیادہ مضبوط ہے۔ اس انکشاف سے مجھ پر جو خوشی طاری ہوئی بیان سے باہر ہے۔ لمحوں میں ساری بیماری بھول گئی اور میں پوری طرح ہشاش بشاش ہو گیا۔

یہ اڑھائی سو سال پرانی کتاب کسی ہندو وید نے لکھی تھی۔ یہ شاہکار کتاب لکھنے کے بعد اس کمبخت نے اپنی حکمت کا ایک اور جوہر دکھایا تھا۔ اس نے کتاب کو محفوظ کرنے کے لئے اس کے صفحوں پر کسی نامعلوم کیمیائی مرکب کا استر چڑھا دیا تھا۔ غالباً کتاب کو دھونی دی گئی تھی اس مرکب

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

میں سنکھیا جیسے خطرناک اجزاء موجود تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ مرکب مزید زہریلا ہوگیا تھا۔ وید تو مر گیا لیکن اس کتاب کو آنے والوں کے لئے موت کا پھندا بنا گیا۔ نجانے یہ منحوس کتاب کب سے ٹھاکر وشوناتھ کے کتاب خانے میں موجود تھی۔ وشوناتھ کو بھی حکمت کا شوق تھا آخر ایک روز کتاب اور وشوناتھ کا آمنا سامنا ہوگیا اور نتیجہ وشوناتھ کی پراسرار موت کی صورت میں نکلا۔ بدنصیبی یہ ہوئی کہ اس کتاب کو دوبارہ شیلف میں نہیں رکھا گیا اور وہ اجل کا پھندا بن کر وشوناتھ کی میز پر ہی پڑی رہی۔ چند ہفتے بعد وشوناتھ کی ملازمہ صفائی کرتی ہوئی آئی۔ وہ تھوڑی بہت پڑھی لکھی تھی کتاب اٹھا کر ورق گردانی کرنے لگی لیکن اس پر زہر کا زیادہ اثر نہیں ہوا۔ آدھ گھنٹے میں ہی وہ چیختی چلاتی بھاگی اور سیڑھیوں سے نیچے گر گئی۔ کتاب کا اگلا شکار بدنصیب نرگس تھی وہ شاید پرانی یادیں تازہ کرنے کے لئے باپ کے کتاب خانے میں کچھ وقت گزارنا چاہتی تھی۔ میز پر کتاب پڑی دیکھ کر اس نے ورق گردانی شروع کردی۔

کہانی جنسی اور کسی حد تک دلچسپ تھی۔ وہ پڑھتی چلی گئی اور صفحوں پر موجود زہر دھیرے دھیرے اس کے جسم میں اُترتا گیا۔ وہ چونکہ کھانا کھا کر آئی تھی اس لئے زہر نے فوراً اثر نہیں کیا اور جب خاصی مقدار اندر پہنچ گئی تو یک بارگی اس کا اثر شروع ہوا۔ نرگس لڑکھڑاتی ہوئی دروازے کی طرف بھاگی گھبراہٹ میں اس کی ساڑھی پاؤں کے نیچے آکر کھل گئی۔ گرتے ہوئے اس کے جسم پر کچھ خراشیں بھی آئیں۔ جس کی وجہ سے یہ سمجھا گیا کہ شاید اس پر مجرمانہ حملہ ہوا ہے۔ اس موت کے بعد بھی کتاب وہیں میز پر پڑی رہی اور اپنے اگلے شکار کی منتظر رہی۔ اگلا شکار میرا سب انسپکٹر گابھا سنگھ تھا۔ اس نے شیخی میں آکر رات کتاب خانے میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔ رات سونے سے پہلے اس نے کتاب کی ورق گردانی شروع کردی۔ رنگین مزاج تو وہ تھا ہی اور ویسے بھی اس کی شادی ہورہی تھی بیچارے نے سوچا ہوگا کتاب سے استفادہ کرنا چاہئے۔ اپنے طور پر وہ کتاب پڑھتا رہا لیکن درحقیقت انتہائی مہلک زہر انگلی سے چاٹتا رہا اور خرحسرت ناک موت سے دوچار ہوا۔

اب میں آپ کو اس گفتگو کے بارے میں بتاتا ہوں جو میں نے جگ جیون کے کمرے سے سنی تھی اور جسے سننے کے بعد میرا شک یقین میں بدل گیا کہ کتاب خانے کی تینوں اموات میں دلجیت اور جگ جیون کا کوئی ہاتھ نہیں۔ یہ گفتگو درحقیقت دلجیت اور جگ جیون کے درمیان ہی ہوئی تھی۔ دلجیت بیٹے کو ڈانٹ پلا رہا تھا کہ اس نے میرے ساتھ ڈرامہ کھیل کر غلطی کی ہے۔ وہ کہہ رہا تھا تو انسپکٹر کو الو کا پٹھا سمجھتا ہے لیکن حقیقت میں تو خود ہے۔ میں تیری بیوقوفیوں سے تنگ آ گیا ہوں۔ پہلے تُو نے روپ وتی کو منگنی کے کارڈ دکھا کر مسئلہ کھڑا کیا۔ اب بکریاں ذبح کرکے انسپکٹر کو ڈرانے کی کوشش کررہا ہے۔ وہ تیری طرح کچی گولیاں نہیں کھیلا ہوا۔ میں تو حیران ہوں ایسا ڈراؤنا کھیل کھیلتے ہوئے تجھے بھگوان کا خوف بھی نہیں آیا۔ اگر حویلی میں واقعی کوئی بری آتما بھٹک رہی ہے تو کبھی بکری کی طرح لاش بھی کسی کمرے میں پائی جاسکتی ہے' کچھ بھگوان کا خوف کر میں تو سوچ رہا ہوں کہ

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

معاملہ کچھ ٹھنڈا پڑے تو حویلی گرا کر یہاں مندر بنوادوں کچھ تو ہمارے پاپوں کا پرائسچت ہو (گناہوں کا کفارہ)۔

یہ باتیں مجھے سمجھانے کے لیئے کافی تھیں کہ دلجیت اور اس کا بیٹا لالچی اور خود غرض ہونے کے باوجود قاتل نہیں۔ انہوں نے صرف صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی اور جیون نے اپنی بیوقوفی سے خوامخواہ تفتیش کا رُخ اپنی طرف موڑ لیا تھا۔ بہرحال میں باپ بیٹے کو ان کے کیئے کی سزا دلانا ضروری سمجھتا تھا۔ وہ دونوں اپنی عیاری سے ایک تنہا لڑکی کو اس کے ورثے سے محروم کرنے کی کوشش کررہے تھے اور اس کی مرضی کے خلاف اسے شادی پر مجبور کررہے تھے۔ ان پر دھوکہ دہی، غبن اور حبس بے جا کے کیس بنتے تھے......

اور میں نے یہ کیس بنا کر انہیں قرار واقعی سزا دلوائی۔ اس سلسلے میں مجھے کافی محنت کرنا پڑی۔ اگر میں روپ وتی کا ساتھ نہ دیتا تو وہ کبھی دلجیت کمار اور جگ جیون کو مجرم ثابت کرنے میں کامیاب نہ ہوتی۔ عدالت میں پیش کرنے سے پہلے قاتل کتاب کا کیمیائی تجزیہ ہوا میرے خیالات کی حرف بہ حرف تصدیق ہوئی۔

مجھے خطرہ پیدا ہوا کہ اس نیم حکیم کے مزید شاہکار بھی کتاب خانے میں موجود نہ ہوں۔ میں نے پورے کتاب خانے کی چیکنگ کرا کے اپنی تسلی کی۔ طویل عدالتی کارروائی کے دوران روپ وتی اور اجے کی ملاقات باربار ہوتی رہی۔ اس میل ملاپ کے دوران ان کے خیالات میں ہم آہنگی پیدا ہوئی اور وہ ایک دوسرے کے قریب آگئے۔ اس نئے رشتے کو استوار کرنے میں روپ وتی نے

”شریف آدمی“

ایک مالدار اپنے ملاقاتی کو اپنی نئی کوٹھی دکھاتے کہہ رہا تھا۔ ”میں چاہتا ہوں کہ یہ مکمل ہو کر ایسی ہو جائے کہ اس میں ایک شریف آدمی رہ سکے۔“

......”اچھا تو آپ اسے کرائے پر چڑھانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔“ ملاقاتی نے جواب دیا۔

(مرسلہ: علی صابر۔ اسلام آباد)

زیادہ اہم کردار ادا کیا۔ وہ اجے کے دکھوں اور محرومیوں کو سمجھتی تھی اپنی دیدی کی پرچھائی بن کر وہ اجے کے زخموں پر مرہم رکھنا چاہتی تھی۔

ٹھیک ایک سال بعد وہ دونوں شادی کے بندھن میں بندھ گئے۔ اجے کی خودداری قائم تھی اور وہ روپ وتی کی دولت پر عیش کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا مگر حالات اب بدل چکے تھے اس کے لیئے لازمی تھا کہ وہ روپ وتی کا سہارا بن کر حویلی میں رہے اور دونوں مل کر جائیداد کی دیکھ بھال کریں۔

میں نے شادی کے روز حویلی کو دیکھا وہی درودیوار جن پر خوف کے سانپ رینگا کرتے تھے آج بقعہ نور بنے ہوئے تھے۔ ایک ایک گوشے سے قہقہوں کے جلترنگ پھوٹ رہے تھے۔ ہر طرف رنگ برنگ آنچلوں کی بہار تھی۔ کہاں تھی اُداسی کہاں تھی ویرانی اور تاریکی؟ کہاں تھے شیطانی آتماؤں کے سائے؟ کہیں نہیں تھے، کہیں بھی نہیں تھے۔ انسان کا یقین انسان کے وہم پر فتح پا چکا تھا۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

"چولستانی بلو"

احمد علی شاہ مخمور

بلو اس قدر خوبصورت تھی کہ کوئی بھی اسے دیکھ کر دیوانہ ہو جاتا۔ میں سوچتا کرموں کتنا خوش قسمت ہے کہ بلو اس کی جیون ساتھی بننے جارہی ہے حالانکہ بلو حسن و خوبصورتی میں جتنی بے مثال تھی وہ رئیس سے رئیس انسان کا بھی خواب ہوسکتی تھی۔

ایک عورت کی کہانی جو دلوں پر راج کرتی مگر حقیقت میں مجبور و لاچار تھی

چولستان کے علاقے میں تیل کی کھدائی کا کام جاری تھا' میں ایک انجینئر کی حیثیت سے وہاں گیا ہوا تھا۔ امریکی ماہرین اور انجینئرز مختلف جگہوں پر تجربات کررہے تھے۔ میرے خیال میں امریکی بہت نازک اور عیش پرست تھے مگر حقیقت میں جب دیکھا تو اُن کو بہت محنتی اور خوش اخلاق پایا۔ ان کی ایک بات نے مجھے بہت متاثر کیا' وہ ڈیوٹی کے وقت اس قدر محو ہوتے کہ انہیں کسی چیز کا ہوش ہی نہ رہتا۔

ہمارے تجربات کامیاب ہورہے تھے۔ تیل اور قدرتی گیس کے ذخائر اس قدر کثیر تعداد میں ملنے

کے امکانات تھے کہ ہمارا خود کفیل ہونا تو معمولی بات ہے ہم چند سال میں دنیا کو تیل فراہم کرکے کثیر زرمبادلہ کما سکتے تھے۔ چولستانی لوگوں سے ہم اکثر انڈے مرغیاں وغیرہ خریدتے تھے۔ کافی لوگوں سے واقفیت ہوگئی تھی۔ خاص طور پر کرموں نامی شخص میرے اس قدر قریب آگیا تھا کہ میں اس سے بے تکلف گفتگو کرنے لگا۔ وہ گورا چٹا گھنگھریالے بالوں والا خوش گفتار نوجوان تھا۔ اکثر مجھے چولستانی علاقے کی سیر کروانے لے جاتا۔ اس کے پاس ایک اونٹ تھا میں اونٹ کی سواری سے بہت لطف اندوز ہوتا۔ وہ اونٹ ریگستان میں اس قدر تیز چلتا تھا کہ جیپ بھی اتنی تیز نہ چل سکتی تھی۔ اونٹ کی رفتار جتنی بھی تیز ہوتی پھر کیا مجال ہے جو ایک جھٹکا بھی آجائے۔ ہم اس اونٹ پر سوار ہوکر اکثر ہرن کا شکار کیا کرتے۔

کرموں بھی میرے ساتھ بے تکلف ہو چکا تھا۔ باتوں میں وہ اکثر اپنی محبوبہ ''بلو'' کا ذکر کیا کرتا تھا۔ وہ اکثر کہتا ''بلو میری جان ہے اور اونٹ میرا بازو۔'' بلو کی تعریفوں کے پل باندھ دیتا۔ اس کے اخلاق اور حسن کی اس قدر تعریف کرتا کہ سسی پنوں' سوہنی مہینوال کی یاد تازہ ہوجاتی۔ ایک دن کرموں بلو کے ہمراہ آیا۔ کرموں نے کچھ انڈے اور بلو نے خالص مکھن دیا۔ میں نے بلو کو دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ اس کی موٹی موٹی آنکھیں' گھنگھریالے بال' پتلی کمر' لمبا قد' کرموں اس کی تعریفیں ٹھیک ہی کیا کرتا تھا۔ میں سارا پاکستان گھوما تھا' تیل کی سپیشل ٹریننگ کے لئے امریکہ اور انگلینڈ گیا تھا۔ بہت خوبصورت لڑکیاں دیکھی تھیں لیکن ان میں بغیر میک اپ کے وہ بات نہ تھی۔ بلو کا قدرتی حُسن دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا۔ وہ بغیر میک اپ کے ایک مکمل شاہکار تھی۔

میں بلو کو دیکھ کر اپنے خیالات میں گم ہوگیا تھا' کرموں کی آواز پر چونکا۔ وہ کہہ رہا تھا ''شاہ صاحب بلو نے اپنے ہاتھ سے مکھن بنایا ہے' آپ کھائیں گے تو مزہ آجائے گا۔'' میں نے ان کو ان چیزوں کی قیمت ادا کی۔ تب وہ بولی ''شاہ صاحب انڈوں کے پیسے بے شک دے دیں مگر مکھن کے پیسے نہیں لوں گی۔ اگر ہم لسی اور مکھن فروخت کریں تو ہمارے مال میں برکت نہیں رہتی۔'' بلو کی مترنم آواز ایسے تھی جیسے دُور سے بانسری کی سُریلی آواز آرہی ہو۔ وہ سلام کرکے چلے گئے۔ میں اس خوبصورت جوڑی کو دیکھتا رہا۔ وہ بہت غریب مگر کتنے خوش اور پرسکون نظر آتے تھے۔

پہلے میرا خیال تھا حقیقی خوشی دولت سے ملتی ہے' گاڑی' کوٹھی' بنگلے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ بنگلہ لیا تو صوفہ سیٹ' رنگین ٹی وی' فریج' ایئر کنڈیشنر' قالین' فانوس وغیرہ وغیرہ میری خواہشات تو مزید بڑھ گئی تھیں۔ اب سوچتا تھا اپنا ہیلی کاپٹر ہو۔ ان خواہشات نے تو مجھے اور پریشان کردیا تھا۔ کرموں اور بلو کے پاس کچھ نہ تھا مگر وہ کتنے خوش تھے۔ بلو کرموں کی منگیتر تھی۔

ایک دن کرموں روتا ہوا میرے پاس آیا۔ کرموں کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر طرح طرح کے خیالات جنم لینے لگے۔ رو رو کر اس کی آنکھیں سرخ ہوگئی تھیں۔ میں نے پوچھا ''کرموں خیریت تو ہے؟'' وہ بولنے کی کوشش کرتا مگر بول نہ پاتا۔ آخر کچھ دیر اپنی کیفیت پر قابو پانے کے بعد بولا ''میں لُٹ گیا' میرا کچھ نہیں بچا۔ آج دوپہر کو اونٹ لے کر لمبے سفر پر کسی کام سے گیا تھا۔ دوپہر کے وقت ایک درخت کے نیچے سو گیا' اچانک اونٹ نے ایک چیخ ماری۔ آپ جانتے ہی ہیں اونٹ مجھے کتنا پیارا تھا۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

میں خود بھوکا رہتا مگر اسے مکھن کھلاتا۔ میں نے ہمیشہ اس سے پیار کیا۔ اونٹ کی چیخ سے پریشان ہوکر بھاگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کالا مشکی سانپ اپنا پھن پھیلا کر میرے بہت قریب آ گیا ہے۔ میرے بچنے کی کوئی امید نہ تھی' تبھی میرے اونٹ نے سانپ پر پاؤں رکھ دیا اور غصے سے سانپ کو چبا ڈالا۔ لیکن اسی دوران سانپ نے میرے پیارے اونٹ کو ڈس لیا۔'' یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگا۔

مجھے بھی یہ سب سُن کر بہت افسوس ہوا۔ میں نے ایسا اونٹ زندگی میں نہ دیکھا تھا۔ میں نے کہا ''صبر کرو اللہ کو یہی منظور تھا۔ رونے سے وہ واپس نہ آئے گا۔ خدا نے تمہاری زندگی سلامت رکھی' اس پر شکر ادا کرو۔'' میں نے اسے مشورہ دیا ''ٹوکے کی ایک مشین خرید لو۔ گھاس کاٹ کر اسے فروخت کیا کرو۔'' اس نے کہا ''میرے پاس تو صرف دو سو روپیہ ہے غریب آدمی ہوں ٹوکے کی مشین ایک ہزار روپے کی آتی ہے۔''

میری تنخواہ ابھی ملی تھی' اس میں سے ایک ہزار روپیہ اسے دے دیا۔ اُس نے بہت انکار کیا مگر میرے اصرار اور یہ کہنے پر اسے ماننا پڑا کہ ''یہ قرض ہے اُتار دینا' ابھی تو اپنا کام چلاؤ۔'' اس نے رقم لے لی اور مشین لے آیا۔ ایک دن میں گھومتے پھرتے گیا تو دیکھا کہ بلو ٹوکے کی مشین چلا رہی ہے اور کرموں گھاس ڈال رہا ہے۔ اس الہڑ مٹیار کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔ ٹوکے کی مشین چلانے سے اس کے رخسار سرخ ہو رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے کام چھوڑا اور میرے قریب آ گئے۔ بلو بھاگ کر باجرے کی روٹی لسی اور مکھن لے آئی۔ میں دو چار نوالے کھا کر چلا آیا۔

ایک دن چپڑاسی نے مجھے جگایا اور کہا ''حضور بلو آپ سے ملنا چاہتی ہے۔'' میں نے کہا ''اسے فوراً میرے پاس بھیج دو۔'' میں دل میں بہت خوش تھا کہ بلو مجھ سے ملنے آئی ہے لیکن اسے دیکھ کر میں پریشان ہوگیا۔ بلو روتی ہوئی میرے پاس آئی تھی۔ بلو کو روتا دیکھ کر میرا دل دھک دھک کرنے لگا' دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ بلو نے روتے ہوئے بتایا ''شاہ صاحب میرے کرموں کے لئے کچھ کریں' میں مشین چلا رہی تھی اور کرموں گھاس ڈال رہا تھا کہ گھاس کے ساتھ اس کا ہاتھ مشین کے اندر آ گیا۔'' یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگی۔ میں نے اسے تسلی دی' ہمارے ساتھ میڈیکل ٹیم آئی ہوئی تھی۔ ہم ڈاکٹر کے پاس گئے اور اسے واقعہ کے بارے میں بتایا۔ ڈاکٹر نے فرسٹ ایڈ کا سامان اپنے ساتھ لیا اور کرموں کے پاس پہنچ کر اس کی مرہم پٹی کردی مگر وہ چار انگلیوں سے محروم ہوگیا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کے زخم مندمل ہوگئے مگر وہ ایک ہاتھ سے محروم ہوگیا تھا۔

اُس نے ہمت و حوصلہ سے کام لیا اور ایک ہاتھ سے بھی کام کرتا رہا۔ وہ کہتا ''بلو میری شیرنی ہے' میرا ایک ہاتھ نہیں تو کیا ہوا بلو نے مجھے کسی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا۔'' میں نے بھی اس کی ڈھارس بندھائی ''شاباش کرموں' بلو شیرنی ہے تو' تُو بھی شیر ہے۔ ایسے محنتی جوانوں پر مجھے فخر ہے۔ لیکن یہ بتاؤ ٹوکے میں ہاتھ کیسے آیا؟''

وہ کہنے لگا ''بلو ٹوکے کی مشین چلا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر میں اپنے خیالوں کا شہزادہ بن گیا تھا اور بلو کو اپنی رانی تصور کر رہا تھا۔ خیالات کا طلسم اس وقت ٹوٹا جب میری انگلیاں کٹ گئیں۔ بلو میرا سب کچھ ہے۔''

بلو اس قدر خوبصورت تھی کہ کوئی بھی اسے دیکھ

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

آپ ادب نواز ہیں! آپ علم دوست ہیں!

ہم آپ کو سیارہ ڈائجسٹ کے تمام شمارے گھر بیٹھے
بذریعہ رجسٹری ڈاک بھیجیں گے اور
آپ کو -/600 روپے
کا فائدہ بھی ہوگا۔

-/600 روپے کی رعایت

سیّارہ ڈائجسٹ

سالانہ اخراجات کا تخمینہ

قیمت فی شمارہ -/120 روپے ۔ سال بھر میں بارہ شماروں کی عام قیمت -/1440 روپے
سال بھر کا ائیر میل رجسٹری ڈاک خرچ -/360 روپے ۔ کل رقم -/1800 روپے

لیکن آپ اتنی رقم کیوں خرچ کریں ?

آپ صرف -/1200 روپے ہمیں ارسال کردیں۔
سال بھر سیّارہ ڈائجسٹ آپ کو گھر بیٹھے ملتا رہے گا۔
صرف یہ کوپن پُر کر کے حوالہ ڈاک کر دیجیے!

اس پیشکش سے فوراً فائدہ اٹھائیں

جناب منیجر صاحب ۔ سیارہ ڈائجسٹ
براہِ کرم مجھے ماہ.......... سے سیّارہ ڈائجسٹ ایک سال کیلئے جاری فرمادیں
-/1200 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر ارسال کر رہا ہوں/آپ مجھے -/1200 روپے کی
وی پی پی ارسال کردیں۔ میں وصول کرلوں گا۔ نوٹ: ۔ چیک قبول نہیں کیا جائے گا۔
نام.................. پتہ..................

آپ یہ رقم اے ٹی ایم ATM اور منی ٹرانسفر کے دیگر طریقوں سے بھی ہمارے اکاؤنٹ نمبر .... ایم سی بی
MCB ریواز گارڈن برانچ لاہور میں ٹرانسفر کر سکتے ہیں مزید تفصیل کیلئے رابطہ کیجیے: 0423-7240412

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

کر دیوانہ ہو جاتا۔ میں سوچتا کرموں کتنا خوش قسمت ہے کہ بلو اس کی جیون ساتھی بننے جا رہی ہے حالانکہ بلو حسن و خوبصورتی میں جتنی بے مثال تھی وہ رئیس سے رئیس انسان کا بھی خواب ہو سکتی تھی۔ میں نے علاقہ کے بے شمار مردوں کی آنکھوں میں بلو کے لیے پسندیدگی کے واضح آثار دیکھے تھے۔ ایک دن وہاں کے بڑے زمیندار نے اپنے بیٹے کے لیے بلو کے باپ سے بلو کا رشتہ مانگ لیا۔ سب جانتے تھے کہ بلو کا رشتہ طے ہو چکا ہے لیکن زمیندار کا بیٹا اُس کی خوبصورتی کا دیوانہ ہو گیا تھا اور اب اسے اپنی حویلی کی زینت بنانا چاہتا تھا۔ بلو کے باپ نے کہا ''بچپن سے بلو کرموں سے منسوب ہے اور میں اسے زبان دے چکا ہوں۔'' مگر زمیندار نے اسے اس قدر لالچ دیے اور مسلسل اتنا دباؤ ڈالا کہ مجبوراً اسے زمیندار کی بات ماننی پڑی۔ تھوڑے دنوں کے اندر بلو کی شادی زمیندار کے لڑکے گل بادشاہ سے ہو گئی۔

شادی میں' میں بھی مدعو تھا' وہاں پہنچا مگر کرموں مجھے کہیں نظر نہ آیا۔ زمیندار نے دل کھول کر خرچ کیا۔ غریبوں میں رقم تقسیم کی گئی۔ دعوت کے لئے مرغیاں' زردہ' پلاؤ اور پھل وغیرہ وافر مقدار میں موجود تھے۔ ساری رات بھانڈ لوگوں کو ہنساتے رہے۔ غرض یہ علاقہ کی یادگار شادی تھی۔

کچھ عرصہ بعد میرا تبادلہ چولستان سے ڈھوڈک کر دیا گیا۔ میں اپنا سامان پیک کر رہا تھا کہ بلو آ گئی۔ اس نے بہت قیمتی لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ سر سے لیکر پاؤں تک سونے کے زیورات سے مزین تھی۔ لیکن میں نے دیکھا اس کے چہرے پر وہ سرخی نہیں ہے جو پہلے تھی۔ وہ بہت اُداس معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے لب کشائی کی: ''شاہ صاحب آپ کا تبادلہ ہو گیا ہے؟ سنا ہے آپ چلے جائیں گے۔'' اس سے پہلے میں جواب دیتا وہ پھر بولی ''یہ مکھن میں آپ کے لئے لائی ہوں' اسے میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔'' اور اس کے ساتھ ہی اس کے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

میں نے کہا ''بلو تمہاری شادی بڑے زمیندار گھرانے میں ہوئی ہے جہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ تمہارے والدین نے جو کچھ کیا تمہاری بہتری کے لئے کیا۔'' وہ کہنے لگی ''ہم مشرقی لڑکیاں ہیں' والدین جہاں چاہیں بیاہ دیں ہم اُف تک نہیں کرتیں۔'' میں نے کہا ''شاباش شیرنی حوصلہ رکھو۔'' لیکن میں سوچنے لگا مشرقی عورت غریب گھرانے کی ہو' سفید پوش گھرانے کی یا امیر گھرانے کی' اکثر اس کی شادی ماں باپ کی مرضی کے مطابق ہوتی ہے اور اس کی مرضی کا کوئی خیال نہیں کرتا۔ لیکن مغرب میں ماں باپ لڑکے لڑکی کی مرضی کے مطابق جہاں وہ چاہیں شادی کر دیتے ہیں۔ بلکہ لڑکا لڑکی خود مختار ہوتے ہیں۔ بلو مجھے خیالوں میں چھوڑ کر روتی ہوئی چلی گئی۔

اس کے بعد میں کرموں کے پاس گیا' کرموں کو سخت بخار تھا وہ سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔ مجھے دیکھ کر اُٹھنے کی ناکام کوشش کرنے لگا اور بولا ''شاہ صاحب میری زندگی تو کسی نے چھین لی ہے' حیران ہوں ابھی تک زندہ کیوں ہوں۔'' میں نے اسے کچھ رقم دی' وہ کہنے لگا ''ابھی تک تو میں نے ٹوکے کے پیسے بھی مکمل طور پر نہیں اُتارے۔'' میں اسے تسلی وغیرہ دے کر چلا آیا۔

کافی عرصہ گزر گیا ہے' ڈھوڈک کے مقام پر سروے کر کے آیا ہوں لیکن آج بھی کرموں اور بلو کو یاد کر رہا ہوں۔

WAQAR AZEEM www.Pakistanipoint.com

گمشدگی

نعمان اسحاق بھٹی

آنکھوں کے گرد اچانک سیاہ حلقے اور جھریاں نمودار ہوگئی تھیں۔ گردن پر سلوٹیں اور چہرے پر روکھا پن۔ ”کیا یہ پہلے سے موجود نہیں تھے یا میں ہی کبھی غور سے دیکھ نہیں پائی تھی، لوئے بنگم اگر سب کچھ نہ بتاتے تو کیا واقعی یہ بڑھاپا نظر نہیں آتا، کیا آنے والے بمشکل چار دن..... کیا واقعی میں اس طرح فراموش کر دی جاؤں گی؟“

ایک باوقار خاتون کا فسانہ، اُس کی زندگی کے بس چار دن باقی تھے

”کوئی صاحب آئے ہیں..... لوئے نام بتایا ہے انہوں نے“ ملازم نے آ کر اطلاع دی۔

”لوئے بنگم؟ نوکیلی بڑی بڑی مونچھوں والے گورے..... ہاں؟“

سدھیر اڈیوس کی تشویش بڑھنے لگی۔

”ٹھنڈا گرم کچھ دیا؟..... کہو آتی ہوں۔“

نوکر کے رخصت ہوتے ہی وہ آئینے کے سامنے خود کو دیکھ کر ایک خاص انداز میں مسکراتے ہوئے باہر نکل آئیں۔

اُنہیں سیڑھیاں اُترتے دیکھ کر لوئے بنگم استقبالیہ انداز میں اپنی نشست چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ فراخدلی سے کیا جانے والا واقعی یہ ایک

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

شاندار استقبال تھا۔ انہوں نے سامنے دیوار پر انکی پنڈولم والی ایک کافی پرانی گھڑی کی طرف دیکھا۔ 11 بج کر 20 منٹ...... ”کیا ہم اگلے دس منٹ میں اپنی بات مکمل کر سکتے ہیں؟ میرے بیٹے کا فون آنا ہے۔“ سدھیرا ڈیوس کرسی کے پائے پر زور دیتے ہوئے آہستگی سے بیٹھ گئیں۔

”دس منٹ......“ وہ کچھ سوچ میں پڑ گئے۔ ”میں سمجھ سکتا ہوں آپ کا وقت بہت قیمتی ہے مگر......“

سدھیرا ڈیوس نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے بنگم کو بات شروع کرنے کا اشارہ کر دیا۔

”ضرور یہ کوئی غیر متوقع، قابل اعتراض بات کرنے والے ہیں...... مجھے معلوم ہوتا تو شاید...... ملاقات کی نوبت ہی نہ آنے دیتی۔“ غصے اور پریشانی کی ملی جلی کیفیت میں وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گئیں۔

پھر لوئے بنگم نے جو کچھ کہا وہ ان کے لیے انتہائی پریشان کن تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ تقدیر ان کے ساتھ ایسا مذاق کرے گی۔

”چند دن...... پھر کچھ نہیں، احمقانہ بات۔“ وہ مسلسل سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ”مجھے نہیں لگتا کہ میں اس معاملے میں بے کار میں ہی اپنا وقت ضائع کر رہی ہوں۔ چار دن...... اپنے بیٹے سے چار گھنٹے روزانہ بات۔

کیا یہ ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ مجھے آگاہ کرتے حالانکہ سب کچھ ٹھیک جا رہا تھا۔ یہ ان کی ذمہ داری تھی مگر مجھے کبھی شکایت نہیں ہوئی تھی۔“ لامحدود سوچیں انہیں گھیرے ہوئے تھیں۔

آج آئینے کے سامنے انہیں بہت سی تبدیلیاں نظر آنے لگی تھیں۔ سر کے سفید بالوں میں کہیں کہیں کوئی ایک آدھ سیاہ بال نظر آ رہا تھا۔ آنکھوں کے گرد اچانک سیاہ حلقے اور جھریاں نمودار ہو گئی تھیں۔ گردن پر سلوٹیں اور چہرے پر روکھا پن۔ ”کیا یہ پہلے سے موجود نہیں تھے یا میں ہی کبھی غور سے دیکھ نہیں پائی تھی، لوئے بنگم اگر سب کچھ نہ بتاتے تو کیا واقعی یہ چیزیں، یہ بڑھاپا نظر نہیں آتا، کیا آنے والے بمشکل چار دن...... کیا واقعی میں اس طرح فراموش کر دی جاؤں گی؟“ وہ اب الماری میں سے ایک کتاب اٹھا کر اس پر سے دھول جھاڑنے لگیں۔

”گمشدگی۔“ رائٹر سدھیرا ڈیوس۔

ان کا ہاتھ کپکپاتا ہوا اپنی کتاب پر چلنے لگا۔

”آٹو گراف میم؟“ بستر پر بیٹھتے ہوئے کچھ پرانے دن لوٹنے لگے۔ پچاس سے زائد لڑکیوں کی بیک وقت آواز آئی تھی۔ ایمرسن کالج میں لٹریچر کا پہلا لیکچر۔ واقعی ایک شاندار دن تھا۔ ایک ہیجانی سی کیفیت کا غلبہ ان پر طاری ہونے لگا اور دھیرے دھیرے آنکھوں کے سامنے کی ہر چیز دھندلی ہوتی گئی۔

اگلی صبح ہوا میں کافی تندی تھی۔ بحر اوقیانوس کی لہروں میں کافی چڑھاؤ آ گیا تھا۔ انہی لہروں کے شور سے ہی مسز ڈیوس کی آنکھ جلدی کھلی تھی۔ یہ معمول سے ہٹ کر تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ رات بھر سو نہیں پائی تھیں۔

”7 بج کر 40 منٹ۔“ وہ رنجیدہ سی بڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں۔ بڑھاپے میں دو ہی چیزیں ضروری ہوتی ہیں...... پوتے، پوتیاں، اگر ہوں...... ورنہ سرہانے پڑا کوئی جاسوسی ناول اور میٹھی پر سکون خوابوں بھری نیند۔ جو کل تک تو مسز ڈیوس کی دسترس میں تھے مگر گزشتہ رات سے بے سکونی، بے چینی اور خوف کی ملی جلی کیفیت کی شکایت ہونے لگی تھی۔ آج کوئی بھی چیز ایسی نہیں تھی جو ساحل اور اس سے ٹکراتی پُرشور لہروں کو دیکھنے میں رکاوٹ بنی ہو۔ یہ صبح ہی تھی جس نے اچھلتی جھاگ بناتی لہروں کو دیکھنے میں آسانی پیدا کر دی تھی حالانکہ سورج کے سر سے تجاوز کرنے سے رات گئے تک لہروں کو دیکھنا ناممکن تھا۔ اس کی وجہ ساحل پر دوڑتے بچے، چہل قدمی کرتے ہوئے

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

سیارہ ڈائجسٹ کی ایک اور عظیم الشان ایمان افروز پیشکش

شائع ہو گیا ہے!

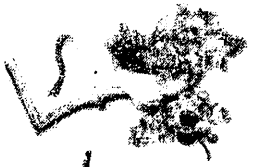

طبِ نبویؐ نمبر

جسمانی اور روحانی امراض کا نبویؐ طریق علاج

☆ رسول اکرمؐ نے حسب ضرورت خود بھی دوا استعمال فرمائی اور آپؐ نے بعض بیماریوں کا علاج بھی تجویز فرمایا۔

☆ رسول اللہؐ کی بتائی ہوئی غذائیں، مشروبات، پرہیز اور جڑی بوٹیاں۔

☆ دل کی بیماریوں، بخار، پیچش، قبض، آشوب چشم، پھوڑے پھنسیاں، درد سر اور شقیقہ، کھجلی اور بہت سی بیماریوں کا نبویؐ طریقہ علاج۔

☆ مرگی، جادو، نظر بد، جلدی امراض، بے چینی، بے خوابی اور دیگر امراض کا روحانی علاج۔

سیارہ ڈائجسٹ 240 مین مارکیٹ ریواز گارڈن، لاہور۔

فون: 37245412

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

جوان جوڑے اور بنچوں پر بیٹھے بوڑھے ہی تھے۔ ساحل پر چند ایک ٹی سٹال تھے جن کے گرد لوگوں کی بھیڑ ان کی موجودگی کو قابل اعتراض بنا دیتی تھی مگر آج ٹی سٹال صاف نظر آ رہے تھے۔ سینے پر ہاتھ باندھے بالکونی میں کھڑی ہو کر مسز ڈیوس بحر اوقیانوس کی لہروں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

''بالکونیوں سے جھانکتی ہوئی کنواری لڑکیوں کا ہجوم، بچے، مردوں میں سے کچھ جان پہچان والے، غمزدہ نوکر چاکر، محلے داری نبھاتی ہوئی کچھ عورتیں...... اور ایک بے جان سا بستر پر پڑا جسم۔'' ان کا بس چلتا تو وہ ابھی رو دیتیں۔ ''کوئی سرگوشی ہو گی، کتنی اچھی تھیں! دُور سے آنے والی قریبی رشتہ دار عورت کی سسکی، بیٹا آئے گا؟، بھیگی بھیگی آنکھیں، غمزدہ چہرے، اتنی شاندار رخصتی...... ایلین!'' وہ مسلسل سوچے جا رہی تھیں۔

''شاید میری اس دنیا میں آمد پر اتنا ہجوم نہ رہا ہو، دو چار خوشی کے آنسو، دو چار لوگ، ہوں گے بس...... مگر جاتے ہوئے بہت سے لوگ، بچے، کنواری لڑکیاں، عورتیں ہوں گی اور پھر تین دن مزید آنے والی تعزیتوں کا نہ ختم ہونے والا ایک لمبا سلسلہ...... شاندار رخصتی ہو گی!''

''میرے مرنے سے کسے فرق پڑنے والا ہے۔'' وہ بڑبڑائیں۔ ''گھر باغیچے کو، بدیس بسے بیٹے کو یا ساحل پر دوڑتے شریر بچوں کو، یا سمندر اس غم میں بہتا بہتا سوکھ جائے گا کہ کبھی کبھار آنے والوں میں سے اب ایک نہیں رہی...... مسز ڈیوس نہیں رہی۔''

کچھ دیر بعد فون چیخ اُٹھا۔ وہ چونک گئیں۔ آنسوؤں کی ایک دھار ان کے رخسار چیرتی ہوئی نیچے گر گئی۔ وہ دھیرے دھیرے کمرے کی طرف قدم بڑھانے لگیں۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ پھسلیں اور گر پڑیں۔ نظریں دائیں طرف گھڑی پر جا اٹکیں۔ 11 بج کر 30 منٹ۔ کچھ پرانی باتیں لوٹنے لگیں:

''کیا ہم اگلے دس منٹ میں اپنی بات مکمل کر سکتے ہیں؟'' لوئے ہنگم ان سے کہہ رہے تھے ''میں جانتا ہوں آپ کا وقت بہت قیمتی ہے مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ تھوڑا عرصہ زندہ رہنے والی ہیں۔ یہی کوئی اگلے چار دن بمشکل سے۔ بیماری آخری مراحل میں ہے۔ مجھے افسوس ہے۔'' گھڑی کو گھورتی آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا۔ لہروں کی آواز مدھم سے مدھم ہوتی گئی۔ اب تک سانسوں کا رابطہ مسز ڈیوس کے جسم سے منقطع ہو چکا تھا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی اب بھی بج رہی تھی۔

☆............☆............☆

اگلے روز ڈاکٹر لوئے ہنگم آئے۔ ہاتھوں میں کچھ کاغذ تھے۔ گھر کے باہر بچوں سے بھی پوچھا ''مسز ڈیوس ہیں؟'' بچے کچھ دیر لوئے ہنگم کے چہرے پر ہنسی کو حیرانی سے دیکھ کر آگے نکل گئے۔ عورتوں کا ہجوم بھی ان کے سامنے سے گزرا۔ وہ اب صحن میں داخل ہو چکے تھے ''کوئی پارٹی ہے، کوئی تقریب...... یا کتاب کا افتتاح۔'' وہ سوچ میں پڑ گئے۔ کیا کوئی ایسے حالات میں خوشی منا سکتا تھا کہ جب اسے معلوم پڑ جائے کہ آنے والے بمشکل چار دن وہ زندہ رہنے والا ہے۔ شاید ہی کوئی مگر مسز ڈیوس نہیں۔

''مسز ڈیوس کہاں ہیں؟'' انہوں نے نوکر سے پوچھا ''وہ اب زندہ رہ سکتی ہیں، آنے والے دس بیس سال واقعی۔ وہ رہ سکتی ہیں۔ وہ رپورٹس غلط تھیں، مسز ڈیوس''

''میم'' وہ زور سے پکارے۔ شکست اور اضطراب کے آنسوؤں کے ساتھ کھڑے نوکر کا چہرہ بھیگنے لگا۔

❖......❖......

کیڑے مکوڑوں کی عجیب عادتیں

عارف محمود اپل

بھونرا اپنے وزن سے ساڑھے آٹھ سو گنا زیادہ وزن اٹھا لیتا ہے، 'کاک روچ' کے سر میں قدرت نے ایک ایسا ہی معاون دل لگا رکھا ہے جس کے ذریعے خون اس کے جسم کے دور دراز حصوں میں پہنچتا ہے، پانی میں بود و باش رکھنے والے کیڑوں کے معاون دل ان کی ٹانگوں میں ہوتے ہیں۔

حشرات الارض کے عجائبات کے بارے میں تحقیق کرنا گویا زندگی کے معجزوں میں مستغرق ہونا ہے۔

کیڑے مکوڑے قدرت کے تخلیقی شاہکار ہیں۔ حشرات الارض کی اس قدر بہتات ہے کہ ان کی تعداد اقسام سے کوئی بھی واقف نہیں ہے تاہم اب تک تقریباً ساڑھے سات لاکھ اقسام ان کی متعین کی جا سکی ہیں اور ہر سال چار ہزار نئی اقسام دریافت ہو رہی ہیں۔ ماہرین حشرات الارض یہ پیش گوئی کرتے ہیں کہ جب روئے زمین کے تمام کیڑوں مکوڑوں کو دریافت کر لیا جائے گا تو ان کی اقسام کروڑوں تک پہنچ جائیں گی۔ ان لاتعداد جانوروں کی شکل و شباہت اور عادات ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ عادات اور جسمانی ساخت کا یہ اختلاف انہیں ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے میں مدد دیتا ہے۔

WAQAR AZEEM pakistanipoint.com

ایک کیڑا ایسا بھی ہے جو سرخ مرچ کے اندر پنپتا ہے۔ کچھ کیڑے اس قدر باریک اور پیچیدہ ہوتے ہیں کہ وہ گھوڑا مکھی کی زبان پر ڈیرے ڈالے رہتے ہیں۔ کچھ ایسے قلیل العمر جاندار بھی ہیں جن کی زندگیاں سورج کی حدت کو برداشت نہیں کر پاتیں، جن کے منہ اور معدے نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ کچھ کھاتے پیتے ہیں۔

بے پایاں گوناگونی کے باوجود حشرات کی بعض عادات ملتی جلتی ہیں۔ موسم گرما میں بڑے بڑے پروانے ہمیں بہت ہی بھلے دکھائی دیتے ہیں جبکہ وہ اپنے خوشنما پروں کو پھڑپھڑاتے ہوئے ہمارے مکانوں کی کھڑکیوں کے شیشوں کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ یہ پتنگے اس کاٹنے والے پِسو سے کسی قدر مختلف ہوتے ہیں جو کتوں کے بالوں پر اِدھر اُدھر پھدکتے رہتے ہیں یا پھر وہ مکھیاں جو موسم بہار میں شام کے وقت تالابوں پر رقصاں دکھائی دیتی ہیں۔ بنیادی طور پر یہ سبھی جاندار ہیں البتہ جب ہم ان کی ساخت پر غور و خوض کرتے ہیں تو ہمیں غیر معمولی حیرت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

ان حشرات کے اجسام میں کوئی ہڈی نہیں ہے۔ یہ اپنی کھالیں باہر ہی سے پہنے ہوئے ہیں۔ اگر آپ ان کا انسانی ساخت سے موازنہ کریں تو صورت حال بالکل برعکس ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اشیاء یا اعضاء جو قدرت نے انسانی جسم کے اندر بنائے ہیں، وہ ان حشرات میں باہر بنائے ہیں اور جو اعضاء جسم انسانی میں باہر ہیں وہ ان میں اندر بنائے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کے دل ان کی کمر کے اوپر بنائے گئے ہیں۔ ان کی ٹانگیں نلکی کی شکل کی ہیں جنہیں پٹھوں کی قوت ودیعت کر کے ان کی کھالوں (پنجر) سے پیوستہ کر دیا گیا ہے، جہاں تک نرم رگوں اور شریانوں کا تعلق ہے انہیں محفوظ کرنے کے لیے اندر کی جانب رکھا گیا ہے۔ ان کی ٹانگوں کو ان کی جسامت کے مطابق مضبوط بنایا گیا ہے۔

پچھلے دنوں ایک ماہر حشرات الارض نے تجربۃً باریک دبلے پتلے ایک بھنورے پر بتدریج بڑھاتے ہوئے وزن رکھا تو وہ بغیر کسی رکاوٹ اور وقت کے گھومتا پھرتا رہا جب کہ اس پر لدا ہوا وزن اس کے وزن سے 850 گنا زیادہ تھا اور جبکہ ایک اوسط درجے کا تنومند آدمی اپنے وزن کا دوتہائی وزن اُٹھا سکتا ہے۔ مضبوط اور لچکدار بیرونی کھال ایک نازک اور کمزور دکھائی دینے والے کیڑے کو حیران کن پائیداری عطا کرتی ہے۔ خودمختار تتلی جو بظاہر ایک اُڑتا ہوا غیر حقیقی گوکھروکا بیج دکھائی دیتی ہے، بوقت پرواز تین ہزار میل سے کہیں زیادہ چکر لگاتی ہے، دوسری رنگین مادہ تتلیاں جن پر شناخت کے لیے سائنسی تجربات کے دوران نشان لگائے گئے تھے، دریافت پر پتا چلا کہ انہوں نے افریقہ سے آئس لینڈ تک کی طویل اور پُرخطر مسافت طے کی جبکہ اس مسافت میں تند و تیز بادوباراں اور ژالہ باری سے بھی انہیں سابقہ پڑا۔ بایں ہمہ وہ اپنے نرم و نازک اور دیدہ زیب پروں کو پھڑپھڑاتی ہوئی اپنی منزل مقصود پر پہنچیں۔

اس بیرونی پنجر (کھال) میں پھیلاؤ کی کوئی گنجائش نہیں ہے لہٰذا دورانِ نشوونما یہ حشرات میعادی طور پر کینچلی اُتارتے یا پر جھاڑتے ہیں۔ خاردار کینچلی یوں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے گویا وہ کیڑے کے جسم کا حصہ نہ تھی اور نرم و نازک کیڑا یوں رینگتا ہوا اس میں سے نکل کر چل دیتا ہے گویا اس کا جسم عارضی طور پر کسی ہڈی کی طرح ہو۔ کیڑا ہوا اور پانی نگلتا چلا جاتا ہے۔ پانی کا نگلنا اور سوزش

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک کہ وہ نئی مناسب جسامت اختیار نہیں کر لیتا اور پھر جلد ہی یہ نئی کھال اس کے اردگرد مضبوط ہو جاتی ہے۔ ان حشرات کے دوران خون کا نظام بھی ہمارے نظام خون سے بالکل مختلف ہے، ان کے اجسام میں ایک ہی بڑی خون کی نالی ہے جو دل سے گزر کر چھاتی سے ہوتی ہوئی ان کے سارے جسم میں خون مہیا کرتی ہے۔ ان کے اجسام میں موجود متعدد معاون دلوں سے خون ان کے اجسام کے ہر حصے میں پہنچتا ہے۔ یہ معاون دل یا ''پمپنگ سٹیشن'' ان کے طاقتور پٹھے ہی ہیں اور قدرت نے انہیں ان کے اجسام میں ٹھیک اسی حصے میں لگا رکھا ہے جہاں ان کی اشد ضرورت ہے۔

مثال کے طور پر بھنورے کی قسم کے ایک کیڑے ''کاک روچ'' کے سر میں قدرت نے ایک ایسا ہی معاون دل لگا رکھا ہے جس کے ذریعے خون اس کے جسم کے دور دراز حصوں میں پہنچتا ہے، پانی میں بود و باش رکھنے والے کیڑوں کے معاون دل ان کی ٹانگوں میں ہوتے ہیں۔ ان کا سانس لینے کا طریقہ بھی بہت حیران کن ہے کیونکہ نہ تو یہ منہ سے سانس لیتے ہیں اور نہ نتھنوں سے اور نہ ہی ان کے پھیپھڑے ہوتے ہیں، بلکہ ان کے پہلوؤں میں متناسب نلکیاں لگی ہوئی ہیں جن میں ننھے ننھے سوراخ ہیں۔ ایسی ہر نلکی ہوائی ظرف کا کام دیتی ہے۔ جسم کے اندر یہ نلکیاں دو بڑی نلکیوں سے منسلک ہیں جن کے ساتھ سینکڑوں باریک باریک ریشے ملے ہوئے ہیں جن کے ذریعے ہوا ان کے جسم کے ہر حصے تک پہنچتی ہے، ہر سوراخ کا منہ خود بخود کھلتا اور بند ہوتا رہتا ہے اور اسی طرح تازہ ہوا اندر داخل ہوتی رہتی ہے اور گندی ہوا خارج ہوتی رہتی ہے۔

ستانے کے وقت انہیں بہت کم آکسیجن کی ضرورت پڑتی ہے لیکن پرواز یا رینگنے یا چلنے پھرنے کے دوران انہیں بے اندازہ آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس صورت میں انہیں یکا یک پچاس گنا زیادہ آکسیجن درکار ہوتی ہے، پروں کی پھڑ پھڑاہٹ آکسیجن کو ان کے قریب لے آتی ہے اور جونہی پروں کے پٹھے سکڑتے ہیں، اندرونی تمام ہوا باہر نکل جاتی ہے اور جب پھیلتے ہیں تو تازہ ہوا ننھے ننھے سوراخوں کے ذریعے اندر داخل ہو جاتی ہے۔ آکسیجن کی بہم رسانی کا یہ نظام اس قدر مکمل ہے کہ دوران پرواز ہر پھڑ پھڑاہٹ پر انہیں تازہ ہوا خود بخود ملتی رہتی ہے۔

حشرات الارض کے اجسام کا مضبوط ترین حصہ پر ہی ہوتے ہیں۔ لمبے اور کاغذ کی مانند باریک جسم والا کیڑا جسے ''ڈریگن مکھی'' کے نام سے پہچانا جاتا ہے، چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کرتی ہے۔ ایک مچھر جو اپنے حلق تک خون سے بھرا ہوتا ہے، حیرت انگیز پرواز کا ریکارڈ قائم کرتا ہے جبکہ اس کے جسم میں چوسے ہوئے خون کی مقدار اس کے اپنے وزن سے دوگنی ہوتی ہے۔ اپنی پرواز کو جاری رکھنے کے لیے یہ ایک سیکنڈ میں تین سو سے زیادہ مرتبہ اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتا ہے۔ پروں کی یہ اندھا دھند پھڑ پھڑاہٹ کسی طور بھی موزوں نہیں ہے۔ جب ہم اس کی بھنبھناہٹ سنتے ہیں اور یہ ہمیں دکھائی بھی نہیں دیتا تو اس کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ فی سیکنڈ ایک ہزار بار سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

ایسے حشرات جو پرواز نہیں کر سکتے ان کا طاقت و توانائی حاصل کرنے کا طریقہ بہت ہی انوکھا ہے جس کا اظہار بھی بڑا حیران کن ہے۔ ایک پسو جو کتوں کے بالوں پر پھدکتا دکھائی دیتا ہے اس میں

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

پھدکنے کی طاقت اس قدر ہوتی ہے کہ وہ اپنی جسامت سے سو گنا زیادہ پھدکتا ہے، اگر ایسی ہی پھدکنے کی قوت انسان میں ہوتی تو یہ نسبتاً بڑی بڑی عمارتوں کو پھلانگ جاتا۔ یہ کیڑے مکوڑے بظاہر بڑے کمزور اور نرم و نازک دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کی مضبوطی کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ یہ ایک لوہے کے پل کی طرح مضبوط ہوتے ہیں۔ ایک تجربے کے دوران شہد کی مکھیوں اور تتلیوں کو ایک ٹیوب میں بند کر دیا گیا اور پھر ٹیوب سے ہوا کو یکسر خارج کر دیا گیا یہاں تک کہ ان کے اجسام سے نمی (رطوبت) بھی خارج کر دی گئی۔ جونہی یکا یک مناسب دباؤ سے ٹیوب ٹوٹی تو اس کے یہ نرم و نازک قیدی بغیر کسی نقصان کے زندہ و سلامت برآمد ہوئے جبکہ ایسی حالت میں ایک قوی ترین ہاتھی بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

ان حشرات کے دماغ بھی ثانوی ہوتے ہیں۔ زندگی کے دوران ان کی راہنمائی انوکھے حسیات سے ہوتی ہے۔ یہ دو قسم کے کانوں سے سنتے ہیں۔ ایک قسم تو نرم و نازک قسم کے بالوں کی ہے جن میں سننے کی حس کارفرما ہے یا پھر کان کے بیچ کے حصے کی طرح جیسے ہمارے کان ہیں، پردے سے ان کے تمام جسم پر لگے ہوتے ہیں۔ رہے جھینگر تو ان کے کان ان کے گھٹنوں پر لگے ہوئے ہیں۔ ٹڈیوں کے کان ان کے شکم پر ہیں۔ آبی حشرات اپنی چھاتی سے سنتے ہیں۔ جھاڑیوں میں رہنے والے جھینگروں کی سماعت سب سے بڑھ کر ثابت ہوئی ہے۔ عام

"چالاک لومڑی"

لومڑی کی چالاکی اور ہوشیاری کی کہانیاں تو آپ اکثر سنتے ہوں گے تاہم اس کا عملی مظاہرہ شاید آپ نے کبھی نہ دیکھا ہو۔ البتہ انگلستان کے علاقے سسیکس کے بھرے بازار میں درجنوں لوگوں نے لومڑی کی "چالاکی" کا مظاہرہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ہوا کچھ یوں کہ 38 سالہ جرمی کلارک اپنی بیوی اینا کے ساتھ ہسپتال جانے کے لئے گھر سے نکلے۔ انہوں نے ہسپتال پہنچ کر گاڑی پارک کی اور دونوں گاڑی سے باہر نکل کر وہ ہسپتال کی طرف جارہے تھے کہ اچانک یہ لومڑی کہیں سے برآمد ہوئی اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے لومڑی نے اینا کا پرس اُچک لیا اور یہ جا وہ جا ہوگئی۔ جرمی نے اسے آوازوں سے ڈرانے کی کوشش کی مگر چند لمحوں میں لومڑی نظروں سے غائب ہو چکی تھی۔ اینا کے پرس میں موبائل فون، نقدی، چابیاں، کچھ خطوط اور دیگر اہم چیزیں تھیں مگر اب وہ سوائے کف افسوس ملنے کے کچھ نہ کر سکتے تھے۔

دونوں میاں بیوی کافی دیر تک حیران پریشان وہاں کھڑے اِدھر اُدھر دیکھتے رہے۔ انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ ایک لومڑی کیونکر پرس چُرا کر لے گئی۔ ان کی یہ حیرت ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ اچانک لومڑی دوبارہ جھاڑیوں سے نمودار ہوئی اور اس نے پرس لا کر اینا کے سامنے واپس رکھ دیا۔ وہ دونوں ایک بار پھر حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ تب ہی ایک راہ گیر نے دلچسپ جملہ کسا:

"چالاک لومڑی کو احساس ہوگیا ہوگا کہ پرس میں اس کے کام کی کوئی شے نہیں"

(مرسلہ: محمد احمد۔ فیصل آباد)

☆☆☆

WAQAR AZEEM www.Pakistanipoint.com

سیارہ ڈائجسٹ کی ایک اور عظیم الشان ایمان افروز پیشکش

طبِ نبویؐ نمبر

جسمانی اور روحانی امراض کا نبویؐ طریق علاج

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

☆ رسول اکرمؐ نے حسب ضرورت خود بھی دوا استعمال فرمائی اور آپؐ نے بعض بیماریوں کا علاج بھی تجویز فرمایا۔

☆ رسول اللہؐ کی بتائی ہوئی غذائیں، مشروبات، پرہیز اور جڑی بوٹیاں۔

☆ دل کی بیماریوں، بخار، پیچش، قبض، آشوب چشم، پھوڑے پھنسیاں، درد سر اور شقیقہ، کھجلی اور بہت سی بیماریوں کا نبویؐ طریقہ علاج۔

☆ مرگی، جادو، نظر بد، جلدی امراض، بے چینی، بے خوابی اور دیگر امراض کا روحانی علاج۔

سیارہ ڈائجسٹ 240 مین مارکیٹ ریواز گارڈن، لاہور۔

فون: 37245412

انسانی سماعت کی رفتار تقریباً بیس ہزار ارتعاش فی سیکنڈ کے لگ بھگ ہے لیکن جھینگر کی قوت سماعت پینتالیس ہزار ارتعاش فی سیکنڈ ہے۔ لاتعداد حشرات الارض کی سماعت انسانی سماعت سے زیادہ ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ہمارے گھروں سے باہر جب ہر جانب مکمل سناٹا ہوتا ہے تو تمام کرۂ ارض میں حشرات الارض کی آوازیں گونج رہی ہوتی ہیں جبکہ وہ اپنی اپنی بولی میں ایک دوسرے سے محو کلام ہوتے ہیں۔

یہ آنکھوں سے، جنہیں اصطلاحاً ''چشمک'' کہا جاتا ہے، دیکھتے ہیں اور ان کی یہ آنکھیں ان کے سروں پر ہوتی ہیں۔ یہ آنکھیں لاتعداد ہوتی ہیں جنہیں آپ چاہیں تو آنکھیں کہہ لیں اور چاہیں تو نہ دکھائی دینے والی حس بصارت کہہ لیں۔ اپنی آنکھوں کو کلی طور پر بند کیے پروانہ بڑی مستعدی سے اندھا دھند شمع کی جانب بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور بعینہٖ تاریکی کا رسیا پروانہ اندھیرے کی سمت بڑھتا چلا جاتا ہے۔ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ دونوں اپنی کھال سے دیکھتے ہیں۔ ان لاتعداد آنکھوں سے انہیں دنیا غیر معمولی طور پر دائرے کی صورت میں بہت بڑی دکھائی دیتی ہے۔ متعدد ذہین ماہرین حشرات کی آنکھوں کی تصاویر کھینچنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ ان تصاویر سے دنیا موسوی تحریر کا نمونہ دکھائی دیتی ہے، ہر آنکھ نے ایک رُخ سے تصویر کھینچی ہے اور جب ان کو جوڑا گیا تو ان ٹکڑوں نے ایک ایسی تصویر بنا دی جیسے دائروں والا شیشہ دریچوں میں لگا ہوتا ہے۔ ایک ڈریگن مکھی کی آنکھ میں ایسے پچیس ہزار دائرے ہوتے ہیں۔

جہاں تک حشرات کی سونگھنے اور ذائقے کی حس کا تعلق ہے، ان میں دوسری تمام مخلوقات کی نسبت یہ حسیں بھی بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ اگرچہ ان کے ذائقے کے آلات ان کے منہ میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ محیر العقول اور ناقابل یقین مستعدی سے ذائقہ چکھ لیتے ہیں۔ تتلیاں اور شہد کی مکھیاں منہ کے علاوہ اپنے پاؤں سے بھی ذائقہ چکھتی ہیں۔ ان کی خوراک جسے بغیر خردبین کے دیکھنا ممکن نہیں، دیکھ کر حیرت کی انتہا نہیں رہتی۔ اسے ان کی حسیات کا معجزہ کہنا زیادہ موزوں ہو گا، ذائقے کی انتہائی حد جس سے انسان مٹھاس چکھتا ہے، اس میں ایک حصہ مٹھاس اور سو حصے پانی ہوتا ہے لیکن بعض حشرات اور تتلیاں مٹھاس چکھ لیتی ہیں جبکہ مٹھاس ایک حصہ اور پانی تین لاکھ حصے ہوتا ہے۔

یہی عالم ان کے سونگھنے کی حس کا بھی ہے۔ ہماری یہ دنیا ان کے لیے محض گدگدی اور تخیلاتی بُو یا خوشبو ہی کا درجہ رکھتی ہے۔ نر حشرات اپنی پرواز کے دوران نوسیل کی دُوری سے مادہ کی خوشبو سونگھ لیتے ہیں، مزید برآں ان حساتی قوتوں کے، جو ہمارے عملی مشاہدے میں آ چکی ہیں، یہ حشرات کچھ اور بھی حسیات رکھتے ہیں جن کی خصوصیات تاحال متعین نہیں کی جا سکی ہیں۔ بھنوروں پر، یہ معلوم کرنے کے لیے کہ وہ چھپے ہوئے گوشت کے ذرات کا سراغ کیونکر لگا لیتے ہیں، کچھ تجربات کیے گئے۔ ان تجربات کے دوران ان کے ہر حساتی آلے کو بیکار کر دیا گیا۔ نیز ان کے پورے جسم پر خول چڑھا دیئے گئے۔ اس کے باوجود وہ اس چھپے ہوئے خزانے کی طرف بغیر کسی رکاوٹ کے پہنچ گئے، الغرض حشرات الارض کے عجائبات کے بارے میں تحقیق کرنا گویا زندگی کے معجزوں میں مستغرق ہونا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.pakistanipoint.com

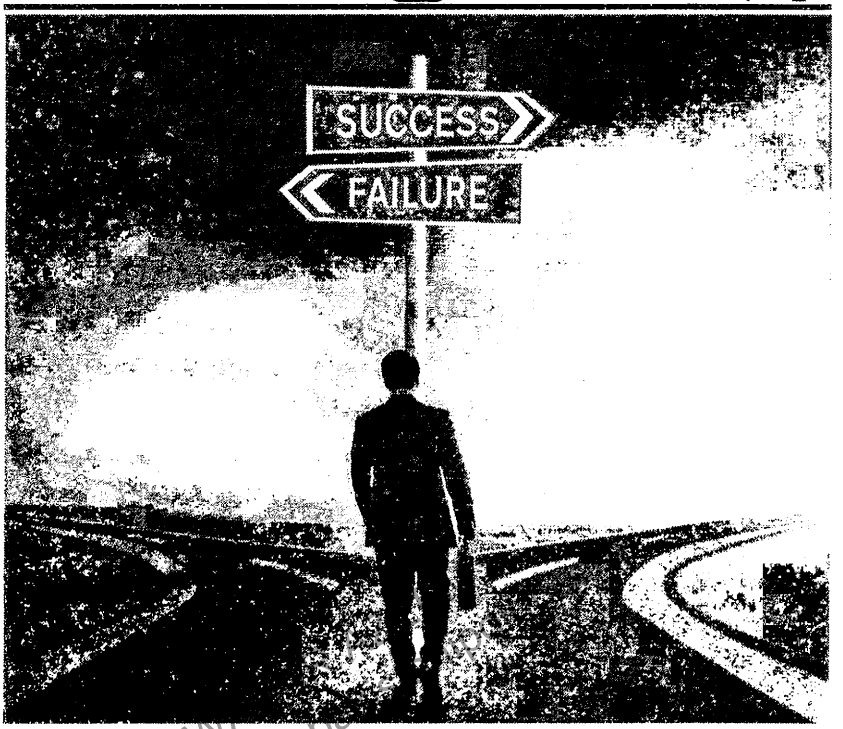

کتاب زیست کا ایک یادگار باب

ایم بی انجم

کمشنر صاحب نے ازراہ مہربانی مجھے بھی اپنے دفتر میں بلا کر جہانگیر خاں سے ملاقات کا شرف بخشا۔ مادر وطن کے اس قابل فخر بیٹے نے زندگی میں چھ بار سکواش کا ورلڈ ٹائٹل اور دس بار برٹش اوپن جیت کر پاکستان کا نام روشن کیا۔ نیز مسلسل 555 میچ جیت کر ایک ناقابل شکست ریکارڈ بھی قائم کیا۔!

ایک انسان کی جدوجہد اور کامیابی کی جستجو کی کہانی

پی آئی اے ایمپلائز سرکل کی پوسٹنگ کے دوران ایک دلچسپ تاریخی واقعہ بھی پیش آیا اور وہ تھا زندگی میں پہلی کار خریدنے سے متعلق۔ اکیڈمی ٹریننگ انکم ٹیکس کی شعبہ جاتی تربیت اور کراچی میں چار چھ ماہ کی نوکری کے دو اڑھائی برسوں کے دوران ملنے والی تنخواہ میں سے میرے پاس کوئی پچیس ستائیس ہزار روپے کی رقم جمع ہوگئی۔ مگر اس بچت میں مزید اضافہ یوں رُک گیا کہ میرے گھر واقع انچولی سوسائٹی سے اتاترک روڈ پر واقع دفتر کا فاصلہ کم و بیش پچیس کلومیٹر تھا۔ یوں تو زندگی میں پیدل

اور بسوں میں بہت دھکے کھائے تھے مگر وہ اس وقت کے حالات کے مطابق ٹھیک تھے' اب میں ایک انکم ٹیکس افسر تھا اس لئے وین یا بس میں دفتر جانا آنا کسر شان تھا۔ اور رکشہ ٹیکسی کا کرایہ ناقابل برداشت حد تک زیادہ تھا۔ چنانچہ سوچا کہ کہیں یہ بچت بھی ٹھکانے نہ لگ جائے اس لئے اس کا کوئی ایسا استعمال کرلیا جائے جس سے یہ آمدورفت کا مسئلہ حل ہوجائے۔ ایک روز میں نے اپنے چہیتے سٹاف ممبر فاروق عابدی سید سے پوچھا کہ اسے پرانی کاروں کی قیمتوں وغیرہ کا کوئی آئیڈیا ہے تو وہ کہنے لگا کہ سر میں نے تو آج تک زندگی میں سائیکل تک نہیں خریدی کاروں کی قیمتوں سے متعلق مجھے جانکاری کیسے ہوسکتی ہے۔ میں نے کہا "اب پھر آپ کو یہ جانکاری لینی پڑے گی۔ میرے پاس پچیس ہزار روپے ہیں مگر رکشہ اور ٹیکسی کے کرائے میری اس بچت کو کھائے جارہے ہیں۔ پتہ کرو کہ کیا اتنے پیسوں میں کوئی پرانے ماڈل کی کار خریدی جاسکتی ہے۔" کہنے لگا "سر! ضرور پتہ کرتا ہوں کیونکہ اتنے پیسے تو میرے پاس بھی ہیں' اگر اس رقم میں کوئی قابل استعمال سیکنڈ ہینڈ کار مل سکتی ہوئی تو آپ اکیلے نہیں میں بھی خریدوں گا۔" گویا یک نہ شد دو شد۔

تین چار روز بعد عابدی نے بتایا کہ کاروں کی خریداری کے سلسلے میں اس نے اپنے ایک شناسا کار ڈیلر سے ملاقات کرکے کچھ معلومات اکٹھی کی ہیں' جن کے مطابق اتنے پیسوں میں چودہ پندرہ سال پرانے ماڈل کی ووکس ویگن کار خریدی جاسکتی ہے۔

اور پھر وہ اگلے ہی روز مجھے اپنے اس شناسا کار ڈیلر کے شوروم پر لے گیا۔ کار ڈیلر نے عزت افزائی کے طور پر چائے وغیرہ سے تواضع کی اور وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی مجھے کوئی اچھی کنڈیشن والی ووکس ویگن کار جسے وہ پیار سے فوکسی کہتا تھا پچیس ہزار روپے تک خرید دے گا۔ ساتھ ہی ہمارے علم میں اضافے کے طور پر اس نے بتایا کہ اس وقت مارکیٹ میں اس مینڈک نما کار کے 1961ء سے 1970ء تک کے ماڈل دستیاب ہیں۔ ان سب کی وضع قطع ایک ہی جیسی ہے تاہم ہر سال کے ماڈل میں چھوٹی موٹی تبدیلیاں اس کے مینوفیکچرنگ سال کو آشکار کرتی ہیں۔ بقول اس کے ان میں سے 1966ء کا ماڈل سب سے زیادہ پائیدار اور بااعتماد ہے اور یہ ماڈل زیادہ تر آف وائٹ کلر ہی میں آیا ہے۔ مزید برآں اس ماڈل کی پہچان کے طور پر اس نے کار کی ہیڈ لائٹس' مڈگارڈز' پچھلی بتیوں اور سائیڈ مررز وغیرہ پر خاصی تفصیل سے روشنی ڈالی۔

انہی دنوں میں اور عابدی ایک روز دفتری اوقات ختم ہونے پر انکم ٹیکس بلڈنگ سے نکلے تو سامنے سندھ سیکرٹریٹ کی عمارت کے برابر میں ایک آف وائٹ کلر کی ووکس ویگن کار کھڑی دکھائی دی۔ میں نے کار ڈیلر کی بتائی ہوئی نشانیاں ذہن میں لاتے ہوئے اسے پرکھا تو وہ مجھے 1966ء ماڈل کی کار لگی۔ میں نے عابدی سے کہا کہ مجھے یہ فوکسی 1966ء کی لگتی ہے۔ وہ کہنے لگا "سر! ابھی پتہ کئے لیتے ہیں۔" اور اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان شخص سے جاکر پوچھا کہ کیا آپ کی یہ گاڑی 1966ء ماڈل کی ہے؟ اس کے اثبات میں جواب دینے پر عابدی نے آکر کہا "سر! آپ نے اس ماڈل کی نشانیاں خوب ذہن نشیں کی ہیں یہ واقعی 1966ء کا ماڈل ہے۔"

چند روز اور گزرے تو میں اور عابدی ایک شام

WASAR AZEEM www.pakistanipoint.com

طارق روڈ پر ونڈو شاپنگ کررہے تھے تو وہاں بھی آف وائٹ کلر کی ایک ووکس ویگن کار کھڑی نظر آ گئی۔ میں نے اس پر بھی اپنا علم و ہنر آزمایا تو وہ بھی 1966ء ماڈل کی لگی۔ میں نے کہا ''عابدی ہو نہ ہو یہ فوکسی بھی 1966ء ماڈل ہی کی ہے۔'' عابدی نے کہا ''سر ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ابھی پتہ کرکے آتا ہوں۔'' چنانچہ اس نے جاکر گاڑی میں بیٹھے ہوئے شخص سے کہا کہ صاحب آپ کی یہ گاڑی 1966ء ماڈل کی لگتی ہے اور اس کے ہاں کہنے پر عابدی نے آکر مسکراتے ہوئے کہا ''سر آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ زنانہ کپڑے سینے والے ہر درزی نے اپنی دکان کے بورڈ پر جلی حروف میں لیڈیز سپیشلسٹ لکھ رکھا ہوتا ہے۔'' میں نے کہا ''ہاں یہ غیر اخلاقی سے الفاظ لکھ تو رکھے ہوتے ہیں مگر ان کا اس ووکس ویگن کار سے کیا تعلق؟'' کہنے لگا ''سر میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اب آپ ماشاء اللہ فوکسی سپیشلسٹ ہوگئے ہیں۔ 1966ء ماڈل کو خوب پہچاننے لگے ہیں۔''

ابھی کار ڈیلر کی جانب سے ہمیں کوئی اطلاع نہیں ملی تھی کہ پتا چلا پی آئی اے کے عبدالرقیب نامی ایک پائلٹ کے پاس سیکنڈ ہینڈ ووکس ویگن کار برائے فروخت ہے۔ اس سے وقت طے کرکے ایک روز اس کے گھر کار دیکھنے گئے تو گاڑی اندر اور باہر سے اتنی اچھی کنڈیشن میں تھی کہ پرانی لگتی ہی نہیں تھی۔ ہم نے پائلٹ صاحب سے کار کے اتنی اچھی حالت میں ہونے کا راز دریافت کیا تو کہنے لگا ''میرے فلائٹس پر ہونے کی وجہ سے یہ بہت کم استعمال ہوئی ہے اور پھر میں اسے چلاتا بھی اتنی ہی احتیاط سے ہوں جتنی احتیاط سے جہاز چلاتا ہوں۔''

گاڑی پسند آئی مگر وہ اسے 32000 ہزار روپے سے کم دینے پر تیار نہ ہوا اس لئے بات نہ بن سکی۔

ایک روز فون پر عابدی نے کار ڈیلر سے پوچھا کہ صاحب آپ نے ہمیں فوکسی کار خرید کر دینی تھی اس کا کیا بنا؟ تو وہ کہنے لگا ''ابھی کوئی کام کی گاڑی ہاتھ نہیں لگی جیسے ہی کوئی ملتی ہے میں آپ کو اطلاع کرتا ہوں۔''

ہماری روٹین تھی کہ دفتری اوقات ختم ہونے پر میں اور عابدی اکٹھے نکل کر خراماں خراماں ریگل چوک تک پیدل جاتے جس کے قریب تر اس کی شادی شدہ بہن کا فلیٹ تھا۔ اکثر وہاں جا بیٹھتے' بہن سے چائے پیتے اور کچھ وقت وہاں گزار کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوجاتے۔ اسی معمول کے تحت ایک روز ہم ریگل چوک پہنچے تو سامنے فلیٹوں والی گلی میں قدرے دُور آف وائٹ کلر کی ایک ووکس ویگن کار کھڑی دکھائی دی جس کا مالک' ڈرائیور سیٹ والی جانب باہر کھڑا گاڑی سے ٹیک لگائے بڑے موڈ میں سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ میں نے فوکسی کو فوکس کیا تو مجھے وہ 1966ء ماڈل کی لگی۔ میں نے بڑے وثوق سے کہا ''عابدی شرط لگا لو یہ فوکسی 1966ء ماڈل کی ہے۔'' غور کرنے پر اسے شاید کچھ شک ہوا تو کہنے لگا ''سر پتہ کرنا پڑے گا۔'' اس کے ساتھ ہی وہ گاڑی کی جانب چل پڑا۔

گاڑی والے نے اسے اپنی جانب آتے دیکھا تو انگلیوں میں دبائے آدھ جلے سگریٹ کو زمین پر گرا کر پاؤں سے مسل دیا۔ عابدی ذرا اور آگے بڑھا تو وہ دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ عابدی ابھی گاڑی سے تھوڑا دُور ہی تھا کہ اس نے اپنی سائیڈ کا شیشہ چڑھا کر گاڑی سٹارٹ کرلی اور جیسے ہی عابدی

WAQAR AZEEM www.pkistanipoint.com

نے پاس پہنچ کر بات کرنے کے لئے ڈرائیونگ سائیڈ والے شیشے پر دستک دی وہ گاڑی بھگا کر رفو چکر ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے عابدی کو پہلے ہنستے اور پھر قہقہے لگاتے ہوئے سر پکڑ کر زمین پر بیٹھتے دیکھا۔ اگر میں بھاگ کر اس کے پاس نہ پہنچ جاتا تو وہ اس بے ساختہ ہنسی کے زیر اثر ممکن ہے زمین پر لیٹ جاتا۔ بڑی مشکل سے عابدی کو زمین سے اٹھا کر پوچھا کہ آخر ہوا کیا ہے؟ تو اس نے بمشکل ہنسی روکتے ہوئے بتایا کہ وہ مسلسل تیسری مرتبہ ایک ہی شخص سے اس کی گاڑی کا ماڈل پوچھے جارہا تھا۔

انہی دنوں 34 پنجاب رجمنٹ کے کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل حمید خان کی ٹرانسفر سندھ رینجرز میں ہوگئی۔ ان کا آفس تو سکھر میں تھا مگر کراچی ان کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ وہ جب بھی کراچی آتے وقت نکال کر میرے دفتر بھی تشریف فرما ہوتے۔ کبھی ہم دفتر سے نکل کر کسی ریسٹورنٹ میں جا بیٹھتے تو کبھی دفتری ہی میں چائے کے کپ پر ہیڈ سلیمانکی اور اوکاڑہ چھاؤنی کی خوشگوار یادیں تازہ کرتے۔ وقتِ رخصت جب میں خصوصی طور پر ان کے لئے کیوبا سے منگوائے گئے سگار بطور تحفہ انہیں پیش کرتا تو وہ خوشی کے اظہار کے طور پر کہتے (انجم! اب تم صحیح معنوں میں 34 پنجاب رجمنٹ کا حصہ بن گئے ہو)۔

جیسا کہ میں نے اوپر کہیں لکھا کہ میری پہلی فیلڈ پوسٹنگ سماجی میل جول کے لحاظ سے یادگار رہی۔ ایک روز محمد صادق نامی ہمارے ایک کمشنر صاحب نے مجھے فون کرکے کہا کہ انجم میرے ایک دوست آپ کے پاس آرہے ہیں پلیز ان کا کام کردینا۔ میں نے کہا ”سر! آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔“ اور ان کے توسط سے جو صاحب تشریف لائے وہ 1957ء میں سکواش کا برٹش اوپن ٹائٹل جیتنے والے پاکستان کے مایہ ناز کھلاڑی روشن خاں تھے۔ وہ خود تو ان دنوں پاکستان نیوی میں کوئی کوچنگ ٹائپ ذمہ داری نباہ رہے تھے تاہم میرے پاس وہ پی آئی اے کے ملازم اپنے ایک دوست کے کام کے سلسلے میں آئے تھے۔ ان کے ساتھ چائے کا کپ شیئر کرتے ہوئے میں آدھ گھنٹے ہی میں ان کا وہ کام کرکے سرخرو ہوگیا۔ چند ہفتے بعد ان کے سپوت جہانگیر خان نے 17 برس کی عمر میں آسٹریلیا کے جیف ہنٹ کو شکست دے کر سکواش کا ورلڈ ٹائٹل جیتا تو روشن خاں اسے کمشنر محمد صادق صاحب سے ملوانے ان کے آفس لائے۔ کمشنر صاحب نے ازراہ مہربانی مجھے بھی اپنے دفتر میں بلا کر جہانگیر خاں سے ملاقات کا شرف بخشا۔ مادرِ وطن کے اس قابل فخر بیٹے نے زندگی میں چھ بار سکواش کا ورلڈ ٹائٹل اور دس بار برٹش اوپن جیت کر پاکستان کا نام روشن کیا۔ نیز 1981ء سے 1986ء کے درمیانی عرصے میں مسلسل 555 میچ جیت کر ایک ناقابل شکست ریکارڈ بھی قائم کیا۔ اسی طرح ایک اور سینئر رفیق کار کے توسط سے ایک روز اس وقت کی معروف گلوکارہ نیرہ نور کے خاوند شہریار زیدی اپنے ایک پائلٹ دوست کے ساتھ تشریف لائے جس کا ڈیپارٹمنٹ کی طرف چند سو روپے کا ریفنڈ نکلتا تھا۔ میں نے اس کا ریفنڈ واؤچر بنا کر ہاتھ کے ہاتھ انہیں تھما دیا۔ زیدی صاحب کی پوسٹنگ ان دنوں پی آئی اے کے لاہور آفس میں تھی۔ بعد میں وہ کراچی شفٹ ہوگئے اور آج کل ٹی وی چینلز کے ڈراموں میں اداکاری کرتے نظر آتے ہیں۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

وہی حقائق وہی کہانیاں جو روز و شب ہمارے چاروں طرف رقص کناں ہیں

کالی دھوپ سنہری چھاؤں

نوشابہ اختر

نئی کتاب نیا انداز نئے حقائق نئی سچائیاں

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

دراصل دھوپ کبھی کالی نہیں ہوتی لیکن ارتداد زمانہ کا کوڑا جب لگاتار برستا ہے تو سردیوں کی نرم ملائم دھوپ بھی بدن کو جھلسا کر سیاہ کر دیتی ہے۔ نگاہ جب اوپر اُٹھتی ہے تو بندے کی کراہ میں سورج کی کرنیں سیاہی مائل ہو جاتی ہیں۔

قیمت 500 روپے

رنگین سرورق ○ اعلیٰ سفید کاغذ ○ صفحات 400

منگوانے کا پتہ: سیارہ ڈائجسٹ 240 ریواز گارڈن لاہور فون 37245412

جناب سعید آرائیں ان دنوں پاکستان ایئرلائن پائلٹس ایسوسی ایشن (PALPA) کی روح رواں تھے۔ یہ صاحب اس وقت کے صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق کے قریبی عزیز تھے۔ ایک روز جبکہ جنرل صاحب کراچی کے دورے پر تھے سعید صاحب کا فون آیا کہ صدر پاکستان آج کچھ وقت کے لئے میرے گھر تشریف لانے والے ہیں' میں نے جن چند دوستوں کو ان سے ملوانے کے لئے مدعو کیا ہے ان میں آپ بھی شامل ہیں۔ آپ اتنے بجے تک میرے گھر پہنچ جایئے گا۔ میں نے ناسازی طبع کا بہانہ کرکے معذرت کرلی کیونکہ جنرل صاحب میری ناپسندیدہ شخصیات میں سے تھے اور میں کسی ایسے شخص سے ہاتھ نہیں ملانا چاہتا تھا جس کے ہاتھ بے گناہ ذوالفقار علی بھٹو کے خون سے رنگے تھے۔

میرے ماموں زاد بھائی عبدالمجید ان دنوں عمان میں ملازمت کرتے تھے جبکہ ان کی فیملی میاں چنوں ہی میں تھی۔ ان کا چھٹی پر پاکستان آنے کا پروگرام بنا تو انہوں نے مجھے فون پر مطلع کیا کہ وہ فلاں تاریخ کو پی آئی اے کی پرواز سے کراچی پہنچیں گے اور ایک دن میرے ہاں قیام کرکے بذریعہ ٹرین میاں چنوں روانہ ہوں گے۔ ان کی آمد سے دو روز قبل جناب سعید آرائیں کسی کام سے میرے دفتر آئے تو میں نے ان سے پوچھ لیا کہ فلاں روز پی آئی اے کی مسقط سے کراچی آنے والی پرواز کا وقت کیا ہے کیونکہ اس سے میرے ماموں زاد بھائی آرہے ہیں اور مجھے انہیں ایئرپورٹ سے لینا ہے۔ سعید صاحب نے کہا کہ میں شیڈول چیک کرکے آپ کو بتاؤں گا تاہم آپ کے کزن کا نام کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ اس کا نام عبدالمجید ہے۔ دفتر سے جاکر سعید صاحب نے متعلقہ پرواز کے بارے میں بتایا کہ وہ اسی روز صبح کراچی سے مسقط پہنچے گی اور دو گھنٹے وہاں رُک کر ادھر کے مسافروں کو لے کر شام اتنے بجے کراچی ایئرپورٹ پر لینڈ کرے گی۔ متعلقہ شام میں اپنے کزن کو لینے کراچی ایئرپورٹ پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سعید صاحب پائلٹ کی یونیفارم میں ملبوس عبدالمجید کا ہاتھ تھامے لاؤنج سے چلے آرہے ہیں۔ میرے پاس پہنچ کر کہنے لگے ''بس جناب یہ رہے آپ کے کزن عبدالمجید صاحب' جنہیں میں بحفاظت مسقط سے لے کر آیا ہوں۔'' میں نے کہا ''کیا مطلب؟'' تو فرمایا کہ ''میں نے اس فلائٹ پر اپنی ڈیوٹی لگوالی تھی تاکہ آپ کے ماموں زاد بھائی کو پروٹوکول کے ساتھ کراچی لایا جاسکے۔'' اس منفرد مہربانی پر سعید صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرکے ہم دونوں گھر کو روانہ ہوئے تو عبدالمجید نے بتایا کہ مسقط ایئرپورٹ سے پرواز کے ٹیک آف کرنے کے کچھ ہی دیر بعد جہاز کے پبلک ایڈریس سسٹم پر آپ کے حوالے سے میرا نام لے کر مجھے اپنی نشست پر کھڑا ہونے کو کہا گیا اور جب میں کھڑا ہوا تو ایک ایئرہوسٹس مجھے کاک پٹ میں لے گئی۔ وہاں جہاز کے کپتان نے خوشدلی سے مجھے خوش آمدید کہا۔ کچھ دیر میرے ساتھ کاک پٹ میں گپ شپ کی اور پھر بزنس کلاس کی ایک آرام دہ سیٹ پر بٹھا کر کہا کہ کراچی ایئرپورٹ کے لاؤنج میں ہمیں ایک دوسرے کا انتظار کرنا ہوگا تاکہ ہم ایک ساتھ باہر نکل سکیں اور یوں کپتان صاحب مجھے آپ کے سپرد کرگئے ہیں۔ اس واقعہ کو یہاں بیان کرنے کا مقصد خدانخواستہ بیوروکریسی کی (NUISANCE VALUE) ظاہر کرنا نہیں

WAQAR AZEEM www.paksitanipoint.com

بلکہ یہ بتانا ہے کہ تعلقات کو مستحکم کرنے کے لئے دوست احباب اس قسم کے ناقابلِ تصور احسانات کرنے پر بھی اُتر آتے ہیں۔

یہاں اسلام الدین خان سپرنٹنڈنٹ کسٹمز کا ذکر خیر نہ کرنا زیادتی ہوگی۔ ان سے علیک سلیک ہوئی تو احساس ہوا کہ وہ اپنی دلکش شخصیت اور شفقانہ رویے کے سبب اتنے ہردلعزیز ہیں کہ ڈیپارٹمنٹ کے ایک جونیئر کلرک سے لے کر کلکٹر تک سبھی ان کا نام احترام سے لیتے ہیں۔ ان سے متاثر ہوکر دعا کی کہ اے رب العزت ایسی عزت و توقیر سروس کے دوران مجھے بھی عطا کرنا۔ مگر میری یہ دعا پوری نہیں آدھی قبول ہوئی کیونکہ پوری سروس میں میرا کوئی ماتحت تو مجھ سے شاید ہی ناخوش رہا ہو مگر سینئرز میں سے کچھ کے ہاتھوں میں اور میرے ہاتھوں وہ کافی تنگ رہے۔ اسلام الدین خاں کے توسط سے اس وقت کے ہاکی کے لیجنڈ کھلاڑی فلائنگ ہارس سمیع اللہ خاں سے بھی تعارف ہوگیا جو خود بھی کسٹمز کے شعبے میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر فائز تھے۔ کراچی کے قیام کے دوران ان سے بہت اچھے مراسم رہے اور بیرون ملک سے درآمد کی جانے والی بعض اشیاء پر ان کے توسط سے رعایتیں بھی ملیں۔

انہی دنوں پاکستانی شوبز کی ایک نامور شخصیت سے بھی متعارف ہونے کا موقع میسر آیا اور وہ تھے جناب سنی بنجمن جون المعروف ایس بی جون' جو 1959ء میں بننے والی فلم سویرا کے دلکش گانے ''تو جو نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے' یہ مانا کہ محفل جواں ہے حسیں ہے'' کے گلوکار کے طور پر شہرت کی بلندیوں کو چھو رہے تھے۔ ان سے دو چار ملاقاتوں کے بعد کھلا کہ موسیقی تو ان کا فیلڈ ہے ہی' شعر و ادب اور طنز و مزاح میں بھی انہیں کمال حاصل ہے۔ 86 برس کی عمر میں ماشاء اللہ وہ آج بھی صحت و سلامتی کے ساتھ کراچی میں مقیم ہیں۔ 1981ء میں قائم ہونے والا دوستی کا وہ رشتہ اس حد تک مستحکم رہا کہ 2006ء میں میری بیٹی کی شادی پر وہ بطور خاص کراچی سے لاہور تشریف لاکر میرے لئے اعزاز کا باعث بنے اور ان کے ساتھ منائی جانے والی وہ شام تو بہت سے دوستوں کے لئے یادگار ہے جب ایک بار ان کی لاہور آمد پر ہم باغ جناح میں واقع کاسموپولیٹن کلب کی عمارت کی چھت پر ٹمٹماتے جگنوؤں کے گھیرے میں اشیائے خورونوش' شعر و ادب اور لطیفے بازی سے حد درجہ محظوظ ہوئے تھے۔ شرکاء کی کہکشاں میں جنگ گروپ آف نیوز پیپرز کے محترم شاہد شیخ' علامہ صدیق اظہر' ڈاکٹر افتخار بخاری' طاہر ملک' طارق حمید کے علاوہ ریڈیو پاکستان کے معروف صداکار اور فلم انڈسٹری کے نامور اداکار جناب شجاعت ہاشمی جیسے درخشاں ستارے تھے۔ گلے کی خرابی کے بہانے سے مسلسل انکار کرتے ہوئے ایس بی جون کو جب شجاعت ہاشمی نے اپنے ہنر سے ان کا مشہور عالم گانا ''تو جو نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے'' گنگنانے پر مجبور کردیا تو رات کی خاموشی میں وہاں ایک سماں بندھ گیا۔

الغرض کراچی میں میرا پہلا سال یعنی 1981ء میرے لئے سماجی میل ملاپ اور تعلقات عامہ و خاصہ کے لحاظ سے انتہائی سودمند رہا۔

(جاری ہے)

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

رم جھم برسات اور اس کی بیماریاں

صغیرہ بانو شیریں

چھوٹی چھوٹی باتیں، بڑے بڑے فائدے.....کارآمد ٹپس!

برکھا رُت آئی۔ پہلے زمانے میں جہاں بارش کا چھینٹا پڑا، گھر کے اندر خواتین نے کڑھائی چڑھا کر پکوڑوں کا انتظام سنبھالا۔ پکوڑے، گلگلے تلے جا رہے ہیں۔ آم بالٹیوں میں ٹھنڈے پانی میں دھو کر ڈال رہے ہیں۔ برسات کا عجب ہی لطف تھا مگر اب تو برسات کے ساتھ ساتھ بیماریاں بھی آتی ہیں۔ برسات میں زکام، فلو، ٹائیفائیڈ، دمہ، ہیضہ اور معدے کی خرابیاں، جسم کا درد، بھوک کا نہ لگنا اور اب تو سب سے زیادہ مچھروں کا مسئلہ ہوتا ہے۔ ڈینگی بخار سے سب گھبراتے ہیں۔ ہمارے ہاں صفائی کا نظام ناقص ہے جگہ جگہ پانی ٹھہر جاتا ہے۔ گندے پانی میں مچھروں کی افزائش ہوتی

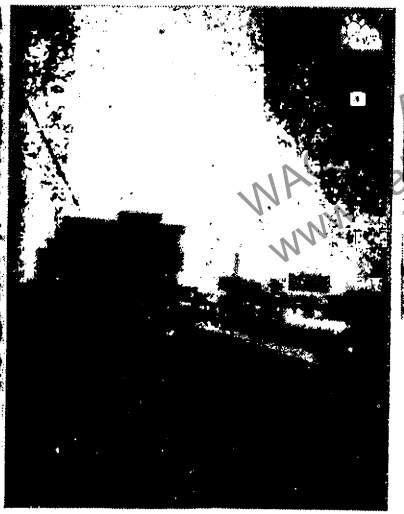

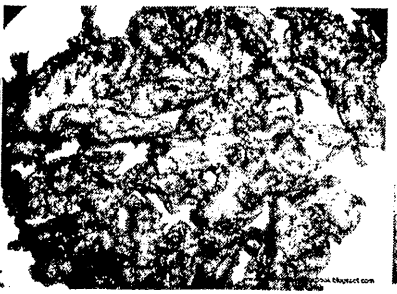

ہے۔ کیڑے، مکوڑے، حشرات الارض بھی ایسا لگتا ہے پانی کے ساتھ اُبل پڑے ہیں۔ آلودہ پانی صحت اور صفائی کی طرف سے لاپروائی ہیضہ کی بیماری پیدا کرتی ہے۔ معدے کی سوزش اور انتڑیوں میں ایک جرثومہ کی وجہ سے ہیضہ ہوتا ہے۔ پانی کی طرح دست آتے ہیں جس سے جسم کا پانی تیزی سے ختم ہونے لگتا ہے۔ بروقت طبی امداد نہ ہو تو مسئلہ خراب ہو جاتا ہے۔ پیٹ میں درد ہو، مروڑ ہو، قے آرہی ہو، کمزوری بڑھ رہی ہو تو فوراً ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے۔ پانی پینا چاہیے۔ کولا مشروبات کے بجائے صاف پانی استعمال کریں۔ کھانا سادہ اور تازہ زود ہضم کھائیں۔ باسی کھانے، گلے سڑے پھلوں، بازاری چٹ پٹے کھانوں سے مکمل پرہیز کریں۔ مکھیاں جس کھانے پر بیٹھ جائیں وہ اسے خراب کر دیتی ہیں۔ ڈھانک کر چیزیں رکھیے۔ پھل اگر تھوڑا سا بھی خراب ہے تو گلا ہوا حصہ نکال کر پھینکنے کے بجائے پورا پھل ضائع کریں۔ صحت کا دھیان رکھیے۔ کہنے کو یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں مگر ان پر عمل کیا جائے تو انسان بہت سی بیماریوں سے بچ سکتا ہے۔ برسات میں بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔ سبزہ گھاس پھوس تیزی سے بڑھتا ہے۔ گھاس اور خودرو پودوں میں نمی کی زیادتی سے پولن کا اخراج بڑھ جاتا ہے۔ گلے ناک اور دمہ کے بیمار لوگوں کو سانس لینے میں دقت ہوتی ہے۔ پولن الرجی سے بے شمار لوگ متاثر ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ماحولیاتی آلودگی سے الرجی ہوتی ہے۔ ہسپتال میں ایسے لوگ نظر آتے ہیں جو الرجی کا شکار ہوتے ہیں۔

برسات میں عموماً ہیضہ، اسہال، پیٹ درد، معدہ کی تکالیف، ہماری اپنی بدپرہیزی کی وجہ سے ہوتی ہیں، بچے ہیضہ سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ خصوصاً گاؤں اور دیہات میں تو وبا کی طرح یہ بیماری پھیلتی ہے۔ صاف ستھرا پانی نہ پینے سے یہ مسئلہ ہوتا ہے۔ گندے باسی کیڑے زدہ پھل، باسی کھانا اور احتیاطی تدابیر سے ناواقف ہونے کی بناء پر بے شمار بچے ہیضہ سے مرجاتے ہیں۔ گندا پانی صحت کے لیے مضر ہے۔ برسات کے موسم میں پانی صاف ستھرے برتن میں اُبال کر ٹھنڈا کر کے پئیں۔ اس سے جسم میں پانی کی کمی نہیں ہوتی۔ بلڈ پریشر نارمل رہتا ہے۔ قبض بھی نہیں ہوتا اور پیشاب کھل کر آتا ہے۔

مکھیوں کی بھرمار

برسات میں مکھیاں بہت نظر آتی ہیں۔ آپ اپنے گھر میں خصوصاً کچن میں صفائی کا خاص خیال رکھیے۔ صبح شام فینائل سے فرش دھوئیے۔ کوڑے کی باسکٹ ڈھانک کر رکھیے۔ پھلوں کے چھلکے ادھر اُدھر نہ ڈالیے۔ ان پر زیادہ مکھیاں آتی ہیں۔ بازار سے تھوڑا سا لیونڈر کا تیل خرید لائیے۔ اسفنج کا ایک ٹکڑا لیجیے۔ شیشے کی پلیٹ میں اسفنج کے ٹکڑے کو کھولتے گرم پانی میں بھگو کر پلیٹ میں رکھیے اور اس پر آدھا چمچہ لیونڈر کے تیل کا ڈالیے۔ اس سے سارا کچن خوشبو سے مہک جائے گا۔ دن میں دو بار گرم پانی سے اسفنج کو بھگوئیے۔ ہفتہ میں صرف ایک بار لیونڈر کا تیل ڈالنا ہے۔ مکھیاں نہیں آئیں گی۔ پودینہ کا گلدستہ بنائیے دس بارہ ٹہنیاں پودینہ کی لے کر کسی گلدان یا گلاس میں لگائیے۔ پودینہ کی ٹہنیاں پانی سے دھو کر لگانی ہیں۔ دوسری بات یہ کہ کچن میں جب بھی ٹاکی لگائیں اسے پہلے فینائل یا ڈیٹول سے دھوئیں تاکہ کیڑے مکوڑے فرش پر نظر نہ آئیں۔

لال بیگ (کاکروچ)

برسات میں گٹر بند ہو جائے یا پانی کھڑا ہو تو لال بیگ بڑی تعداد میں نظر آتے ہیں۔ ان میں کچھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

بڑے اُڑنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح چوہے بھی گٹر سے نکل آتے ہیں۔ یہ سب بیماریوں کی وجہ بنتے ہیں۔ بازار میں چوہے مار گولیاں ملتی ہیں آپ وہ لاکر ڈالیے۔ چوہے مرجائیں تو انہیں کسی لفافہ میں ڈال کر پھینکیں۔ اسی طرح تھوڑا سا پیپر منٹ اور اتنی ہی سفید ٹھیکری باریک پیس کر ملائیں اور گھر کے ہر کونے میں چھڑکیے۔ چوہے بھاگ جائیں گے۔

مچھروں کے لیے آپ ہر ہفتہ لوبان، حرمل، کلونجی، نیم کے پتوں کی دھونی دیجیے۔ نیاز بو جسے تلسی بھی کہتے ہیں اس کے پھولوں کی ٹہنیاں گلدان میں سجایئے۔ مچھر نہیں آئیں گے۔ چھپکلیاں ہوں تو مور کا پر رکھیے بھاگ جائیں گی۔ کچن کی کیبنٹ میں اخبار کا کاغذ مت بچھایئے۔ یہ کاکروچ کو بہت پسند ہے۔

برسات سے پہلے کچن کی کیبنٹ صاف کرکے بازار سے خاکی کاغذ لاکر بچھائیں۔ بچھانے سے پہلے آپ یہاں کیوپیکس پاؤڈر ضرور چھڑکیے۔ یہ سستا اور کیڑے بھگانے کے لیے اچھا ہے۔ برساتی سفید لمبے کیڑے، چیونٹے وغیرہ نہیں آئیں گے۔ کاکروچ کے لیے آپ بازار سے بورک پاؤڈر خریدیے۔ ایک کپ بورک پاؤڈر ایک کپ پسی چینی، ایک کپ میدہ اور ایک کپ خشک دودھ ملا کر اس میں تھوڑا سا پانی ڈال کر بیر جتنی گولیاں بنایئے۔ کچن میں الماریوں میں یہ گولیاں رکھیے کاکروچ نہیں تنگ کریں گے۔ ڈھائی مہینہ بعد نئی گولیاں بنا کر رکھ دیں۔

چینی کے ڈبہ میں چیونٹیاں گھس جاتی ہیں۔ باریک باریک ننھی مخلوق بہت تنگ کرتی ہے۔ چینی کے ڈبہ میں چھ سات ثابت لونگ ڈالیے۔ چیونٹیاں نہیں آئیں گی۔ بعض دفعہ نمک دانی کے سوراخ برسات میں سیلن اور نمی سے بند ہوجاتے ہیں۔ نمک دانی میں تھوڑے سے ثابت چاول چٹکی بھر ڈالیے۔ سوراخ بند نہیں ہوں گے۔ آٹے کے کنستر کو ڈھانک کر رکھیں اس میں تیز پات کے چند پتے ڈال دیں تاکہ برسات میں کیڑا۔ سُسری نہ لگے۔ آٹا خراب نہ ہو۔

برسات میں یہ چیزیں ضرور گھر میں رکھیئے۔

او۔ آر۔ ایس (نمکول) کے پیکٹ، سونف، پودینہ، چھوٹی الائچی، لیموں، ہرا دھنیا، پودینہ، اسبغول کا چھلکا، شہد، اجوائن، پھلوں کا سرکہ، ہمدرد کی قلزم، انار دانہ، سفید زیرہ، ادرک وغیرہ گھر میں ضرور رکھئے۔

برسات میں ماحول کی آلودگی بڑھ جاتی ہے۔ آپ لوگ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ ہرا دھنیا گھر میں لگانے سے کافی حد تک آلودگی کم ہوجاتی ہے۔ پہلے لوگ گھروں میں ہرا دھنیا پودینہ ضرور کیاریوں میں لگاتے تھے۔ اب یہ جدید تحقیق بھی ہرے دھنیے کی کاشت پر زور دے رہی ہے۔ تاکہ ماحول صحیح رہے اور آلودگی ختم ہوجائے۔ ہرا دھنیا کھانے کا جزو ہے۔ اس کی چٹنی لوگ شوق سے کھاتے ہیں۔ ہرا دھنیا یا خشک دھنیا پیس کر تھوڑے سے پانی میں اس کا رس ملا کر پینے سے قے رُک جاتی ہے۔ اسی طرح حاملہ خواتین بھی قے کے لیے برسات میں اسے لے سکتی ہیں۔ پودینہ کے پتے پیس کر لیموں کا رس ڈال کر کھانے سے بھی متلی رُک جاتی ہے۔ برسات میں دل متلائے تو فوراً ٹھنڈے پانی کے گلاس میں ایک لیموں نچوڑ کر چینی ملا کر گھونٹ گھونٹ کرکے پینے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اکثر خواتین لیموں کاٹ کر اس پر پسی ہوئی کالی مرچ کا سفوف اور چینی اچھی طرح لگا کر چوستی ہیں۔ اس سے بھی متلی کی شکایت دُور ہوجاتی ہے۔ صرف نمک کالی مرچ، لیموں کے ٹکڑے پر لگا کر چوسنے سے فائدہ ہوتا ہے جو لوگ اپنا وزن کم کرنا چاہتے ہوں وہ ایک لیموں کا رس نیم گرم پانی کے ایک گلاس میں ڈالیں۔ تھوڑا سا شہد بھی ملا سکتے ہیں۔ اس سے چربی آہستہ آہستہ کم ہوتی

WAQAR AZEEM www.pakistanpoint.com

سیارہ ڈائجسٹ

ایک اور عظیم الشان، ایمان افروز اور فخریہ پیشکش

فرمانِ الٰہی نمبر

قرآن کے اہم موضوعات

★ وہ قرآنی احکام جن کا جاننا ایمان، اعتقاد اور اعمال درست رکھنے کیلئے انتہائی ضروری ہے۔

★ اس نمبر کا مقصد پیغام الٰہی تک ایک آسان راستہ فراہم کرنا ہے اپنی مرضی کا عنوان فہرست میں دیکھیں اور قرآن کی تمام متعلقہ آیتوں پر غور کرلیں۔

★ اس نمبر میں کلام الٰہی عربی متن اور اردو میں انتہائی آسان عام فہم اور دلکش پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔

★ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرنے کیلئے اس نمبر کا مطالعہ ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

سیارہ ڈائجسٹ 240 ریواز گارڈن میں مارکیٹ لاہور۔ فون نمبر: 7245412

گاڑی کو ہی چلتے پھرتے سوئمنگ پول میں تبدیل کر ڈالا

ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ شوق کا کوئی مول نہیں ہوتا، آسٹریلیا سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں پر بھی یہ بات صادق آتی ہے جن کے جی میں نہ جانے کیا آئی کہ اپنی گاڑی کو ہی چلتے پھرتے سوئمنگ پول میں تبدیل کر ڈالا۔ اپنی گاڑی کے عقبی حصے کو پانی سے بھرا اور پھر تیز رفتار سے گاڑی چلاتے ہوئے سڑکوں پر خوب ہنگاما مچایا جو پولیس کو ایک آنکھ نہ بھایا اور اب تیزی سے ان منچلوں کی تلاش جاری ہے۔

(مرسلہ: شبیر حسین۔ نارووال)

ہے۔ شیشے کے پیالے میں دو لیموں کا رس نچوڑیے اور اتنا ہی پیاز کا رس ملایئے۔ چینی ملایئے۔ حسب ضرورت انگلی سے تھوڑا تھوڑا چاٹنے سے قے اور متلی میں فائدہ ہوتا ہے۔ گھریلو خواتین برسات کے موسم میں لیموں کا استعمال ضرور کرتی ہیں۔ لیموں کا اچار ہری مرچ کے ساتھ ڈالا جاتا ہے۔ کھانے کے ساتھ استعمال کرنے سے ہاضمہ رہتا ہے۔

اروی بینگن، ماش چنے کی دال، گوبھی آلو وغیرہ بنائیں تو اس میں آپ ادرک ضرور ڈالیں۔ پیاز کاٹ کر دھو کر اس پر ہرا دھنیا، پودینہ ہری مرچ کاٹ کر ڈالیں ہضم ہو جائے گا۔ باسی کھانا بالکل استعمال نہ کریں۔ خواتین چاول فریج میں رکھ کر دو تین دن بعد بھی استعمال کرتی ہیں۔ ایک دن سے زیادہ نہ رکھیئے۔ اسی طرح آپ چھلوں کا سرکہ لیں۔ جیم کی بوتل دھو کر اس میں ایک کپ پیاز کاٹ کر ڈالیے۔ تھوڑی سی ادرک کاٹ کر ملایئے۔ ہری مرچ دو عدد کاٹ کر ڈالیے اور ایک یا دو چھوارے کاٹ کر ملایئے۔ نمک ڈال کر کھانے کی میز پر رکھیے۔ سرکہ ہاضم ہے۔ برسات میں استعمال کیا جائے تو پیٹ ٹھیک رہتا ہے۔ سرکہ جیم کی بوتل میں اتنا ڈالیے کہ پیاز سے ایک انچ اوپر رہے۔ دال کے ساتھ ضرور کھایئے۔ گیس، پیٹ درد نہیں ہوگا۔

اجوائن کے ننھے بیج

اجوائن کے بیج ہمارے ہاں استعمال ہوتے ہیں مچھلی فرائی بنتی ہے تو اجوائن ضرور ملاتے ہیں۔ پکوڑوں میں بھی ذرا سی اجوائن ڈالنے سے ہاضمہ رہتا ہے اور ذائقہ بھی بہتر ہو جاتا ہے۔ حال میں کی گئی امریکہ کی ایک تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ بڑھاپے کے اثرات کو اجوائن کم کرتی ہے۔ حافظہ کی قوت برقرار رکھتی ہے۔ یادداشت میں کمی نہیں ہونے دیتی۔ بھلکڑ پن نہیں ہوتا بلکہ بوڑھے لوگوں کا حافظہ صحیح رہتا ہے۔ اجوائن معدے اور جگر کے لیے مفید ہے اس کا عرق بھی ملتا ہے گھریلو طور پر آپ ایک پاؤ اجوائن لیں۔ اسے صاف کریں، مٹی کنکر تنکے نکال کر کسی شیشے کے کھلے پیالے میں ڈالیں۔ اس میں پانچ تولے کالا نمک پیس کر ملائیں اور اب اس پر اتنا لیموں کا عرق ڈالیں کہ اجوائن اور نمک اچھی طرح حل ہو جائیں اور لیموں کا رس اوپر تک آجائے۔ اب اسے لکڑی کے چمچے سے دن میں دو تین بار ہلائیں لیموں کا رس خشک ہو جائے تو اور ڈال دیں۔ اس طرح پانچ دفعہ لیموں کا رس ڈالیں خشک ہونے پر پیس کر رکھ لیں۔ اجوائن اور نمک کا یہ آمیزہ پیٹ کے درد، گیس، اپھارہ کو دور کرتا ہے۔ کھانے کے بعد چٹکی بھر کھا لیں تو کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔ ایک ماشہ سے زیادہ نہیں کھانا چاہیے۔ یہ چورن مزیدار ہے اور پیٹ کی گیس کی بیماریوں میں فائدہ مند، پانی کے ساتھ کھایئے۔ اجوائن کے چند دانے کھانے سے بھوک لگتی ہے۔ پیٹ کے امراض دور ہوتے ہیں اور مزے کی بات یہ کہ پیٹ کی چربی بھی کم ہونے لگتی ہے۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

برسات میں چٹنیاں ضرور کھائیے

انار دانہ کی چٹنی بنایئے۔ انار دانہ صاف کرکے چوتھائی کپ، لہسن کے چھ دانے اور ادرک کا چھوٹا سا ٹکڑا۔ پودینہ کے پتے ڈیڑھ کپ' آدھا کپ ہرے دھنیے کے پتے لیں۔ سفید زیرہ چائے کے دو چمچے' ہری مرچ چھ عدد ثابت سرخ مرچ چار عدد نمک حسب خواہش لے کر چٹنی پیس کرکے رکھ لیں۔ کباب کے ساتھ پراٹھے کے ساتھ یہ چٹنی استعمال کریں۔ اس سے بھوک لگے گی ہاضمہ رہے گا۔

کیری کی چٹنی

کچے آم دو عدد چھیل کر گٹھلی نکال کر ٹکڑے کریں۔ ایک کپ پودینہ کے پتے لیں دو ہری مرچیں، تھوڑا سا نمک، سفید زیرہ، دو چائے کے چمچے ثابت لال مرچ سات عدد، لہسن کے چار دانے لے کر پیس کر رکھ لیں۔ تھوڑی سی چٹنی علیحدہ پیالے میں نکال کر ایک ٹیبل سپون چینی ملا لیں۔ یہ کیری کی میٹھی چٹنی بن جائے گی اور دوسری سادہ۔ دال سبزی کے ساتھ، دال چاول کے ساتھ کبابوں کے ساتھ کھایئے۔ سوکھے آلو بخارے کی چٹنی بھی ہاضم ہوتی ہے۔ خشک آلو بخارے لے کر پانی میں پکاتے ہیں۔ چینی ملا کر اس میں چہار مغز ملاتے ہیں۔ ایک پاؤ خشک آلو بخارے میں آپ دُگنی چینی ملایئے تقریباً دو کپ پانی ہو اور اس میں ایک چمچہ چہار مغز، تھوڑی سی ادراک کاٹ کر ملائیں۔ یہ سادی چٹنی سب کو پسند آتی ہے۔

سونف

آدھ پاؤ سونف لے کر صاف کریں اور اسے فرائی پان میں ہلکا سا بھون لیجیے۔ بادامی یا سرخ نہ کریں۔ ٹھنڈا کرکے اس میں اتنی چینی ملا کر پیس کر رکھیے۔ دو تین چھوٹی الائچی کے دانے بھی ملایئے۔ بدہضمی ہو' بچے کھانا نہ کھائیں تو ان کو کہیے یہ سونف کھائیں۔ مزے کی ہے، اس کے کھانے سے بھوک لگے گی۔ ثابت سونف بھون کر رکھیے۔ اس میں تھوڑے سے بادام کاٹ کر ملایئے۔ ثابت چھوٹی الائچی مصری کے چھوٹے ٹکڑے ملایئے۔ کسی خوب صورت بوتل میں بھر کر رکھیے۔ سونف بدہضمی نہیں ہونے دیتی معدے کو طاقت دیتی ہے۔ اس میں ایک ٹکڑا ناریل کا بھون کر باریک کاٹ کر ملائیں تو اس کا ذائقہ بڑھ جاتا ہے۔ سونف، الائچی، پودینہ کا قہوہ بنا کر رکھیے پیٹ کے امراض میں مفید ہے۔ دن میں تین چار بار پئیں۔ بدہضمی اور پیٹ کا مسئلہ ٹھیک ہو جائے گا۔ بچوں کے لیے سونف مفید ہے۔ تھوڑی سی سونف پیالی بھر پانی میں پکا کر رکھ کر ٹھنڈا کرکے بچوں کو دینے سے پیٹ کا درد گیس کا مسئلہ صحیح رہتا ہے۔ پودینہ کے ست کو مینتھول کہتے ہیں، فوڈ پوائزننگ میں دیا جاتا ہے۔ پودینہ اور اجوائن کا ست ملتا ہے۔ گھریلو طور پر اسے ہم وزن ملا کر دھوپ میں رکھنے سے گاڑھا سیال بن جاتا ہے۔ کچھ اس میں کافور کا ست ملاتے ہیں۔ آج کل تو ہر چیز میں ملاوٹ ہے آپ بازار سے قلزم خرید کر گھر میں رکھیے۔ خدانہ کرے برسات میں ہیضہ یا پیٹ درد' قے وغیرہ ہو تو تین قطرے تھوڑی سی چینی پر ڈال کر دینے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح O.R.S دینے سے پانی کی کمی نہیں ہونے پاتی۔ کہنے اور لکھنے کو یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں مگر ان کے فائدے بہت بڑے ہیں۔ آپ ان باتوں پر عمل کریں گے تو یقیناً برسات میں ہونے والی تکالیف سے بچ سکتے ہیں۔ برسات کے موسم سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں کیونکہ صحت ہے تو سب کچھ ہے۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

انوکھی شادی

محمد ظریف

ڈاکٹر اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات کو بغیر دیکھنے لگا کچھ وقفہ کے بعد آچر نے اٹکتے اٹکتے ہوئے کہا۔ ''سائیں ہم کو کیا پتہ، وڈیرہ رحیم داد کا زال (بیوی) جب بی بی کو انگوٹھی پہنا کر گیا تو ان کے جانے کے بعد بی بی نے ایک دم چیخ مارا اور بے ہوش ہوگئیں۔''

ایک لڑکی کی کہانی جس پر شادی کا نام سنتے ہی جن آجاتا تھا

کمرے میں سکینہ پچھاڑیں کھا رہی تھی اور باہر صحن میں کھڑے لوگ کرب و یاس کے عالم میں اس کی دلدوز چیخیں سُن رہے تھے جو بلند و بالا حویلی کی سنگلاخ دیواریں اور قدیم وضع کے بھاری بھرکم چوبی دروازوں کو چیرتی ہوئی دُور دُور تک پھیل رہی تھیں۔

راہ چلتے لوگ نالہ و شیون کی ان صداؤں کو سُن کر لمحہ بھر کے لئے ٹھٹک کر رہ جاتے اور پھر افسوس کرتے ہوئے اپنی راہ لیتے۔ حویلی سے یہ آوازیں ہفتہ عشرہ میں ایک بار ضرور سنائی دیتیں۔

گاؤں والوں کے لئے تو یہ کوئی عجوبہ نہ تھا لیکن

اگر کوئی اجنبی انہیں سُن لیتا تو اس سنگی حویلی پر اسے کسی بھوت گھر کا گمان ہونے لگتا۔ اس وقت بھی سکینہ اپنے کمرے میں بال کھولے سر پٹک رہی تھی شور مچا رہی تھی اور اس کے منہ سے کف جاری تھا۔

دوپہر کے سناٹے میں یہ آوازیں حویلی سے کچھ دُور کھیتوں تک پہنچ رہی تھیں جہاں اس وقت صرف دو ہاری بچل اور جڑیو کام کر رہے تھے۔ جوان دلدوز چیخوں کا کرب نہ برداشت کر سکے اور تیزی سے چلتے ہوئے ان کے ہاتھ رُک گئے۔

''سائیں! سکینہ بی بی پر آج پھر دورہ پڑا ہے۔'' جڑیو نے یاسیت سے کہا۔

''ہاں جڑیو خان! آج حالت بہت خراب معلوم ہوتی ہے۔'' بچل اظہار افسوس کرتے ہوئے بولا۔

''یار بچل! آخر بی بی کو بیماری کیا ہے؟'' جڑیو نے بچل سے سوال کرتے ہوئے کہا۔

''سائیں! ملا نظامانی بولتا ہے کہ ان پر ایک بہت تگڑے جن کا سایہ ہے۔'' بچل نے اپنی معلومات ظاہر کیں۔

''پر یار! مجھے سمجھ نہیں پڑا کہ یہ جن بی بی پر قبضہ کر کے کیا کرے گا؟ میں نے کتاب میں پڑھا ہے کہ جن سائیں آگ کا بنا ہوتا ہے اور انسان مٹی کا' بھلا مٹی اور آگ کا کیا میل؟'' جڑیو جو تھوڑا بہت پڑھا لکھا تھا بچل سے کہنے لگا۔ ''دیکھو سائیں جڑیو خان! ہم تو سیدھا سادا جھٹ مانڑو (جاہل آدمی) ہے۔ ملا نظامانی بڑا ملا ہے' وہ جو بول دیا بالکل ٹھیک تم اُلٹا ملتا بات نہیں کرو۔'' سادہ لوح بچل نے اس بار کچھ تلخی سے جڑیو سے کہا اور جڑیو خاموشی سے ہل چلانے لگا۔ ادھر بچل بھی کھرپی لے کر نلائی کرنے لگا۔ حویلی سے بلند ہونے والی چیخیں بھی آہستہ آہستہ ماند پڑتی جا رہی تھیں اور کچھ دیر بعد وہاں خاموشی چھا گئی سکینہ چیختے چیختے بے ہوش ہو چکی تھی۔

سکینہ قصبہ انڑ پور کے سب سے بڑے وڈیرے اور پیر سید سائیں سمن بادشاہ کی بیٹی اور اس کی واحد اولاد تھی۔ اس کی عمر چوبیس برس سے بھی تجاوز کر چکی تھی لیکن ابھی تک اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ دیسی ماحول میں جہاں بہترین آب و ہوا اور صحت بخش غذا کی بدولت اکثر لڑکیاں تیرہ چودہ برس کی عمر میں سن بلوغ کو پہنچ کر اپنے اپنے گھروں کو ہو جاتی ہیں سکینہ کا اس طرح کنوارا رہنا ایک عجیب سی بات تھی۔ اس کی سکھی سہیلیاں جن کی شادیوں کو آٹھ آٹھ دس دس برس گزر چکے تھے اپنے بچوں سمیت سکینہ کی حویلی آتیں تو ہنستے کھیلتے اور قلقاریاں مارتے ہوئے بچوں کو دیکھ کر سکینہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور بعض اوقات اس پر دورہ بھی پڑ جاتا۔ آخر تنگ آ کر سمن شاہ نے اس کی سہیلیوں کا اپنے گھر آنا جانا بند کرا دیا تھا۔ اب سکینہ تھی اور اس کا سجا ہوا کمرہ جہاں سارا سارا دن وہ منہ اوندھائے ریشمی بستر پر پڑی رہتی۔ اس کے لئے رشتوں کی کوئی کمی نہ تھی ظاہر ہے متمول زمیندار کی اکلوتی بیٹی کو کون اپنانا نہ چاہے گا لیکن قسمت کی خرابی کا کیا کیجئے کہ جب اس کی عمر پندرہ برس کی تھی اور نصیر کوٹ کے وڈیرے رحیم داد خاصخیلی سے اس کی منگنی بھی ہو چکی تھی تو اس پر جن آنے لگے اور رحیم داد خاصخیلی نے اپنے بیٹے کے ساتھ اس کی طے شدہ منگنی توڑ دی اور اس کے بعد تو جیسے کسی نے اس کے ہاتھ سے شادی کی لکیر مٹا دی ہو اور پھر غیر شادی شدہ رہنا اس کا مقدر بن چکا تھا۔

منگنی ٹوٹنے کے کئی برس بعد تک سکینہ پر جن نہیں آیا لیکن جب دو تین وڈیروں نے اپنے بیٹوں

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

کے لئے سکینہ کا رشتہ مانگا تو سکینہ کے جن کو غصہ آ گیا اس پر پے در پے دورے پڑنے لگے اور اس کی حالت بگڑنے لگی لہٰذا اس کی شادی نہ ہوسکی۔ اب تو جیسے لوگ اسے بھول سے گئے تھے۔ گزشتہ چند ماہ سے سکینہ پر زبردست دورے پڑنے لگے تھے پہلے کہیں سال چھ ماہ میں سکینہ پر جن آتا تھا لیکن اب تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے جن نے مکمل طور پر حویلی کو اپنے تسلط میں لے لیا ہو۔ بعض لوگوں نے سمن شاہ کو مشورہ دیا کہ سکینہ کو شہر لے جا کر کسی اچھے ڈاکٹر سے اس کا علاج کرائے لیکن سمن شاہ نے سختی سے ایسے لوگوں کو ڈانٹ پلا دی' بھلا یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ گوٹھ کے وڈیرے کی غیر شادی شدہ بیٹی گاؤں سے باہر اپنا قدم نکالے۔ سکینہ کو گوٹھ ہی میں رہنے والے ایک سیانے کو دکھایا گیا جس نے الٹا سیدھا علاج کیا۔ سیانے خمیسو نے سب سے پہلے سکینہ کو تیس عدد سرخ مرچوں کی دھونی دی اس کے بعد ایک سیاہ مرغ کو کاٹ کر اس کا خون سکینہ کے سر پر ڈالا گیا لیکن اس علاج کے دوران ہی سکینہ چیخ مار کر بے ہوش ہوگئی اور جب ہوش میں آئی تو اس کی سرخ انگارہ جیسی آنکھیں' بکھرے ہوئے بال اور بگڑا ہوا حلیہ دیکھ کر خمیسو خود بھی ڈر گیا۔ سکینہ کے چہرے پر پھیلے ہوئے مرغ کے خون نے اس کے نقوش کو بگاڑ دیا تھا اس بار جیسے ہی وہ دھاڑ کر خمیسو کی طرف لپکی خمیسو اپنی اجرک اور جوتے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ کمرے سے باہر آ کر اس نے سمن شاہ کو بتایا کہ سکینہ کا جن بہت تگڑا ہے وہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا لہٰذا اب سکینہ کا علاج بادل گوٹھ میں رہنے والے ملا خیر بخش نظامانی کے علاوہ اور کوئی نہیں کرسکتا۔

انڑپور سے بادل گوٹھ کا فاصلہ تیس میل تھا چونکہ ملا خیر بخش ایک مشہور بزرگ تھا اس لئے سمن شاہ نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ کسی ملازم کو بھیج کر ملا کو طلب کرے بلکہ خود بادل گوٹھ پہنچ کر ملا سے درخواست کی کہ وہ سکینہ کا علاج کرے۔ اگلے روز ملا اپنی جیپ میں سمن شاہ کی حویلی آیا اس نے سکینہ کو دیکھ کر سمن شاہ کو بتایا کہ وہ اس کا شافی علاج کرسکتا ہے۔ ملا کو جھاڑ پھونک کے علاوہ ادویات سے بھی واقفیت تھی اس لئے وہ ٹونے ٹوٹکے کرنے کے ساتھ سکینہ کو دوائیں بھی کھلایا کرتا۔ اب سکینہ کی حالت قدرے بہتر ہو رہی تھی ملا ہر تیسرے دن آتا اور سو روپے کا نوٹ جیب میں ڈال کر چلا جاتا۔ ملا بڑا تھا تو فیس بھی بڑی تھی۔

اچانک ایک دن سکینہ کی حالت پھر غیر ہوگئی اور اس بار وہ 48 گھنٹے تک ماہی بے آب کی طرح تڑپتی رہی اس دوران حویلی میں کہرام مچا رہا سکینہ کو اس کے کمرے میں بند کردیا گیا جہاں اس نے دیواروں سے ٹکریں مار مار کر اپنے آپ کو لہولہان کرلیا۔ انہی دنوں ملا خیر بخش ایک بزرگ کے عرس میں شرکت کرنے گیا ہوا تھا سکینہ کی یہ ابتر حالت اب سمن شاہ سے نہ دیکھی گئی اور اس نے آخر کار فیصلہ کرلیا کہ شہر میں کسی اچھے ڈاکٹر سے سکینہ کا علاج کرایا جائے۔

انڑپور کی تاریخ میں غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ کسی وڈیرے کی کوئی کنواری بیٹی گوٹھ سے باہر گئی ہو۔ سمن شاہ نے اپنے ہمراہ صرف اپنی بیوی زلیخا اور دیرینہ خادم آچر کو لیا جو سمن شاہ کے باپ کے زمانے سے اس کا خاندانی خدمت گار چلا آ رہا تھا۔ سکینہ کو سب سے پہلے ضلع دادو کے ڈسٹرکٹ ہسپتال لے جایا گیا جہاں لیڈی ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا اور اس کا

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

مرض نہ سمجھ سکی لیڈی ڈاکٹر کے مشورہ پر سمن شاہ سکینہ کو لیاقت میڈیکل کالج ہسپتال جامشورو لے گیا۔

جامشورو میں لیڈی ڈاکٹر بلقیس نے جب سکینہ کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ سکینہ ہسٹریا کی مریضہ ہے اور اس کے والدین اب تک اسے اپنی جہالت اور ضعیف الاعتقادی کی بھینٹ چڑھاتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر بلقیس نے مکمل کیس ہسٹری لینے کے بعد یہ معاملہ ہسپتال کے ماہر نفسیات اور معالج ڈاکٹر رشید کے سپرد کردیا۔ ڈاکٹر رشید نہایت سمجھدار اور نوجوان نفسیاتی معالج تھا کیس ہسٹری دیکھ کر اسے نہ صرف اندازہ بلکہ یقین ہوگیا کہ سکینہ کی ہسٹیریائی کیفیت کا سبب اس کی تنہائی اور ازدواجی زندگی سے محرومی ہے۔ ایک دن اس نے سمن شاہ کو مشورہ دیا کہ اگر اسے سکینہ کی زندگی درکار ہے تو اس کی شادی کردینی چاہئے لیکن سمن شاہ اس مشورہ پر بھڑک اٹھا اور اس نے درشت لہجے ڈاکٹر سے کہا کہ وہ سکینہ کی شادی کرکے جن بادشاہ سے دشمنی مول نہیں لے سکتا۔ ڈاکٹر رشید نے اسے لاکھ سمجھایا لیکن سمن شاہ نے اس کی ایک نہ سنی اور سکینہ کو فوراً اپنے ہمراہ لے گیا۔

کچھ عرصہ بعد سمن شاہ سکینہ کو ایک بار پھر ہسپتال لے کر آیا سکینہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھی اور اس کا پھول جیسا چہرہ کملا چکا تھا اس مرتبہ ڈاکٹر رشید نے طے کرلیا تھا کہ کچھ بھی ہو وہ سکینہ کا حقیقی مرض اور اس کی شادی کرنے سے سمن شاہ کے انکار کا سبب ضرور معلوم کرے گا کیونکہ سمن شاہ کی گفتگو سے اسے اندازہ ہوچکا تھا کہ سکینہ کی ہسٹیریائی کیفیت کے حقیقی عوامل کچھ اور ہیں۔ ادھر ڈاکٹری رپورٹ نے کچھ دیگر حقائق ظاہر کئے تھے جسے ڈاکٹر رشید ایک شریف خاندان کی پردہ داری کے خدشے سے ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا چونکہ گھر کے پرانے ملازم اپنے مالکوں کے انسائیکلوپیڈیا ہوتے ہیں اس لئے ڈاکٹر نے ایک دن آچر کو جا پکڑا جو ہسپتال میں سکینہ کے خصوصی کمرے کے باہر بیٹھا تھا۔ سمن شاہ نے سکینہ کی دیکھ بھال کی خاطر اس کی ڈیوٹی یہیں لگادی تھی کیونکہ بعض وجوہات کی بنا پر سکینہ کے والدین کو اس کے ساتھ رہنے کی اجازت نہ تھی۔

''آچر! مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔'' ڈاکٹر رشید نے آچر کے قریب پہنچ کر کہا اور آچر جو غنودگی کے عالم میں بینچ پر بیٹھا تھا چونک پڑا۔

''حکم سائیں! میں تابعدار ہوں۔'' اس نے ادب سے جواب دیا۔

''یہاں نہیں میرے دفتر چل کر۔'' ڈاکٹر نے مختصراً کہا اور آچر کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے اپنے دفتر میں آگیا۔ اندر پہنچ کر اس نے آچر سے بیٹھنے کے لئے کہا اور دروازہ بولٹ کردیا۔ آچر کے چہرے سے پریشانی ظاہر ہونے لگی لیکن وہ خاموشی سے ڈاکٹر کی میز کے سامنے پڑی ہوئی دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

''آچر تمہیں سکینہ بی بی سے کتنی محبت ہے؟'' ڈاکٹر رشید نے نہایت ملائم لہجے میں اس سے سوال کیا۔

''سائیں سکینہ بی بی کو میں نے اپنی گود میں پالا ہے سمن سائیں کو بھی بچپن میں' میں اپنی گود میں کھلایا کرتا تھا۔ میں نے شادی نہیں کی میری کوئی اولاد نہیں مجھے تو سکینہ بی بی اپنی بیٹی یا پوتی لگتی ہے۔'' آچر نے ڈاکٹر کو بتایا۔

''تو آچر کاکا! اگر تم سکینہ بی بی کی زندگی چاہتے ہو تو میرے سوالوں کا ٹھیک ٹھیک جواب دو ورنہ وہ اچھی نہیں ہوسکیں گی۔'' ڈاکٹر رشید نے آچر کو تنبیہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرتے ہوئے کہا۔

''واہ ڈاکٹر سائیں اگر بی بی میرے جوابوں سے ٹھیک ہوجائے تو اس سے زیادہ میرے لئے خوشی کی اور کیا بات ہے۔'' آچر مسکراتے ہوئے بولا۔

''اچھا تو یہ بتاؤ کہ سکینہ بی بی پر پہلا دورہ کب پڑا تھا؟''

رشید نے سوال کیا۔

''دس سال تو ہوگیا۔'' آچر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''کیا دورہ اچانک پڑا تھا۔'' ڈاکٹر نے مزید کریدا۔

''سائیں جب ان کا پہلا منگنی وڈیرہ رحیم داد کے چھوکرے قادر بخش کے ساتھ ہوا تھا تو انہیں پہلا دورہ پڑا تھا۔'' آچر نے بتایا۔

''مگر کیسے؟'' رشید نے پوچھا۔

آچر اس سوال کا فوری طور پر جواب نہ دے سکا اور کچھ دیر کے لئے خاموش ہوگیا' ڈاکٹر اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات کو بغیر دیکھنے لگا کچھ وقفہ کے بعد آچر نے اٹکتے اٹکتے ہوئے کہا۔

''سائیں ہم کو کیا پتہ' وڈیرہ رحیم داد کا زال (بیوی) جب بی بی کو انگوٹھی پہنا کر گیا تو ان کے جانے کے بعد بی بی نے ایک دم چیخ مارا اور بے ہوش ہوگئیں۔''

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔'' اس بار ڈاکٹر رشید جوکھیو نے سخت اور درشت لہجے میں کہا۔ ماہر نفسیات نے بوڑھے آچر کے دل میں چھپے ہوئے چور کو پکڑ لیا تھا۔

''سائیں ہم ایک دم ٹھیک بولتا ہے۔'' آچر نے گھبراتے ہوئے کہا اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور بولا ''سائیں اب ہم کو جانے دو۔''

''بیٹھ جاؤ آچر کاکا۔ تمہیں معلوم نہیں کہ معاملہ کتنا نازک ہے۔ سکینہ بی بی کی ڈاکٹری رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ انہیں نشہ والی دوائیں دی جاتی رہی ہیں اگر یہ بات پھیل گئی تو سکینہ کے ساتھ سمن شاہ کی عزت بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔'' ڈاکٹر رشید نے اُٹھ کر آچر کے کاندھے کو دباتے ہوئے سختی سے کہا۔

''کیا؟'' یہ کہہ کر آچر ایک دم اچھل پڑا۔

''ہاں کاکا! بات بڑی خراب ہوجائے گی۔'' ڈاکٹر نے اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''مگر مگر سائیں ان کو تو ملانظامانی دوا دیا کرتا تھا۔'' آچر نے رُک رُک کر کہا۔

''وہی دوائیں تو نشہ آور ہوتی تھیں۔ کیا سمن شاہ کو یہ بات معلوم نہ تھی؟'' ڈاکٹر نے سوال کیا۔

''سائیں ہم اب کچھ نہیں بتائے گا تم سب سائیں سمن شاہ سے پوچھ لو۔'' یہ کہتے ہوئے آچر تقریباً رو پڑا۔

''بیٹھ جاؤ آچر ورنہ میں یہ کیس پولیس میں دے دُوں گا۔'' آچر پھر کرسی سے اٹھنے لگا تو ڈاکٹر نے ڈانٹ کر اس سے کہا اور پولیس کے نام پر آچر صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ ''اچھا صرف یہ بات بتا دو کہ سمن شاہ نے سکینہ کی شادی کیوں نہیں کی؟'' ڈاکٹر نے سوال کیا۔

''ڈاکٹر سائیں آپ کو تو پتہ ہے جن.....'' ابھی آچر اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ ڈاکٹر نے سخت لہجہ میں کہا۔

''اب تم کو پتہ چل گیا ہے کہ جن کا معاملہ نہیں ہے' سچ سچ بتاؤ آخر بات کیا تھی؟'' ڈاکٹر نے نہایت

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

سنجیدگی سے سوال کیا۔

’’سائیں! یہ بات ہم زندگی بھر نہیں بتائے گا۔ نہیں تو سمن شاہ ہم کو گولی مار دے گا۔‘‘ آچر نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

’’دیکھو آچر کاکا! میں ڈاکٹر بھی ہوں اور سرکاری افسر بھی۔ سمن شاہ نہ میرا کچھ بگاڑ سکے گا اور نہ تمہارا' میں قانون کی مدد حاصل کرلوں گا جو تمہاری اور میری مدد کرے گا اور پھر مولا سب سے بڑا ہے۔‘‘ ڈاکٹر نے اپنے مخصوص نرم لہجے میں کہا اور اب آچر بھی کچھ مطمئن نظر آرہا تھا۔

’’پر سائیں سکینہ بی بی کی شادی فائرو (آدمی) سے کیسے ہوسکتی تھی۔ ان کی شادی تو قرآن سے ہوگئی تھی۔‘‘ آچر نے کچھ عجیب سے لہجے میں کہا۔

’’کیا کہہ رہے ہو تم؟ کیا کسی عورت کی شادی قرآن سے بھی ہوسکتی ہے؟‘‘ اس دفعہ حیران ہونے کی باری ڈاکٹر کی تھی۔

اور پھر ڈاکٹر رشید کے اصرار پر آچر نے ایک ایسا انکشاف کیا جو سندھ کے متعدد زمینداروں کی اکلوتی بیٹیوں کا بہت بڑا المیہ ہے۔

آچر نے بتایا کہ سندھ کے ایک مخصوص طبقے سے تعلق رکھنے والے وڈیروں کا یہ اصول ہے کہ اگر ان کے کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوتی اور صرف اکلوتی بیٹی ہوتی ہے تو وہ اس کی شادی اپنی زندگی میں نہیں کرتے اس لئے کہ اس طرح جائیداد کا بیشتر حصہ بیٹی کے نام منتقل ہوکر غیر خاندان میں چلا جاتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی بیٹی سے کہہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اس کی شادی قرآن یا مسجد سے کردی ہے۔ ظاہر ہے ایسی مقدس شے سے وابستہ ہونے کے بعد کوئی لڑکی کسی انسان سے کیسے منسوب کی جاسکتی ہے۔ پھر کم از کم وڈیروں کی زندگی میں ان کی جائیداد تقسیم نہیں ہوسکتی۔ لڑکیاں بوڑھی ہوتی جاتی ہیں انہیں مختلف امراض گھیر لیتے ہیں یا وہ بے راہ روی کی زندگی اختیار کرلیتی ہیں لیکن شادی نہیں کرسکتیں۔ زمیندار کی موت کے بعد جو کچھ ہو لیکن زندگی میں وہ اپنی دولت پر سانپ بنا بیٹھا رہتا ہے۔ سکینہ بھی سمن شاہ کی اکلوتی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

پانی ایک ٹانک

پانی قدرت کا انمول تحفہ ہے جو جسم کے لئے بہترین ٹانک ہے۔ یہ جان لینا ضروری ہے کہ پانی پینے کے وہ کون سے صحیح اوقات ہیں، جب پانی ہمارے جسم پر بہتر اثر کرسکتا ہے:

ایک گلاس پانی صبح اُٹھنے کے بعد پینے سے اندرونی اعضاء چاق و چوبند رہتے ہیں۔ نہانے کے بعد ایک گلاس پانی پینے سے بلڈ پریشر کم رہتا ہے۔ کھانے سے 30 منٹ پہلے دو گلاس پانی پینے سے ہاضمہ بہتر رہتا ہے۔ آدھا گلاس پانی سونے سے پہلے پینے سے ہارٹ اٹیک اور برین ہیمبرج سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ ہم پانی پینے کے ان اوقات پر عمل کرکے اپنے آپ کو فٹ رکھ سکتے ہیں۔

(مرسلہ: شمسہ شہزادی۔ احمد پور شرقیہ)

بیٹی تھی لہٰذا روایت کے مطابق اس کے ساتھ بھی وہی کچھ ہوا۔ سمن شاہ چونکہ بظاہر ایک ترقی پسند شخص اور ایک ترقی پسند سیاسی جماعت کا عہدیدار بھی تھا اس نے چپکے سے بیٹی کو تو یہ بات بتا دی کہ خاندانی روایت کے مطابق اس کی شادی قرآن سے کردی گئی ہے لیکن دکھاوے کے طور پر اس رسم سے انحراف کرتے ہوئے بیٹی کی منگنی کا ناٹک بھی رچایا اور پھر باپ کے حکم سے اس پر ایسا بھیانک ظلم کیا گیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ زمیندار کے حکم پر آچر نے سکینہ کو دودھ میں بھنگ ملا کر پلا دی اور وہ نشے میں عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگی جس کے بعد مشہور کرادیا گیا کہ سکینہ پر جن آنے لگے ہیں۔ لہٰذا اس کی منگنی ٹوٹ گئی۔ کچھ عرصہ بعد یہی ڈرامہ پھر کھیلا گیا اور اس بار سکینہ پر جن کا سایہ ہونے کی بات مصدقہ سمجھی جانے لگی اور اس کی شادی کا باب ہی بند ہوگیا۔

بڑھتی ہوئی عمر اور جسمانی تقاضوں کے سبب جب سکینہ پر ہسٹیریا کے دورے پڑنے لگے تو سمن شاہ نے انہیں بھی جنوں کی کارروائی قرار دیا۔ ملا نظامانی دوا کے نام پر سکینہ کو نشہ آور گولیاں دیا کرتا تھا سمن شاہ کو اس بات کا بخوبی علم تھا لیکن دولت کی ہوس اور پرانی فرسودہ جاہلانہ اور غیر اسلامی روایت نے اس کے قلب و ذہن پر پردے ڈال دیئے تھے۔ ایک باپ اپنی بیٹی پر ظلم توڑ رہا تھا اور اسے منشیات کا عادی بنا رہا تھا۔ ادھر ہسٹیریا کے مرض اور منشیات کے کثرت استعمال نے سکینہ کا دماغی توازن خاصی حد تک خراب کردیا تھا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ صحت مند اور خوبصورت دوشیزہ اب ایک ڈھانچہ کی مانند ہسپتال کے ایک کمرے میں پڑی تھی۔

ڈاکٹر رشید اس انکشاف پر ششدر رہ گیا۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ اس بے ضمیر شخص کی بوٹیاں اُڑا دے جو دولت کے لالچ میں اپنی اولاد کو قتل کررہا تھا لیکن آخر وہ اکیلا کس طرح اس قبیح روایت کو ختم کرسکتا تھا۔ آچر یہ داستان سنا کر بہت خوفزدہ تھا لہٰذا ڈاکٹر رشید نے فوراً اسے کراچی میں اپنے گھر روانہ کردیا۔ شام کو جب سمن شاہ سکینہ کو دیکھنے آیا تو ڈاکٹر نے اسے بڑی سخت سست سنائیں سمن شاہ پہلے تو انکار کرتا اور آچر کو برا بھلا کہتا رہا لیکن ڈاکٹر نے جب اسے قانون کی دھمکی دی تو وہ ایک دم برہم ہوگیا اور اس نے ڈاکٹر سے یہ کہتے ہوئے کہ دیکھتا ہوں میرا کوئی کیا بگاڑ لیتا ہے سکینہ کو فوراً ہسپتال سے ڈسچارج کرنے کو کہا۔ جب ڈاکٹر رشید نے سکینہ کو ہسپتال سے فارغ کرنے سے انکار کردیا تو سمن شاہ ڈاکٹر کو سنگین نتائج بھگتنے کی دھمکیاں دیتا ہوا چلا گیا۔

سمن شاہ کے چلے جانے کے کوئی ایک گھنٹہ بعد ڈاکٹر رشید کو محکمہ صحت کے ایک اعلیٰ افسر کا خط موصول ہوا جو ایک اور افسر سے دیکر گیا۔ یہ خط اس کے تبادلہ کا حکم نامہ تھا جس کے مطابق اسے فوری طور پر کراچی میں واقع ایک سرکاری ہسپتال کا چارج لینا تھا۔

اگلے دن ڈاکٹر رشید کراچی چلا گیا اور اسی دن سمن شاہ سکینہ کو ہسپتال سے ڈسچارج کراکر انزپور لے گیا۔ کچھ دن بعد اخبارات کے اضلاعی صفحات میں ایک چھوٹی سی خبر چھپی جس کی تفصیلات میں بتایا گیا تھا کہ قصبہ انزپور کے ممتاز وڈیرے سیاسی شخص اور پیر سید سمن شاہ کی اکلوتی بیٹی سکینہ نے اپنی طویل علالت سے تنگ آکر ایک نہر میں کود کر خودکشی کرلی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM www.pakistanipoint.com

انتقام کی آگ

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

رخسانہ ہوس زر کے جال میں اُلجھتی چلی گئی اِدھر اُدھر منشیات سمگل کرتی کرتی وہ لاکھوں میں کھیلنے لگی۔ اپنی گاڑی خرید لی الگ سے گھر خرید لیا اپنے دونوں بھائیوں اور باپ کو بھی اسی کاروبار میں شامل کر لیا۔ کئی بار یہ سب لوگ رنگے ہاتھوں پکڑے گئے، جیل بھی گئے پھر ضمانت پر باہر آ کر وہی دھندہ شروع کر دیتے۔

جاوید راہی

ایک عورت کی کہانی جو بُرائی کے راستے پر بہت دُور نکل گئی تھی

سینکڑوں لوگ تھے جن میں خواتین سمیت ہر عمر کے مرد اور بچے پریس کلب لاہور کے باہر بڑے بڑے کتبے اور بینرز اٹھائے رخسانہ کے قتل کا انصاف مانگ رہے تھے جسے رخسانہ کے والد عبدالغفور کے مطابق زیادتی کے بعد قتل کر دیا گیا تھا۔ اور اس کی لاش دو روز تک مکئی کے کھیت میں جنگلی جانوروں کے رحم و کرم پر پڑی رہی تھی۔

اس واردات کے پیچھے جو عوامل تھے انھیں راقم الحروف نے بڑی گہرائی سے دیکھا اور وہ خاصے پریشان کن تھے۔ اوکاڑہ کے نواحی قصبہ 37-36 ٹو آر کے رہائشی اس خاندان کے تعلق عرصہ دراز سے اسی گاؤں کے عیسائی خاندان سے بڑے قریبی چلے

آ رہے تھے۔ یہاں تک کہ رخسانہ اور نامزد ملزمان ستار مسیح ولد لال مسیح کی زوجہ کیتھرین ایک جان دو قالب کی مثال تھیں۔ رخسانہ کے بہنوئی فاروق نے بار بار رخسانہ کے خاوند شوکت علی کو اس میل ملاپ سے روکا مگر کیتھرین کے خاوند ستار مسیح نے فاروق کو روک کر اس سے باز پرس کی کہ تم اپنے آپ کو اس معاملہ سے دُور رکھو۔ نامزد ملزمان رشید مسیح، امین مسیح، ستار مسیح اور کیتھرین کے خلاف تھانہ صدر اوکاڑہ میں درج ایف آئی آر کے مطابق رخسانہ کو 22-10-2013 کو اغوا کیا گیا اور مورخہ 24-10-13 کو صبح 6:30 بجے مکئی کی فصل سے رخسانہ کی لاش ملی جس کے چہرے پر انسانی دانتوں کے واضح نشانات تھے اور لاش کی حالت بتا رہی تھی کہ اسے بُری طرح پامال کیا گیا تھا جس کی تصدیق بعد میں رپورٹ ملنے پر سامنے آئی کہ اسے قتل سے پہلے اجتماعی زیادتی کا نشانہ بھی بنایا گیا تھا۔

میں تھانہ صدر اوکاڑہ میں ستار مسیح سمیت دیگر نامزد ملزمان سے ملا تو سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ ملزمان کو سیاسی آشیر باد حاصل ہونے کی بنا پر خاصا مطمئن پایا۔ کئی ایک لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ ستار مسیح اور مقتولہ کے خاوند میں خاصا مضبوط دوستانہ چلا آ رہا تھا۔ ستار مسیح رخسانہ کے خاوند کو نوکری دلوانے میں پیش پیش رہتا کبھی وہ دونوں میاں بیوی کو نوکری دلوانے کی غرض سے فیصل آباد لے جاتا اور یہ لوگ اکٹھے ہی رہائش پذیر ہوتے۔ کئی کئی ماہ یہ سلسلہ چلتا رہتا۔

اسی طرح فتح پور بنیادی مرکز صحت میں اَن ٹرینڈ دائی کے کورس میں داخلہ لئے رُوکی (رخسانہ) کو ابھی بیس روز ہی ہوئے تھے کہ مرکز صحت کے تمام عملہ کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ مرکز انچارج ایچ ٹی صادق جو خود کو ڈاکٹر کہلوانا پسند کرتا ایل ایچ وی نجمہ اور میڈ وائف زبیدہ جو سالہا سال سے ایک فیملی کی طرح اس مرکز صحت میں تعینات اس علاقہ کے لوگوں کو طبی سہولت فراہم کرتے آ رہے تھے۔ ڈاکٹر صادق رخسانہ کی بیس روزہ حاضری کے دوران پانچ بار رخسانہ کی طرف سے ہونیوالے معاملات میں الجھے اور علاقہ کے بااثر افراد کی سخت تنقید کا سامنا کر چکے تھے۔ رخسانہ پارٹی بازی کی بڑی ماہر تھی۔ ایک دوسرے سے لڑانا اس کے ایک جھٹکے کا کمال تھا۔

ایک روز کا ذکر ہے بنیادی مرکز صحت خواتین اور بچوں سے بھرا ہوا تھا مہینہ وار راشن کی تقسیم ایل ایچ وی کی ذمہ داری میں شامل ہونے کی بنا پر زچہ و بچہ کی ہسٹری درج کرنے کے بعد خشک دودھ، گندم، بٹر آئل وغیرہ دیا جاتا۔ خدا جانے رخسانہ نے وہاں موجود خواتین میں کونسا شوشہ چھوڑا کہ تمام خواتین نے وہاں احتجاج شروع کر دیا جس کا نشانہ ایل ایچ وی اور ڈسپنسر خادم تھا جن پر یہ الزام لگایا جا رہا تھا کہ وہ راشن خرد برد کرتے تھے۔ اس احتجاج کی باز گشت قریبی پولیس چوکی ہوئی تو ملازمین دندناتے مرکز میں آ گئے۔

شکایات کا دفتر کھل گیا رخسانہ پیش پیش تھی نہ تو اس کا یہ پتہ چل رہا تھا کہ وہ احتجاج کرنیوالوں کے ساتھ تھی اور نہ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ مرکز صحت کے عملہ کی وکالت کر رہی ہے۔ دیگر عملہ ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا، ڈسپنسر اور ایل ایچ وی اس صورتحال کو ہینڈل کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ سالہا سال سے چلتا ہوا پروگرام پل بھر میں متنازعہ ہو گیا اور وہ سب خواتین مارنے مرنے پر تیار ہو گئی تھیں۔

آخر کار چوکی انچارج راشن کے سٹور کو تالا لگا کر چابی ساتھ لے گیا۔ جاتے جاتے مرکز صحت کے عملہ کو کہہ گیا کہ اس کا فیصلہ محکمہ صحت کا کوئی آفیسر

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ہی آ کر کرے گا کیونکہ یہ غیر ملکی امداد کا معاملہ ہے یہ محکمہ ہی حساب لگائے گا کہ کیا صحیح اور کیا غلط ہونا آ رہا تھا۔ سب راشن لینے والی خواتین بچوں سمیت واویلا مچاتی واپس چلی گئیں۔

رخسانہ ایل ایچ وی کے کمرے میں چہرے پر یاسیت کا نقاب سجائے اس سے مخاطب ہوئی ''میڈم آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ سب کچھ کہیں ڈاکٹر اور میڈ وائف زبیدہ کا کیا دھرا تو نہیں، میرا مطلب کہیں یہ سازش دونوں نے ملکر کی ہو کہ آپ کی ٹرانسفر کروا کر سارا نظام دائی زبیدہ کے ہینڈ اوور ہو جائے اور یہاں راشن میں بھی ان کی اجارہ داری قائم ہو جائے۔ ادویات پر تو وہ پہلے ہی قابض چلے آ رہے ہیں، میں نے اپنے والد کیلئے کھانسی کا شربت مانگا تو وہ کہنے لگی ابھی ایشو نہیں کیا'' منہ کا زاویہ بگاڑتے ہوئے اس نے ایل ایچ وی پر اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔

''مجھے نہیں پتہ ڈی ایچ او صاحب خود آ کر سب کچھ دیکھ لیں گے۔ میں آفس جا کر ساری صورتحال ان سے بیان کر دونگی۔'' کہتے ہوئے وہ رجسٹر وغیرہ دراز میں رکھنے اور تالا لگانے کے بعد اُٹھ کھڑی ہوئی۔

دوسرے روز محکمہ صحت کے اہلکاروں نے آ کر سارا سٹور اور ریکارڈ چیک کیا تو انہیں کوئی بھی بے ضابطگی نظر نہ آئی مگر یہ سب کچھ کیسے ہوا کسی نے اس بارے کوئی نوٹس نہ لیا اور وہ سلسلہ پھر سے شروع ہو گیا۔ رخسانہ کو دو ماہ ہو گئے مگر وہ کبھی کبھار کوئی اوچھا ہتھکنڈہ ضرور کر گزرتی۔ چوکیدار نور محمد کا کوارٹر اس نے صاف کر کے اس میں اپنا تھوڑا بہت سامان رکھ لیا تھا کیونکہ نور محمد رات کی ڈیوٹی کر کے قریبی بستی میں اپنے گھر چلا جاتا۔ رخسانہ چونکہ اسی گاؤں کی رہائشی تھی سب کے ساتھ اس کے روابط اس لئے بھی کھلم کھلا تھے کہ سب لوگ اسے جانتے تھے خاص کر پولیس چوکی کا عملہ اس کے دائرہ کار میں تھا۔

نور محمد چوکیدار نے رخسانہ کو اس بات پر رضامند کر لیا تھا کہ کبھی کبھار اکبر خان کا تھوڑا بہت مال جس میں چرس، افیون شامل تھی اپنے کوارٹر میں رکھ لیا کرو اور چوکی والے تو تیری طرف آنکھ بھر کر بھی نہیں دیکھتے وہ تمہاری خدمت بھی کر دیا کرے گا۔ یوں رُوکی اکبر خان کے ساتھ ملکر منشیات کا دھندہ کرنے لگی۔ اس کی ہوس دن بدن بڑھتی جا رہی تھی اس کے مراسم ایسے لوگوں سے بھی ہو گئے تھے جن کو اکبر خان براہ راست اس کے پاس رکھا مال لینے بھجوا دیتا۔ گاؤں میں ایک دو گھر عیسائیوں کے بھی تھے اور ان کے پاس شراب خریدنے کے پرمٹ تھے۔ رخسانہ ان سے شراب خرید کر مہنگے داموں آگے فروخت کرنے لگی تھی۔ منہ متھے لگتی تھی اور اسے دوسروں سے کام نکلوانے کا فن بھی آتا تھا۔

مرکز صحت کی بدنامی ہو رہی تھی مگر عملہ کے کسی ملازم کی جرأت نہ ہوتی اس کے راستے میں آنے کی۔ اس نے بطور اَن ٹرینڈ دائی یہاں داخلہ لیا اور اس ایریا کو اپنی مذموم سرگرمیوں کی آماجگاہ بنا لیا۔ اس کے گھر والے بھی کھلے دل کے لوگ تھے وہ اس کی سرگرمیوں میں اس کی معاونت کرتے۔ اکبر خان نے اسے اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ وہ اِدھر کا مال اُدھر ڈلیور کرے۔

رات کی تاریکی میں گاڑیاں مرکز صحت پر آتیں اور رخسانہ کے کوارٹر پر دیر تک لین دین کا سلسلہ جاری رہتا۔ پولیس چوکی چند قدم پر تھی مگر وہ سب اس کے اشاروں پر ناچتے تھے۔ اس کے کوارٹر پر ادھر اُدھر سے اسی تماش کی عورتیں بھی دھڑلے سے آتیں اگر محکمہ کا کوئی ملازم باز پرس کرتا تو وہ آپے سے باہر ہو کر ٹرانسفر کروانے کا رعب ڈالتی

WWW.PAKSOCIETY.COM

تو وہ چپ ہو جاتا۔

ایک روز اکبر خان نے اسے ایک پیکٹ دیا اور سرگودھا روانہ کر دیا۔ یہ اس کی پہلی ڈیل تھی جو وہ اپنے علاقہ سے دور کرنے جا رہی تھی۔ خوبرو تو تھی ہی اس نے وہ پیکٹ زیر جامہ چھپا لیا اور دوپہر ڈھلنے سے قبل اپنے کوارٹر سے نکل کر سڑک پر آ گئی۔ اس نے اپنے ذہن میں جو پلان بنایا تھا وہ یہ تھا کہ کسی ایسی کار کو روک کر جس میں فیملی ہو اس میں لفٹ لینے کی کوشش کرے گی۔ دو چار گاڑیوں کو ہاتھ دیا مگر کامیابی حاصل نہ ہوئی آخر کار ایک ایمبولینس جو کہ کوئی مریض لیکر جا رہی تھی ہاتھ دینے پر رُک گئی۔ ایمبولینس میں موجود مریض کے ورثا نے ریکویسٹ پر اسے اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ فیصل آباد تک کا سفر بخیریت ہوا اور وہ اتر کر بس اسٹینڈ کی طرف چل دی۔

شام ہو رہی تھی اور اسے ایک اکیلی بیٹھی خاتون کے برابر سیٹ ملی گئی۔ جو راستہ اس نے اختیار کر لیا تھا اس کا انجام تباہی تھا مگر وہ ان سب سے بے خبر صرف دولت کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ بس سرگودھا کے بس اسٹینڈ پر رُکی تو وہ بھی سواریوں کے ساتھ بس سے باہر آ گئی۔ پی سی او پر آ کر اس نے رابطہ نمبر ڈائل کیا دوسری طرف رابطہ ہونے پر اس نے بولنے والے کو بتایا کہ وہ اسٹینڈ کے اندر ہی پی سی او پر ہے۔ یہ بتا کر اس نے فون کاٹ دیا اور پی سی او کے ایک طرف ہو کر انتظار کرنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد ایک موٹر سائیکل سوار نوعمر لڑکا اس کی طرف آیا اور پاس پہنچ کر رُک گیا۔ پھر اُس نے نام لے کر مخاطب کیا تو رخسانہ نے سر ہلا کر تائید کی اور اسکے ساتھ موٹر سائیکل پر سوار ہو گئی۔ وہ لڑکا جس نے اپنا نام عبداللہ بتایا تھا اسے لیکر مختلف گلیوں سے ہوتا ہوا ایک مکان کے آگے آ رُکا۔ دروازہ کھلا تھا وہ اسے لیکر اندر داخل ہو گیا۔ گھر کے اندر خاتون خانہ جس کا نام رضیہ تھا نے اس کا خیر مقدم کیا اور بتایا کہ یہ میرا بیٹا ہے جو کام میں میرا ہاتھ بٹاتا ہے۔ اکبر خان نے رخسانہ کو بتایا تھا کہ جس کے پاس تم مال لیکر جا رہی ہو وہ خود بھی منشیات کا کام کرتی ہے۔ خاوند اس کا قتل کے سلسلہ میں جیل تھا پیچھے وہ گھر اور اس کا مقدمہ سنبھال رہی تھی۔ پیکٹ اس نے رضیہ کے سپرد کیا اور اس کے پیچھے چلتی ہوئی کمرے میں آ گئی۔ اس کی دو بیٹیاں نصرت اور عشرت بھی کمرے میں آ گئیں۔ چائے وغیرہ کے بعد کھانا لگ گیا۔ رات گئے تک رُوکی ان سے باتیں کرتی رہی پھر ان کے درمیان ہی سو گئی۔ صبح ناشتہ سے فارغ ہو کر عبداللہ کے ہمراہ بس اسٹینڈ پر آئی اور واپسی کیلئے بس میں سوار ہو گئی۔ اس کی پہلی ڈیل بغیر کسی مسئلہ کے کامیاب ہو گئی تھی۔

رخسانہ ہوسِ زر کے جال میں اُلجھتی چلی گئی اِدھر اُدھر منشیات سمگل کرتی کرتی وہ لاکھوں میں کھیلنے لگی۔ اپنی گاڑی خرید لی الگ سے گھر خرید لیا اپنے دونوں بھائیوں اور باپ کو بھی اسی کاروبار میں شامل کر لیا۔ کئی بار یہ سب لوگ رنگے ہاتھوں پکڑے گئے، جیل بھی گئے پھر ضمانت پر باہر آ کر وہی دھندہ شروع کر دیتے۔ اسی قماش کے ایک بڑے منشیات فروش توکل سے رخسانہ نے شادی کر لی۔ توکل کے آنے سے باپ بھائیوں کے ساتھ اَن بن ہو گئی وہ دونوں کے کاروبار سے الگ ہو گئے۔ دونوں طرف سے سرد جنگ شروع ہو گئی۔ ایک دوسرے کی مخبری میں پولیس کی چاندی ہونے لگی اور یہ سلسلہ طویل ہوتا گیا۔ رخسانہ کا بڑا بھائی عبدل ذرا غصے والا تھا ایک دو بار توکل اور رخسانہ کو مار پیٹ بھی کی۔ بات پولیس تک جا پہنچی گرفتاریاں مقدمات دونوں طرف سے چلنے لگے مگر دونوں نے ہار نہ مانی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک ایسی کتاب جس کا شدّت سے انتظار تھا

شائع ہوگئی ہے

450

میں ہوں تیمور

- امیر تیمور کی آپ بیتی ہے جو اس نے خود اپنے اُلٹے ہاتھ سے تحریر کی ہے۔
- تیمور حافظِ قرآن تھا، دینوی علوم کا ماہر تھا، عالمِ دین تھا اور دینی لحاظ سے ایسے درجات پر پہنچ چکا تھا کہ اُسے مفتی اور فقیہہ کہا جا سکتا ہے۔
- ۶۰۰ صفحات، رنگین سرورق، سفید کاغذ، ڈیلیکس ایڈیشن

سیدہ ڈائجسٹ: 240 مین مارکیٹ ریواز گارڈن لاہور۔ فون: 7245412

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

ایک روز توکل اور وحشانہ اپنی گاڑی پر چالیس کلو چرس لے کر آرہے تھے کہ عبدل کو اس کے بارے میں خبر ہوگئی۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھے کہ اس نے پھولنگر پولیس کو ان کی گاڑی نمبر دیتے ہوئے بھاری منشیات سمگل کرنے کا بتایا۔ پولیس نے ناکہ لگا کر گاڑی روکی، تلاشی پر چرس برآمد ہوگئی۔ وہ دونوں میاں بیوی گرفتار ہوگئے اور جیل چلے گئے۔ جب ضمانت پر باہر آئے تو سیدھے عبدل کے گھر صلح کیلئے گئے مگر رخسانہ کے والد نے دونوں کو بے عزت کر کے گھر سے نکال دیا۔ دونوں کو اپنی بے عزتی کا بڑا دکھ ہوا اُن کو پتہ چل گیا تھا کہ پھولنگر پولیس کو مخبری عبدل نے کی تھی۔

''روکی ہمیں تمہارے بھائی کی وجہ سے بہت نقصان اٹھانے پڑ رہے ہیں۔'' توکل نے رخسانہ کو مخاطب کرتے گلہ کیا۔

''میں خود بھی بہت پریشان ہوں ان کے رویے سے۔'' رخسانہ نے توکل کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''تو پھر کیا کرنا چاہئے؟'' توکل نے بدستور پریشان کن انداز میں اس سے پوچھا۔

''توکل میں کیا کہہ سکتی ہوں اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو مجبوراً کوئی قدم اٹھانا ہوگا۔''

توکل نے چہرے پر سختی لاتے اس کی جانب دیکھا ''میں تمہیں نہیں روکوں گی۔'' کہتے ہوئے وہ اٹھ کر کچن میں چلی گئی۔

توکل کے اندر رخسانہ کے گھر والوں کیلئے غصہ اور نفرت کا الاؤ روشن تھا جو لحہ بہ لحہ بلند ہوتا جا رہا تھا۔ توکل نے اپنے ایک ملنے والے مفرور اشتہاری فضلو بلوچ سے رابطہ کر کے یہ پلان تیار کر لیا کہ کوئی موقع دیکھ کر عبدل پر دھاوا بول دینا ہے۔

اُدھر عبدل نے اپنے باپ اور بھائی کے ہمراہ ملکر دونوں کو ٹھکانے لگانے کا پکا پروگرام بنایا ہوا تھا۔ اس کے لیے اُس نے ایک خطرناک مجرم کی مدد لے رکھی تھی جس کا نام بادشاہ گل تھا۔

رخسانہ اور توکل شہر سے واپس آرہے تھے، جبکہ بادشاہ گل اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ان کے انتظار میں ٹوٹی سڑک کے ایک جانب کماد کی فصل میں چھپا ہوا تھا۔ اس سڑک پر گاڑی کی رفتار ریگنگنے کی حد تک سُست ہو جاتی تھی۔ جیسے ہی اُن کی گاڑی ان سے کچھ فاصلے پر آہستہ ہوئی تو وہ تینوں اسلحہ سے لیس فصل سے نکل کر سڑک پر آگئے۔ اچانک گاڑی کے سامنے آکر بادشاہ گل نے فائر کھول دیا۔ پہلے برسٹ نے توکل کے پرخچے اُڑا دیئے۔ توکل اس حملہ کیلئے بالکل تیار نہیں تھا ورنہ وہ اپنا پستول نکال لیتا۔ مگر اس سے پہلے ہی پے در پے گولیوں نے اسے سٹیرنگ پر ہی ڈھیر کر دیا۔ دونوں جانب سے ٹریفک رُک گئی تھی مگر بادشاہ گل اور اس کے ساتھیوں نے رخسانہ کو سب کے سامنے اغوا کیا اور موقع واردات سے فرار ہوگئے۔

پولیس آئی، توکل کی لاش کو پوسٹ مارٹم کیلئے ہسپتال بھجوا کر ملزموں کے پیچھے گرفتاری کیلئے چڑھ دوڑی مگر وہ پولیس کے ہاتھ نہ آئے۔ کچھ دن بعد رخسانہ کی پامال شدہ لاش بھی مل گئی۔ پولیس نے رخسانہ کے باپ اور دو بھائیوں کو گرفتار کر لیا۔ اور ان کے اقرار جرم اور اسلحہ کی برآمدگی کے بعد ان کو جیل بھیج دیا گیا۔ تاہم قتل اور زیادتی کا اصل مجرم بادشاہ گل کسی طرح ہاتھ نہ آسکا۔ اس کی گرفتاری کے لیے کئی روز تک احتجاج ہوتا رہا مگر بے سود۔ مقدمہ کی پیروی توکل کا چھوٹا بھائی کر رہا ہے مگر عدم دلچسپی اور کمزور استغاثہ کی بنا پر شائد وہ تینوں جلد باہر آجائیں۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

خونی شارک

جاوید اقبال

ہم آگے چل پڑے' اچانک ایک بڑی لہر اُٹھی اور ہمیں بھگوتی ہوئی گزر گئی۔ جہاز کو زور کا جھٹکا لگا' ہم عرشے پر لڑھک گئے۔ پھر سمندر میں ایک سیاہ ہیولہ سا اُٹھا اور جہاز سے ٹکرا گیا۔ جہاز کے کئی بادباں ٹوٹ گئے۔ ''شارک'' ہمارا ایک ساتھی چلایا۔

سمندر میں خونی بلا سے ہوئے معرکے کی حیران کن رُوداد

ہمارا چھوٹا بادبانی جہاز سمندر کی لہروں پر رواں دواں تھا۔ جھلسا دینے والی دھوپ کے بعد اچانک بادل کا ایک ٹکڑا سورج کے سامنے آ گیا تھا جس پر ہم نے سکھ کا سانس لیا کیونکہ دھوپ سے ہمارے چہرے جھلس گئے تھے۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے ہمارے جبڑوں سے ٹکرائے تو عجیب راحت کا احساس ہوا۔

لیکن راحت کی ان گھڑیوں میں بھی ہم اپنے دشمن سے غافل نہیں تھے۔ ہماری نظریں سطح سمندر پر جمی ہوئی تھیں۔ سمندر کی لہروں میں ذرا بھی ہلچل

ہوتی تو ہم چونک اُٹھتے کیونکہ ذرا سی غفلت ہمیں موت کے منہ میں لے جاسکتی تھی۔ ہم بحریہ کے اس ہراول دستے کا حصہ تھے جو چوبیس گھنٹے سمندری قزاقوں سے نبرد آزما رہتے ہیں۔

لیکن آج ہمیں جس دشمن کی تلاش تھی وہ بحری قزاقوں کا کوئی ٹولہ نہیں ایک شارک تھی۔ یہ خونخوار شارک اچانک سمندر میں نمودار ہوتی اور کشتیوں اور چھوٹے جہازوں پر حملہ کرکے انہیں تباہ کردیتی اور پھر سمندر میں گرنے والے انسانوں کے پرخچے اُڑا دیتی۔ درجن بھر وارداتوں کے بعد ہمیں اس شارک کے خاتمے کا مشن سونپا گیا۔ ہمیں حکم تھا کہ دن رات ایک کرکے اس عفریت کا خاتمہ کرو۔

شارک کی تلاش میں سارا دن گزر گیا تھا۔ شام کے جھٹ پٹے میں ہمیں سمندر کے بیچوں بیچ ایک

استقامت

ایک بادشاہ کی طرف سے عام اعلان جاری ہوا ''جس نے آج کے بعد قرآن کو اللہ کا کلام کہا یا لکھا گردن اُڑا دی جائے گی''۔ بڑے بڑے محدثین علماء شہید کر دیئے گئے۔ ساٹھ سال کے بوڑھے امام احمد بن حنبلؒ امت کی رہنمائی کو بڑھے بولے ''جاؤ جا کر بتاؤ حاکم کو احمد کہتا ہے قرآن اللہ کا کلام ہے''

دربار میں پیشی ہوئی بہت ڈرایا گیا امام کا استقلال نہ ٹوٹا..... مامون الرشید مر گیا اسکا بھائی معتصم حاکم بنا، امام کو ساٹھ کوڑوں کی سزا سنا دی گئی۔ دن مقرر ہوا امام کو زنجیروں میں جکڑ کر لایا جا رہا تھا بغداد میں سر ہی سر تھے ایک شخص شور مچاتا صفیں چیرتا پاس آتا ہے: ''احمد احمد! مجھے جانتے ہو؟''

فرمایا: ''نہیں۔''

''میں ابوالہیثم ہوں بغداد کا سب سے بڑا چور۔ احمد میں نے آج تک اتنے بارہ سو کوڑے کھائے ہیں لیکن یہ مجھ سے چوریاں نہیں چھڑا سکے۔ کہیں تم ان کے کوڑوں کے ڈر سے حق مت چھوڑ دینا۔ امام میں نے اگر چوریاں چھوڑیں تو صرف میرے بچے بھوک سے تڑپیں گے لیکن اگر تم نے حق چھپایا تو امت برباد ہو جائے گی۔''

امامؒ غش کھا کہ گر پڑے ہوش آیا تو دربار میں تھے۔ حبشی کوڑے برسا رہا تھا تیس کوڑے ہوئے تو پوچھا گیا: ''امام کہیے؟''

آپؒ نے فرمایا ''میں مر سکتا ہوں لیکن محمد ﷺ کے دین میں رتی برابر تبدیلی برداشت نہیں کر سکتا۔'' پھر سے کوڑے برسنے لگے۔ ایک وزیر کو ترس آتا ہے: ''امام ایک مرتبہ میرے کان میں چپکے سے کہہ دیجئے قرآن کلام نہیں مخلوق ہے میں بادشاہ سے سفارش کرونگا'' امام نے فرمایا ''تو میرے کان میں کہہ دے قرآن اللہ کا کلام ہے قیامت میں رب سے میں تیری سفارش کرونگا۔''

۸۲ ماہ کے قریب قید و بند اور کوڑوں کی سختیاں جھیلیں۔ آخر تنگ آ کر حکومت نے آپؒ کو رہا کر دیا۔

اس آزمائش کے بعد اکیس سال تک زندہ رہے، خلق خدا کو فیض پہنچاتے رہے، کوڑوں کی تکلیف آخر عمر تک محسوس کرتے تھے، لیکن عبادت و ریاضت میں مستقیم اور درس و تدریس میں ہمہ تن مصروف رہے۔ ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ بروز جمعہ آپؒ نے وصال فرمایا۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ڈاکٹر ایم اے فاروقی کی ایک اور معرکتہ الآرا کتاب

شائع ہوگئی ہے

لوک دوائیں

لوک علاج

خدا کرے آپ ہمیشہ صحت مند رہیں لیکن خدانخواستہ اگر آپ کسی بھی جسمانی مرض میں مبتلا ہوں تو فوراً ڈاکٹر صاحب کی کتاب سے استفادہ حاصل کریں۔ یہ کتاب نہیں ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جسمیں ہر بیماری کیلئے کئی طریقہ علاج بتائے گئے ہیں۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

300=

یہ کتاب ہر گھر کی ضرورت ہے

جزیرہ نظر آیا۔ جزیرے پر نہ کوئی درخت تھا نہ جھاڑی' ہمارا ایک ساتھی صورتحال جاننے کے لئے اس جزیرے پر کود گیا۔ اچانک پانی میں ہلچل مچی اور جزیرہ اپنی جگہ سے چل پڑا۔ ہمارا ساتھی پھسل کر پانی میں جا گرا' پھر تیرتا ہوا جہاز تک آ گیا۔ ہم نے اسے اوپر کھینچ لیا۔ اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ ''میرے خدا وہ جزیرہ نہیں ایک بڑی وہیل تھی۔'' اس نے کہا۔

ہم آگے چل پڑے' اچانک ایک بڑی لہر اُٹھی اور ہمیں بھگوتی ہوئی گزر گئی۔ جہاز کو زور کا جھٹکا لگا' ہم عرشے پر لڑھک گئے۔ پھر سمندر میں ایک سیاہ ہیولہ سا اُٹھا اور جہاز سے ٹکرا گیا۔ جہاز کے کئی بادباں ٹوٹ گئے۔

''شارک'' ہمارا ایک ساتھی چلایا۔ ہم جلدی سے اپنے ہتھیاروں کی طرف لپکے اور بندوقیں اور نیزے سنبھال لئے۔ پھر شارک کے دوسرے حملے کا انتظار کرنے لگے۔ اچانک مشرق سے ایک لہر سی اُٹھی اور ہماری طرف لپکی۔ اس لہر کے نیچے شارک تھی جو اپنا خوفناک جبڑا کھولے جہاز کے قریب آ گئی تھی۔ میں نے گولی چلا دی جو شارک کے جبڑے میں لگی۔ شارک نے ایک دم پانی میں غوطہ لگایا اور پھر بالکل جہاز کے قریب اُبھری۔ ہمارے ساتھی نے اچھل کر نیزے کا وار کیا اور شارک کے جسم میں نیزہ گھونپ کر جھٹکا دیا۔ شارک کے جسم سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ شارک دوبارہ پانی کی تہہ میں چلی گئی۔

ہمارا خیال تھا کہ شارک زخمی ہوگئی ہے اور ابھی اس کی لاش پانی کی سطح پر تیرتی نظر آئے گی مگر اچانک شارک پانی میں اُبھری اور جہاز سے ٹکرا گئی۔ ہمارا جہاز بُری طرح ڈگمگایا اور جھٹکا لگنے سے ہمارا ایک ساتھی سمندر میں گر گیا۔ شارک اپنا منہ کھولے اس پر جھپٹی۔ اپنے ساتھی کی جان بچانے کے لئے میں نے شارک پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ میرے دوسرے ساتھیوں نے رسہ پھینک کر سمندر میں گرے ساتھی کو اوپر کھینچ لیا۔

اب غضب ناک شارک تیسرے حملے کیلئے جہاز کی سمت بڑھی۔ اب ہم نے شارک سے نبٹنے کے لئے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور کانٹے میں گوشت کا ٹکڑا پھنسا کر شارک کی طرف پھینکا۔ شارک گوشت کے لوتھڑے پر جھپٹی اور کانٹے سمیت اسے نگل گئی۔ کانٹا اس کے حلق میں ترازو ہوگیا۔ اس نے کانٹا نکالنے کے لئے اپنے سر کو جھٹکا مگر وہ اس کے حلق میں پھنستا چلا گیا۔ شارک اب زخموں سے نڈھال ہوچکی تھی۔ میں نے آخری گولی چلائی جو اس کی کھوپڑی میں گھس گئی۔ شارک کی قوت مدافعت ختم ہوچکی تھی وہ کسی مُردہ کیچوے کی طرح ہمارے جہاز کے پیچھے چلی آ رہی تھی۔ جب ہم ساحل پر پہنچے تو وہاں موجود ملاحوں نے نعرے لگا کر ہمارا استقبال کیا۔ جیسے ہی ہم شارک کو کھینچ کر ساحل کی ریت پر لائے' ان لوگوں نے مچھلی پر ہلہ بول دیا۔ وہ بڑے بڑے چھرے لے کر شارک پر پل پڑے۔ ہم نے انہیں کہا کہ ''بے شک وہ شارک کا سارا گوشت لے لیں مگر اس کے ڈھانچے کو نقصان نہ پہنچائیں۔'' کیونکہ شہر کے میئر نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ اگر ہم نے اس شارک کو شکار کرلیا تو وہ اس کا ڈھانچہ میوزیم میں رکھوا دے گا۔ شہر کے میوزیم میں دس فٹ لمبی شارک کا ڈھانچہ ہمارے ناموں کی تختی کے ساتھ اب بھی موجود ہے۔

UMAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ایک بہادر پاکستانی خاتون کی کہانی

لندن میں کاروبار یا ملازمت کے دوران گھر کے کھانے کے خواہش مند تارکین وطن میں لنچ بکس یا ٹفن سروس بے حد مقبول ہے۔ خاص طور پر تنہا رہنے والے ملازمت پیشہ افراد کی ایک بڑی تعداد اس سہولت سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ چونکہ ان کھانے کے ڈبوں کی قیمت انتہائی مناسب ہوتی ہے اسی لیے یہ عام لوگوں کی جیب پر بھاری نہیں پڑتے ہیں۔ مشرقی لندن میں واقع تھم فاریسٹ کے علاقے میں ٹفن سروس کے حوالے سے لوگوں میں ایک نام بہت جانا پہچانا ہے۔ یہ نام ہے شمع باجی کا جنھیں تنہا ملازمت پیشہ افراد میں اینجل بھی کہا جاتا ہے جو ان کے گھر کے دروازے کی کنڈی پر کھانے کا تھیلا لٹکا جاتی ہیں۔ لیکن شمع کہتی ہیں کہ ''ٹفن سروس میرا کام ہی نہیں بلکہ ایک بہت بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ اس سے میرا گھر چلتا ہے اور بہت سے لوگوں کی دعائیں بھی ملتی ہیں۔ میں خود بھی تنہا رہتی ہوں اور اپنا بوجھ خود اٹھانے پر یقین رکھتی ہوں، اسی لیے محنت کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتی۔''

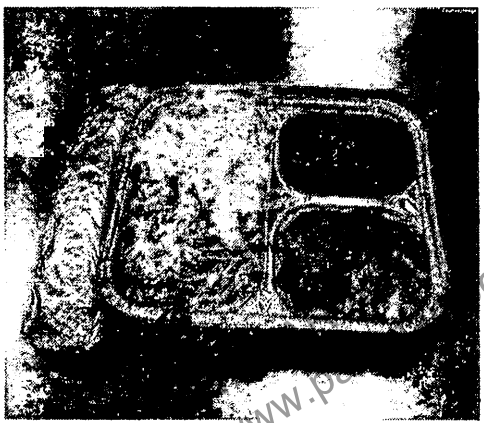

شمع پچھلے آٹھ برسوں سے ہر روز حسب وعدہ کھانے کے ٹفن لوگوں کی دکانوں، گیراج، اسٹالز اور گھروں پر پہنچا رہی ہیں۔ ان کے نزدیک لنچ بکس کی ترسیل کا کام سب سے زیادہ محنت طلب ہوتا ہے۔ وہ ان ڈبوں کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے ایک ٹرالی استعمال کرتی ہیں جس میں کم از کم 50 ڈبے ہوتے ہیں۔ آس پاس کے محلوں میں کھانے کے ڈبے پیدل ہی پہنچاتی ہیں لیکن دور دراز کا سفر بس سے کرتی ہیں۔ شمع کے بقول اپنی بھاری بھرکم ٹرالی کو ہاتھوں سے گھسیٹتے ہوئے بس اسٹاپ تک جانا، پھر بس میں سوار ہونا اور ہر دو چار اسٹاپ کے بعد اسی وزنی ٹرالی کے ساتھ بس سے اُترنا اور سوار ہونا ان کا روز کا معمول ہے جسے موسم کی شدت یا بیماری بھی متاثر نہیں کرتی ہے۔ شمع نے بتایا کہ ان کا کام یہیں ختم نہیں ہوتا۔ جب شام میں ڈبوں کی ترسیل سے فارغ ہو کر وہ گھر لوٹتی ہیں تو بھی ان کی ٹرالی اتنی ہی وزنی ہوتی ہے کیونکہ واپسی میں ٹرالی اگلے روز کا کھانے پکانے کے

سامان سے بھری ہوتی ہے۔ شمع کے دن کا آغاز ہر روز صبح پانچ بجے ہوتا ہے پھر روز کا مینیو تیار کرتی ہیں جس میں روٹیاں، بریانی، سالن اور سبزی کے ساتھ میٹھا اور سلاد رائتہ شامل ہوتا ہے۔ لفن سروس زیادہ تر دکانداروں اور اسٹالز لگانے والوں کے علاوہ پاکستانی طالب علموں اور ملازمت پیشہ خواتین میں پسند کی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ اس کے خریداروں میں ایسے بزرگ افراد بھی شامل ہیں جو خود پکا نہیں سکتے ہیں۔ وہ چودہ سال کی عمر میں جہلم سے برطانیہ اپنے رشتہ داروں کے پاس آئی تھیں۔ ابتدا میں ایک روٹی فیکٹری میں کام کیا اور پھر دکانوں، اسٹالوں پر بھی کام کیا۔ اس کے بعد بازار میں اپنی ایک چھوٹی سی دکان بھی کھولی جہاں وہ سموسے، پکوڑے اور بہت سے پکوان بیچتی تھیں لیکن تنہا ہونے کی وجہ سے زیادہ عرصے تک دوکان نہیں چلا سکی۔ بس یہیں سے گھر سے کھانا پکانے اور بازاروں میں پہنچانے کا خیال ذہن میں آیا۔

کرونا وائرس: دنیا کو 80 لاکھ نرسوں کی کمی کا سامنا

دنیا میں جتنے افراد صحت کے شعبے سے وابستہ ہیں ان میں سے نصف سے زیادہ تعداد نرسوں کی ہے اور کرونا وائرس کی وبا کے پیشِ نظر دنیا کو 60 لاکھ نرسوں کی کمی کا سامنا ہے۔ عالمی ادارہ صحت، نرسنگ ناؤ اور انٹرنیشنل کونسل آف نرسز کا کہنا ہے کہ کرونا وائرس کی وبا میں گھرے ممالک میں نرسوں کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ عالمی ادارہ صحت کی رپورٹ کے مطابق اس وقت دو کروڑ 80 لاکھ نرسیں صحت کے شعبے میں خدمات انجام دے رہی ہیں۔ رپورٹ کے مطابق 2013 سے 2018 تک کی پانچ سالہ مدت کے دوران نرسوں کی تعداد میں 40 لاکھ 70 ہزار کا اضافہ ہوا ہے لیکن اس کے باوجود عالمی سطح پر 59 لاکھ نرسوں کی کمی کا سامنا رہا۔ پورٹ میں کہا گیا ہے کہ افریقہ، جنوب مشرقی ایشیا، مشرق وسطیٰ اور جنوبی امریکہ کے کچھ حصوں میں نرسوں کی شدید کمی ہے۔ عالمی ادارہ صحت نے ان ممالک پر زور دیا ہے کہ وہ نرسنگ کے شعبے میں سرمایہ کاری کریں۔ نرسوں کی تعلیم اور ان کے لیے ملازمتوں کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کریں۔ انٹرنیشنل کونسل آف نرسز (آئی سی این) کے چیف ایگزیکٹیو ہاورڈ کیٹن کا کہنا ہے کہ دنیا بھر میں جہاں نرسوں کی تعداد انتہائی کم ہے وہیں انفیکشنز کی شرح، دواؤں کے استعمال میں غلطیاں اور مرنے والوں کی شرح بہت زیادہ ہے۔ ادھر ''نرسنگ ناؤ'' کا بھی یہی کہنا ہے کہ نرسنگ کے شعبے میں فوری اور زیادہ سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ ہاورڈ کیٹن کا کہنا ہے کہ اٹلی میں کرونا وائرس سے جنگ میں مصروف 23 نرسیں زندگی کی بازی ہار گئی ہیں جبکہ دنیا بھر میں اس وبائی مرض سے تقریباً 100 ہیلتھ ورکرز متاثرین کو بچاتے بچاتے خود لقمہ اجل بن گئے ہیں۔

سیارہ کچن کارنر

جویریہ کامران

خواتین قارئین کی دلچسپی اور پسند کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے کھانوں کی تراکیب پر مبنی خصوصی سلسلہ شروع کیا ہے جس میں آسان مگر معیاری اور نئی تراکیب پیش کی جائیں گی۔ ان تراکیب پر عمل کرکے نہ صرف آپ اپنے گھر والوں کو نت نئے ذائقہ دار کھانے فراہم کرسکتی ہیں بلکہ روایتی ڈشز پکانے کی بوریت سے بھی نجات حاصل کرسکتی ہیں۔ ہماری کوشش ہوگی کہ آپ کو بہترین تراکیب فراہم کرسکیں۔ اس سلسلے میں آپ ہمیں اپنی تجاویز اور آراء سے آگاہ کرتے رہیے۔ نیز آپ ہمیں خود بھی نئی اور معیاری تراکیب لکھ کر بھیج سکتی ہیں جنہیں آپ کے نام کے ساتھ شائع کیا جائے گا اور بہترین ترکیب پر اعزازی شمارہ بھی آپ کو ارسال کیا جائے گا!

email:sayyaradigest@gmail.com
www.facebook.com/sayyaradigest

WAQAR AZEEM www.paksociety.com

گولڈن ایگز

اجزاء: انڈے اُبلے ہوئے 4عدد آلو اُبلے ہوئے 2عدد چیڈر چیز 3 کھانے کے چمچ میدہ 3-2 کھانے کے چمچ بریڈ کرمز ایک کپ نمک + کالی مرچ حسب ذائقہ تیل تلنے کیلئے کچا انڈہ اوپر لگانے کیلئے۔

ترکیب: اُبلے اور میش کیے ہوئے آلو، میدہ، نمک اور کالی مرچ کو اچھی طرح مکس کرلیں۔ ایک چوتھائی اُبلا ہوا انڈہ لیکر اس پر تھوڑا سا cheese رکھیں۔ آلو کے مکسچر کو اس انڈے اور cheese کے اردگرد اس طرح لگائیں گے چھوٹے چھوٹے انڈے کی شکل بن جائیں۔ اب ان انڈوں کو کچے انڈے میں اور پھر بریڈ کرمز سے رول کرتے جائیں اور فرائی کرتے جائیں۔ گولڈن ہونے پر نکال کر chilli sauce کے ساتھ سرو کریں۔

No Bake Cake

اجزاء: میٹھے بسکٹ ایک ڈبہ نمکین بسکٹ ایک ڈبہ cottage cheese ایک پیکٹ (پھیکا والا)

فریش کریم ایک پیکٹ سٹرابری سیرپ ایک پیکٹ یا سٹرابری جیلی چیریز گارنش کیلئے۔

ترکیب: دونوں بسکٹس کو اکٹھے کر کے کرش کر لیں اور ایک flat ڈش میں بچھا کر لیول کر لیں۔ cheese اور کریم کو مکس کر کے smooth کر لیں اور بسکٹس crust کے اوپر ڈال لیں۔ اوپر strawberry syrup یا strawberry jelly بنا کر جما کر ہلکی سی تہہ لگا لیں اور cherries سے گارنش کر لیں۔ ٹھنڈا ہونے کیلئے فریج میں رکھ دیں۔ خوب ٹھنڈا ہو تو پیش کریں۔

گلاب جامن

اجزاء: سوکھا دودھ آدھا کپ، میدہ 2 کھانے کے چمچ، دہی 2 کھانے کے چمچ، میٹھا سوڈا ایک چٹکی، گھی (پگھلا ہوا) ایک کھانے کا چمچ، پیلا رنگ تھوڑا سا گھی تلنے کیلئے۔

شیرے بنانے کیلئے: چینی 2 کپ پانی 2 کپ، الائچی 2 عدد، زعفران آپشنل چینی، پانی، الائچی اور زعفران

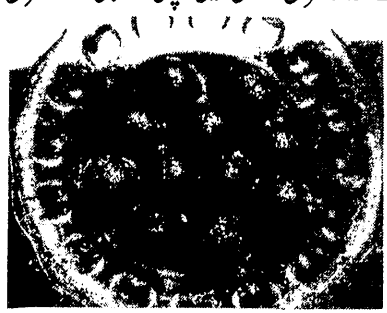

کو پتیلی میں ڈال کر پکنے رکھ دیں۔ اُبال آنے کے بعد دس سے بارہ منٹ تک پکائیں۔

ترکیب: سب خشک چیزوں کو ایک برتن میں مکس کریں۔ اب اس میں دہی اور گھی ڈال کر اچھی طرح مکس کریں۔ گوندھنے کے بعد 5 منٹ کے لیے چھوڑ دیں۔ اب دوبارہ اس آمیزے کو

گوندھیں۔ اگر پانی کی ضرورت پڑے تو پانی کا ہاتھ لگا لیں۔ اس آٹے کی چھوٹی چھوٹی گولیاں بنا لیں اور گھی میں تل لیں۔ تلنے کے بعد ان گلاب جامنوں کو جو شیرہ تیار کیا تھا اس میں ڈال دیں۔ مزیدار گلاب جامن تیار ہیں۔ بادام پستہ اور ورق سے سجا کر روایتی انداز میں پیش کریں۔

مینگو مور

اجزاء: آم ایک کلو (گودا نکال لیں) دودھ 750 ملی لیٹر کریم 500 ملی لیٹر، چینی 250 گرام، جیلٹن پاؤڈر 1½ کھانے کا چمچ

ترکیب: دودھ اور چینی کو ملا کر گرم کریں۔ اب اس میں جیلٹن شامل کریں۔ تینوں کو مکس کریں۔ کریم کو پھینٹ کر فریج میں ٹھنڈا کر لیں۔ اب آم اور تھوڑے سے جیلٹن والے آمیزے کو بلینڈ کریں۔ اب باقی کے آمیزے میں مکس کر دیں۔ اس میں کریم بھی مکس کر دیں۔ فریج میں دو سے تین گھنٹوں کے لیے رکھ دیں۔ اب آم کے chunks کاٹ کر گلاسوں میں ڈالیں۔ ان کے اوپر آمیزہ ڈالیں اور set ہونے کیلئے رکھ دیں۔ مزیدار مینگو مور سے لطف اندوز ہوں۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

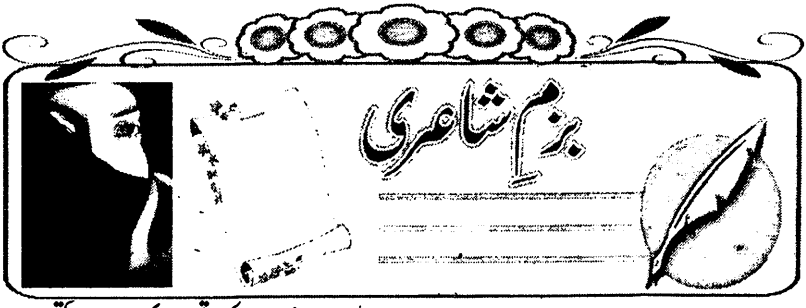

نعت رسول ﷺ

کل مخلوق سے پہلے نور آپؐ کا بنایا پیارا
پھر کن کہہ کر ایک ہی پل میں سارا جہاں سجایا پیارا
دل بھی منور سکون قلب کیوں نہ ہم کو میسر ہو
نوری نقش اسم محمدؐ اس میں جو ہے بسایا پیارا
نُور برات ظاہر ہوا تو خدا کی بھی پہچان ہوئی
روشنی پھیلی چاروں طرف پھر روشن چراغ جلایا پیارا
پیدا کیا پھر خود ہوا عاشق محبوب بنایا پیارے کو
جیسے شیشے میں عکس کیسا نور دکھایا پیارا
نور آپؐ ہیں بشر آپؐ ہیں خوشبو بھی آپؐ بے سایہ آپؐ
نبوت ختم ہوئی آپؐ پر یہی پیغام سنایا پیارا
روز قیامت اُٹھیں گے سارے قبر سے پہلے آئیں گے آپؐ
خدا کو بھی دیکھیں گے مخمور شفاعت کا سایہ جمایا پیارا
(کلام: میر تقی میر۔ انتخاب شائلہ عدنان)

نعت رسول ﷺ

نظر سے دُور دیارِ نبیؐ ہے کتنی دیر
مرے نصیب میں لکھی ہوئی ہے کتنی دیر
مری جبیں ہو، مدینے میں اُن کے نقشِ قدم
مرے خدا مری حسرت ابھی ہے کتنی دیر
یہ بے کسی، یہ مری بے بسی مرے آقاؐ
بتایئے ناں مری بے کلی ہے کتنی دیر
درِ نبیؐ پہ پہنچنے کا خواب دیکھ لیا
ملے جو خواب کی تعبیر بھی ہے کتنی دیر
حضورؐ آپ ہیں اُمت کے حال سے آگاہ
سنوارنے میں اسے ہو چکی ہے کتنی دیر
کرم کریں کہ وہی دورِ آفریں آئے
یہ دورِ ابتلا و غم رہی ہے کتنی دیر
اس آرزو میں بسر عمر ہاشمی کرلے
یہ عُمر کیا ہے گھڑی دو گھڑی ہے کتنی دیر
(سید انور جاوید ہاشمی)

میرا پاک وطن

میری پاک زمیں میرا پاک وطن
دنیا سے جدا ہے اس کا چلن
دریا اس کے چاندی جیسے!!
خوشبو لٹاتے اس کے چمن
وادی وادی اس کی حسیں
اور کہسار ہیں اس کی پھبن
سونا اُگلتی فصلیں اس کی
اور ہنستے شاداب چمن
موسم اس کے رنگ برنگے
جیسے کسی شاعر کا سخن
شہروں اور دیہاتوں میں
ایک لگن ہے ایک لگن
پاکستان یہ پیارا سب کا

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

اس پہ لٹا دیں جان و تن
میری پاک زمیں میرا پاک وطن
دنیا سے جدا ہے اس کا چلن
(یاسمین کنول/پسرور)

کہیں ایسا نہ ہو.....!

تم میرے پاؤں میں
جبر کی آہنی زنجیریں ڈالکر
یہ مت سوچنا!
کہ میری خواہش اب دم توڑ جائیگی
ضبط کی حدیں.....
جنوں کی سرحدوں پر ختم ہوتی ہیں
لیکن ایسا نہ ہو تمہارا یہ جبر مجھ کو
شہر جنوں میں پہنچا دے
جہاں سود و زیاں کا احساس باقی
نہیں رہتا
جہاں مصلحتوں کا دامن
ہاتھوں سے چھوٹ جاتا ہے
کہیں ایسا نہ ہو
میرے ہاتھوں سے تمہارا دامن چھوٹ جائے
میری ساری خواہش سمٹ کر
برف کی صورت منجمد ہو جائے
پھر تمہارے پاس رہ کیا جائے گا
(ڈاکٹر درخشاں انجم/کراچی)

غزل

چراغِ دل جلا کر رکھ دیا ہے
یہی اِک کام تھا جو کر لیا ہے
کوئی اُس سے بچھڑ کر رو رہا ہے
اُسے احساس جا کے اب ہوا ہے
یہ جو آنکھوں میں چھائی ہے اُداسی
ہمیں لگتا ہے کوئی کھو چکا ہے
نہیں چھوڑا وفا کا ہم نے دامن
مگر کیسا صلہ ملتا رہا ہے
کہاں اس دل کو لیکر جائیں رانا
مزاجِ یار برہم ہو گیا ہے
(قدیر رانا۔راولپنڈی)

غزل

ٹڈل کی ہوم اکنامکس سے دیکھ کے طریقہ
یارو اک دن لیا بنا ہم نے قورمہ
پانی اسمیں جو ڈالا تو ٹھاٹھیں مارنے لگا
جیسے راوی کو ہم نے لگا دیا ہو تڑکہ
مانند بختِ سیاہ تھا شوربہ کڑوا کسیلا تھا ذائقہ
جس نے بھی چکھا ہمیں کو کوسا
ساتھ نت نئے القاب سے نوازا
سامنے پڑا قورمہ بھی ہم کو لگا چڑانے
بدتمیز آ کے ٹر ٹر لگا ہم کو ستانے
وردہ غصہ تھوک شان بے نیازی سے
خود ہی کیا ختم چٹخارے لے لے بدتمیز قورمہ
(وردہ ساوی)۔لاہور

غزل

وہ مہربان ہو کے پریشان کر گئے
ہم اتنے سر چڑھے کہ نظر سے اُتر گئے
یہ اپنے اپنے ذوق و تجسس کی بات ہے
موسیٰ فراز طور پر ہم دار پر گئے!!
کعبے میں بتکدے میں کلیسا میں دیر میں!
دل نے جدھر کی راہ دکھائی اِدھر گئے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

وہ جن کے عکس و نور سے روشن تھے بام و در
وہ آئینے وہ چاند و سورج کدھر گئے
تاریکیِ حیات مٹانے کے واسطے!!
ذرے تلاش نور میں سوئے قمر گئے
آغوشِ آرزو میں رہا خار کا جمال!!
موسم بہار کے دن بھی گزر گئے
امتیاز بہار ساقیِ فطرت کی دین ہے
پھولوں کے جام بادۂ شبنم سے بھر گئے
(ایس۔امتیاز احمد/کراچی)

غزل

آج ساون میں جاں گوش برساز ہے
دُور سے آئے جو رِم جھم کی آواز ہے
میں چھپاؤں بھلا کیوں کر شبِ غم اپنی
چشمِ غم رت جگے کی جو غماز ہے
دھڑکنوں کی بھی دھیمی صداؤں میں اب
گونجے پل پل تیری ہی وہ آواز ہے
ہم یقیں آپ کا یوں جو کر لیتے ہیں
سمجھو گفتارِ شیریں کا ہی راز ہے
باتوں ہی باتوں میں دل عیاں کر دینا
اک محبت کا عصمت یہ انداز ہے
(عصمت اقبال/منگلا ڈیم)

غزل

کب پہنچے گی آزادی کشمیر تلک
کب پہنچیں گی خوشیاں ہر دلگیر تلک
کتنے لاشے روز اٹھائے کاندھوں پر
بات رہی افسوس مگر تقریر تلک
کتنے جواں تھے جن کا چرچہ ہو نہ سکا
اخباروں میں آنہ سکی تصویر تلک
دنیا داری میں دنیا خاموش رہی
ہم نے بنائی ہاتھوں کی زنجیر تلک
کیا حالت کر دی ہے قابض فوجوں نے
روتی ہے کشمیر پہ خود تقدیر تلک
کیا جانو کہ کیسے کیسے خون بہا
پہنچی ہے جو خاکِ وطن اکسیر تلک
کب جاگے گی نیند اقوامِ عالم!!
کب آئیں گے رنگ بھلا تصویر تلک
(نیئر رضاوی/کراچی)

غزل

کیجیے نہ مہ وشوں سے شرارت صبح صبح
بن جائے گی وگرنہ حجامت صبح صبح!
حوروں کے رنگ و روپ کی ہے چاشنی لیے
واعظ کا جوشِ خطابت صبح صبح
شاید وہ ہوگیا شکار اپریل فول کا
چہرے سے ہے ٹپکتی حماقت صبح صبح!
ویگن میں پرس ہی کسی نے پار کر لیا
نازل ہوئی ہے "مالی قیامت" صبح صبح
قبضہ گروپ نے کر لیے قابو دل و نگاہ
قسمت ہی آج ہو گئی غارت صبح صبح
کل شام جس نے دل مرا توڑا تھا چوک میں
کرتا ہے آج، خود کو ملامت صبح صبح
جاناں کے منہ پہ بج گئے بارہ نہار منہ
سازش ہے یا عدو کی شرارت صبح صبح!
سائیکل کا ٹائر ہو گیا پنکچر وہیں نعیم
جب بھی ہوئی ہے ان کی زیارت صبح صبح
(نعیم نیازی۔کلورکوٹ)

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

غزل

قدم چھوٹے مگر رفقاء میں بڑے رکھتا ہوں
میں کہ طوفان کو ہمراہ لئے پھرتا ہوں
غم ' پریشانی ' جدائی لئے پھرتا ہوں
میں کہ تنہائی ہمراہ لئے پھرتا ہوں
چپ ہوں کسی بات پہ میں ورنہ
خزینہ الفاظ کا ہمراہ لئے پھرتا ہوں
مجھ کو کیا غرض تیرے جام سے اے ساقی
جام و پیمانہ بھی ہمراہ لئے پھرتا ہوں
کیوں بھٹکوں میں اندھیروں میں تلاشوں کس کو
چہرہ اک چاند سا ہمراہ لئے پھرتا ہوں
تم نہ سمجھو گے خیالات کی گہرائی کو ہمراز
رمیز گہرائی' میں سمندر سی لئے پھرتا ہوں
(ارباب احمد راقب)

غزل

حصار ہوش میں خوابوں کے در رکھے گئے ہیں
کوئی رستہ نہیں ہے اور سفر رکھے گئے ہیں
گہر آتا ہے آغوش صدف میں بوند بن کر
زمین و آسماں میں نامہ بر رکھے گئے ہیں
مصور نقش غفلت میں ہوا ہے شہر جاناں
مکیں ہم اس میں خود سے بے خبر رکھے گئے ہیں
بسنتی دھوپ آنگن میں سمٹ کر سو رہی ہے
ہوا کے دوش پر پیڑوں کے سر رکھے گئے ہیں
ازل سے بھاگتا ہوں اپنے ہی سائے کے پیچھے
تعاقب میں مرے شام و سحر رکھے گئے ہیں
ادا ہوں گے ہماری بے بہا لاحاصلی میں
وہ سارے قرض جو اس جان پر رکھے گئے ہیں
لکھے گا کون یا رب لذت بے اختیاری
سروں پر کاتبین خیروشر رکھے گئے ہیں
ہے تعویذ سخن کا معجزہ سرمد کہ ہم پر
طلسم جاہ و منصب بے اثر رکھے گئے ہیں
(سرمد صہبائی)

غزل

روشن جمال یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتش گل سے چمن تمام حیرت
غرور حسن سے ' شوخی سے اضطراب
دل نے بھی تیرے سیکھ لئے ہیں چلن تمام
اللہ رے جسم یار کی خوبی کہ خود بخود
رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام
دیکھو تو چشم یار کی جادو نگاہیاں
بے ہوش اک نظر میں ہوئی انجمن تمام
نشو. نمائے سبزہ گل سے بہار میں
شادابیوں نے گھیر لیا ہے چمن تمام
اچھا ہے اہل جور کئے جائیں سختیاں
پھیلے گی یوں ہی شورش حب وطن تمام
شیرینی نسیم ہے سوز و گداز میر
حسرت ترے سخن پہ ہے لطف سخن تمام
(کلام: حسرت موہانی۔ انتخاب قیصر خان)

غزل

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟
آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش! پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟
جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

کیا آپ چاہتے ہیں کہ

آپ، آپ کی اولاد، آپ کے بہن، بھائی، عزیز و اقارب

☆ جھوٹ بولنے سے باز آجائیں

☆ تجارت اور ملازمت میں بدعنوانی اور بدیانتی سے باز آجائیں

☆ اپنے گھر والوں سے حسن سلوک سے پیش آئیں

☆ زندگی کا ہر لمحہ نیکی اور پارسائی میں گزرے

☆ تعلیم و تعلم کے شاندار درس ذہن نشین ہو جائیں

☆ والدین سے وہ سلوک کریں جو خدا پسند کرتا ہے

تو

شائع ہو گیا ہے

سیارہ ڈائجسٹ کی شاندار روایات

کے پیش منظر میں پیش کیا جانے والا

دلکش، دلکشا اور زریں

اخلاق رسول ﷺ نمبر

مطالعہ کیجئے

احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں؟
غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟
شکن زلف عنبریں کیوں ہے؟
نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے؟
سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں؟
ابر کیا چیز ہے؟ ہوا کیا ہے؟
ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
جو نہیں جانتے' وفا کیا ہے؟
ہاں بھلا کر' ترا بھلا ہوگا!
اور درویش کی صدا کیا ہے؟
جان تم پر نثار کرتا ہوں
میں نہیں جانتا' دعا کیا ہے؟
میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے؟

(کلام: اسداللہ خان غالب۔ انتخاب: سلمیٰ امجد)

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
تہی زندگی سے نہیں یہ فضائیں
یہاں سینکڑوں کارواں اور بھی ہیں
قناعت نہ کر عالم رنگ و بو پر
چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں
اگر کھو گیا اک نشیمن تو کیا غم
مقامات آہ و فغاں اور بھی ہیں
تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زماں و مکاں اور بھی ہیں
گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب مرے راز داں اور بھی ہیں

(کلام: علامہ اقبال۔ انتخاب: شمشاد بیگم)

☆☆☆☆☆

غزل

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

خاص اعلان

محترم قارئین! بزم شاعری میں آپ کی دلچسپی کے پیش نظر ادارہ نے ایک خصوصی سلسلہ شروع کیا ہے جس کے تحت ہر ماہ ایک خوش نصیب شاعر/شاعرہ کا تعارف بمعہ تصویر شائع کیا جائیگا۔ جو احباب اس سلسلہ میں شریک ہونا چاہتے ہیں وہ اپنی تازہ غزل/نظم' پسندیدہ شاعر کی غزل/نظم اور دیگر تفصیلات کے ساتھ درج ذیل کوپن پُر کر کے سیارہ ڈائجسٹ: 244 مین مارکیٹ ریواز گارڈن لاہور پر ارسال کریں۔

یہاں اپنی تصویر منسلک کریں

کوپن برائے اس ماہ کا شاعر

نام:..... تعلیمی قابلیت:.....
عمر:..... پسندیدہ شاعر:.....
پسندیدہ غزل/نظم:.....
مشاغل:..... تاریخ پیدائش/برج:.....
شادی شدہ/غیر شادی شدہ:..... پتہ:.....
ای میل:.....

نوٹ: اپنی پسند ناپسند' شاعری کی ابتدا' مزاج' اور دیگر تفصیلات الگ صفحے پر درج کر کے بھیجئے۔

دل سے دل تک

سعدیہ رئیس

وہ کہہ رہی تھی کہ کالج کے بعد وہیں اس کے سر ایکسٹرا کلاسز لے رہے ہیں۔ انہوں نے قندیل کا جواب ان کے گوش گزار کردیا۔ وہ مطمئن ہوگئے۔ ان کے لیے یہی بات تسلی بخش تھی کہ وہ اتنی لگن سے پڑھ رہی تھی۔ مگر سارا اطمینان اس وقت رخصت ہوا جب وہ رات قیامت بن کر ان پر مسلط ہوئی۔

دو سہیلیوں کی کہانی جو ایک دوسرے کی زندگی کا لازمی جزو بن گئی تھیں

وہ بڑی دیر سے ساکت بیٹھی خلاء میں دیکھ رہی تھی۔ شاید وہ اپنی تقدیر کے ستارے کو کھوج رہی تھی جو اس سے روٹھ گیا تھا۔ اس کی مٹھی سے خوابوں کی وہ سنہری کومل سی تتلی بادِ شمال کے ساتھ ہی کہیں دُور اُڑتی چلی گئی اور وہ دیکھتی رہ گئی۔ ابھی تو اس کے مسکرانے، کھلکھلانے کے دن تھے۔ ابھی وہ محبت کے سرشار لمحوں سے پوری طرح سیراب بھی نہیں ہوئی تھی کہ حوصلوں کے امتحان سے گزرنا پڑ گیا۔ دل و جان پر ایک قیامت سی بیت گئی۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ آندھیوں کے موسم میں بیتی رُتوں کے نقش پا

تک کھو جاتے ہیں تو وہ شاید کبھی غفلت نہ برتتی۔ تیز ہواؤں سے املی اور شہتوت کے درخت جھوم اُٹھے اور چند پتے شاخ سے جدا ہوکر آنگن میں بکھر گئے۔ اس کی آنکھ سے ایک ساتھ ہی کئی آنسو ٹپکے تھے جن کے ہر قطرے میں اس کی ذات کے ٹوٹے بکھرے حصے منعکس ہورہے تھے۔ اس نے حسرت سے دُور تک خالی پڑے لان میں پتوں کو اُڑتے دیکھا جہاں پہلے ہر طرف اس کے قہقہے گونجتے تھے۔

وہ یہیں برآمدے کی دو تین سیڑھیوں پر بیٹھ جایا کرتی تھی وہ بھی دھیرے سے اس کے پاس آ بیٹھتا۔ تب اس کے احساس کا ہر رواں بیدار ہوجاتا۔ صبیح چہرے پر شفق رنگ جھلملانے لگتے تھے۔ پلکوں کی لرزیدہ جھالر تلے اس کے ہونے کا احساس اسے کبھی اکیلا نہیں ہونے دیتا تھا۔ وہ ہر لمحہ اس کے پاس رہتا تھا خواہ وہ اکیلی ہو یا سب کے درمیان۔ شاید کسی کو بھی خبر نہیں تھی کہ اس کے دل کے سونے گوشے میں ایک پھول کھل گیا ہے اور وہ تو یہی سمجھتی تھی کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے مگر فرحان شاید صرف اپنی دنیا میں موجود اپنی خواہشوں کے تخت پر بیٹھ کر حکومت کرنا جانتا تھا۔ وہی حال تھا کہ جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے۔

ان دنوں سب کو قندیل کی بیزاری' چڑچڑاہٹ اور بلاوجہ کی خاموشی کھٹکنے لگی تھی۔ اس برس جب عطیہ پھوپھو نے گرمیوں کی چھٹیاں گزار کر واپسی کا قصد کیا تو اس کا ننھا سا دل بڑے زور سے دھڑکا۔ اس کی ہر دھڑکن میں اندیشے' وہم اور مایوسی تھی۔ وہ اس کو دل دے بیٹھی تھی جو اس سے قطعی بے خبر تھا۔ اس کی خاموش صدائیں بے کار ہوگئیں۔ فرحان کو آسمان محبت پر چمکنے والا ہلال دکھائی ہی نہیں دے رہا تھا' اسے قندیل کی آنکھ میں چمکتا انوکھا سا نشہ نظر ہی نہیں آیا جو اگر ایک بار غور سے دیکھ لیتا تو اس پر سب کچھ عیاں ہوجاتا۔ جیسے جیسے عطیہ پھوپھو اور فرحان کی واپسی کے دن قریب آرہے تھے اس کے دل میں جلتی ننھی سی شمع کبھی بھڑکتی اور کبھی لو دیتی رہتی۔ کئی بار اس نے چوری چوری فرحان کے تاثرات جاننے کی کوشش کی مگر وہاں ایک ازلی بے نیازی سی بے نیازی تھی۔ اسے یقین نہیں تھا کہ اس کا کھرا جذبہ یوں بے اثر رہے گا۔ وہ تو سمجھتی تھی کہ ایک گہری نظر احساس کو جگا دیتی ہے مگر فرحان ریاست کے راجا بنے اپنی ہی ذات میں مگن تھے ادھر ادھر دیکھنے کی فرصت ہی نہیں تھی۔

افراتفری اور مایوسی کی ان ساعتوں میں کہ جب عطیہ پھوپھو کا تمام ساز وسامان' سفری بیگ اور اٹیچی کیس پیکنگ کے بعد بالکل تیار رکھے تھے وہ اپنے روتے ہوئے ناکام دل کے ساتھ سب کو چائے سرو کررہی تھیں۔ اسے چائے کی پیالی تھماتے ہوئے اس نے بڑی حسرت سے اسے دیکھا تھا اور اس چکر میں چائے چھلک کر پرچ میں گرگئی۔

افوہ اتنا غم..... امی دیکھیں تو قندیل کیسی بجھی بجھی لگ رہی ہے' لگتا ہے کنکشن ڈائریکٹ واپڈا والوں سے لے لیا ہے اور اس وقت روز کے مطابق یا تو لوڈشیڈنگ ہورہی ہے یا پھر کوئی فیوز اُڑ گیا ہے۔ شاید شارٹ سرکٹ ہوگیا ہے۔ اسی لئے مجھے تو دھواں سا اُٹھتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اس کی ظاہری حالت کو تو اس نے جانچ لیا تھا مگر دل تک رسائی نہیں پاسکا تھا اس کے بے سروپا اور دل توڑ دینے والے مذاق سے وہ اور بھی زیادہ اُداس ہوگئی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

اس کی آنکھوں کے تپتے صحرا میں پھیلی جھلساہٹ اس کو نظر ہی نہیں آئی۔ اس وقت وہ بہت غیر رومانوی اور قدرے بے حس سا لگا تھا اسے اور اس انکشاف سے اس کے دل میں چھن سے کچھ ٹوٹا تھا۔ اسے نہ جذبوں کا ادراک تھا اور نہ دھڑکنوں کو شمار کرنا آتا تھا۔

وہ چلا گیا اور اسے محبت کا کرب اور جدائی کا درد بخش گیا۔ قندیل کی آنکھوں میں ہر دم ستارے ٹمٹماتے رہتے تھے۔

اس کی خوش گمانی مر چکی تھی مگر دل میں نامرادی کی کسک ہر پل رہتی تھی۔ وہ روز بروز خاموش اور کمزور ہوتی جارہی تھی جیسے اس کے غم میں گھل رہی ہو۔

تمہیں کیا ہوتا جارہا ہے قندیل..... طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری.....؟ گھر کے سب افراد سے اس کی حالت چھپی نہ رہی مگر سبب کسی کو معلوم نہ تھا۔

گھر کے سب افراد اس کے لئے فکرمند تھے اور پروا نہیں تھی تو اسے نہیں تھی جس کے لئے یہ روگ پالا تھا۔ اسے لگتا تا کہ وہ ہار گئی ہے۔ پہلی ہی منزل پر بُری طرح شکست کھا بیٹھی ہے کیونکہ اس کے پاس نہ کوئی آسرا تھا اور نہ کوئی وعدۂ نہ ہی احساس وفا کی کوئی ان دیکھی زنجیر تھی۔ وہ اپنی یکطرفہ محبت میں جل رہی تھی۔ سرابوں کے تعاقب میں تو اچھے سے اچھا دیوانہ ہو جاتا ہے اور وہ بھی دیوانگی کی حدوں کو چھو رہی تھی۔ جب پہلی بار گھر کی بیری پر پتھر آیا تو وہ بُری طرح چڑ گئی۔

ارے..... اسے کیا ہوا؟ سب پریشان ہو گئے۔

جس گھر میں لڑکی ہو وہاں پتھر آنا کوئی انوکھی بات نہیں زمانوں سے ایسا ہی ہوتا آرہا ہے۔ اس کی امی نے پیار سے اسے سمجھایا مگر اس کے بے قرار دل میں ایسی وحشت سمائی اس کا جی چاہا کہ دُور کہیں ویرانوں میں نکل جائے جہاں کوئی نہ ہو۔ آنے والا ہر رشتہ اس نے ٹھکرا دیا سب پریشان تھے لیکن اسے نہ کسی کی پریشانی کی پروا تھی اور نہ اپنی ماں کے غصے کی۔ پھر یوں ہوا کہ جلتی آگ ایک دم گلزار بن گئی اس کے جذبے سچے تھے تبھی خود بخود راستہ ہموار ہوتا گیا۔

اگلی گرمیوں میں جب عطیہ پھوپھو آئیں تو اس کے دل کی معصوم سی خواہش ان کے اپنے دل کی خواہش بن کر ان کے لبوں پر آ گئی۔ وہ فرحان کے لئے قندیل کا ہاتھ مانگ رہی تھیں اور قندیل کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔ یوں اچانک دل کی مراد بر آئی تھی کہ وہ مارے خوشی کے گنگ رہ گئی۔ اور اس سے زیادہ خوشی کی بات یہ تھی کہ فرحان نے بغیر چوں چرا کئے قندیل کے لئے رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اس کے دل میں بھی قندیل کے لئے ویسے ہی جذبات تھے لیکن وہ چھپا رستم نکلا۔ اسے اپنے جذبوں کی ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔

وہ مرد تھا اس لئے اپنے جذبوں کو چھپانے میں کمال کر گیا۔ وہ جان ہی نہیں پائی کہ اس کے من میں بھی اس کے لئے خوبصورت احساسات ہیں دراصل وہ وقت سے پہلے اپنی پاکیزہ محبت کا اظہار کر کے اپنے جذبوں کو بے مول نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی اندرونی خوشی اس کے سانولے چہرے پر تمتما رہی تھی۔ اس کی گہری آنکھوں کے بولتے سندیسے جب اس کی سمجھ میں آئے تو اس کے دل کے آنگن میں ہر طرف دیئے جل اُٹھے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

جن کی تھرتھراتی لو کی شعاعیں اس کے چہرے کو گلنار کر گئیں۔

وہ اس کی دل سے متمنی تھی۔ اسے تو محبت کے معنی بھی نہیں معلوم تھے۔ بس وہ یہ جانتی تھی کہ اس کے بنا جیون ادھورا لگے گا اور اس کا ساتھ اس کو معتبر کردے گا۔ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے اسے یقین آ گیا تھا۔ آگے کا سفر بہت سہل تھا' ہاں جدائی تو ابھی سہنی ہی تھی کیونکہ ابھی فرحان نے اس کی مخروطی انگلی میں اپنے نام کی انگوٹھی پہنا کر صرف اپنا پابند کیا تھا۔

انٹرمیڈیٹ کے رزلٹ کے بعد بددل ہو کر اس نے تعلیم چھوڑ دی تھی کیونکہ اس کا پڑھائی میں دل ہی نہیں لگتا تھا۔ بس ہر وقت ہر طرف فرحان کا سراپا دل و ذہن میں سمایا رہتا تھا۔ انٹرمیڈیٹ میں اس کی سیکنڈ ڈویژن بھی اسی وجہ سے آئی تھی۔ لیکن اب سب کچھ سیٹ ہو گیا تھا اس کا دل بھی مطمئن ہو گیا تھا۔ دوسری طرف جب فرحان نے بھی تعلیم جاری رکھنے پر اصرار کیا تو اس کو ماننا ہی پڑا لیکن سیشن شروع ہوئے کافی دن ہو چکے تھے' داخلے بند ہو گئے تھے۔ تب اس کے والد ابرار نذیر نے اسے ایک غیر معروف سے پرائیویٹ کالج کا ایڈمیشن فارم لا دیا۔

یہ کیا..... اب میں اس تھرڈ کلاس کالج میں پڑھوں گی۔ یہاں تو عموماً دو پرچوں میں فیل ہونے والے داخلہ لیتے ہیں.....؟ وہ سراپا احتجاج بن گئی۔

مجبوری میں تو کام چلانا ہی پڑے گا۔ دوسرے کالجز میں ایڈمیشن بند ہو گئے ہیں میرے پاس کوئی چاندار سورس نہیں ہے اس لئے سال ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ تم اسی کالج پر گزارہ کرو۔

ساری صورتحال اس کے سامنے تھی وہ کوئی خاص مخالفت نہیں کر سکی اور چپ چاپ وہاں جانے لگی۔ پہلے پہل وہاں اس کا دل نہیں لگا کیونکہ سٹوڈنٹس کی تعداد اتنی زیادہ نہیں تھی لیکن حنا سے ملاقات کے بعد ساری کوفت اور بیزاری اُڑ نچھو ہو گئی۔ حنا بہت شوخ اور خوش مزاج لڑکی تھی۔ جلد ہی وہ اس کے ساتھ گھل مل گئی۔ اس کی لگی بندھی ڈل سی زندگی میں حنا کا اضافہ بہت سی تبدیلیاں لایا تھا۔ وہ اس کے ساتھ اکثر اس کے گھر بھی چلی آتی۔

تم اچھی ہو جب دل چاہتا ہے آ جاتی ہو جو دل چاہتا ہے وہ کرتی ہو' اسے اس پر رشک آتا تو کہے بغیر نہ رہتی۔

اس میں ایسی کیا خاص بات ہے' تمہارے دل پر کیا کسی کی پابندی ہے تم بھی اپنی مرضی سے آیا جایا کرو۔ حنا کو اس کی بات پر حیرانی ہوئی۔

دراصل یہاں ایک نہیں کئی سرپرست ہیں' میرے ابو اور بھائیوں کی اجازت کے مرحلے سے گزرنے کے بعد میرا پروگرام سیٹ ہوتا ہے۔ اب کوئی بہن بھی تو نہیں ہے نا میری جس سے دل کی باتیں شیئر کروں۔

اس کی تاویلوں کو وہ خاطر میں نہیں لاتی تھی۔

ارے واہ کیا بات کی اور وہ کیا ہوئے' تمہارے وہ؟ دل کی باتیں ان سے کر لیا کرو نا۔ خوش قسمت ہو یار اتنا ہینڈسم بندہ تمہارا ہے اور تم دل کی باتیں دل میں رکھ کر بیٹھی رہتی ہو۔ حیرت ہے۔ وہ اسے چھیڑنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔ فرحان کے ذکر پر قندیل کے چہرے پر کئی رنگ بکھر گئے۔

واؤ یار' کتنی بھولی ہو تم' وہ بندہ تو تمہاری اسی معصومیت پر مرمٹا ہوگا۔ وہ جتنی کم گو تھی حنا اتنی ہی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

منہ پھٹ تھا۔

خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں وہ میرے کزن ہیں۔ وہ اسے جھٹلانے کی کمزوری کوشش کرنے لگی۔

اُف اتنا احترام! ارے ابھی کون سا تم دونوں میاں بیوی بن گئے ہو آفٹر آل فیانسی ہے وہ تمہارا۔ ارے تم تو میرا ہی دل ڈانواں ڈول کر دیتی ہو تو وہ بندہ تو اس لب و لہجے پر چاروں خانے چت ہوجاتا ہوگا۔ وہ اس کا مذاق اُڑانے لگی۔ قندیل اس کی ہنسی سے خود کو احمق تصور کرنے لگی جیسے واقعی اس سے غلطی سرزد ہوگئی ہو۔

اصل میں بات یہ ہے کہ تمہارے گھر میں پابندیاں ہیں اور ان پابندیوں نے تمہاری شخصیت کو بھی دبو اور شرمیلا بنا دیا ہے۔ اس کا تبصرہ کچھ دیر کے لئے قندیل کے حواس مختل کر گیا۔

اب ایسی بھی بات نہیں‘ نہ میں دبو ہوں اور نہ ہی شرمیلی‘ میرے گھر والے بیک ورڈ نہیں بلکہ ہمارے خاندان کی کچھ اقدار ہیں جنہیں ہم نے اپنایا ہوا ہے۔ میں تو صرف گھر کے جھمیلوں کی وجہ سے گھر سے کم نکلتی ہوں۔ کام ہی اتنا ہوتا ہے کہ فرصت ہی نہیں ملتی۔ اسے بدستور مذاق پر آمادہ دیکھ کر قندیل نے ہڑبڑا کر اسے وضاحت دی مگر اس وضاحت پر حنا زور سے قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

ہم نے یہ جھمیلے نہیں پالے ارے ایک عمر پڑی ہے ان کاموں کے لئے۔ ابھی تو انجوائے کرنے کی عمر ہے۔ یہ وقت ہمارا ہے‘ یہ آسمان ہمارا ہے‘ تمہاری طرح گھونسلے میں دبک کر نہیں بیٹھی رہتی میں‘ گھومو پھرو عیش کرو یہ کیا وقت سے پہلے ہی بڑی بوڑھیوں کی طرح گھر میں گھسی رہتی ہو۔

حنا کی باتوں نے اس کے اندر کی حسرتوں اور محرومیوں کو بڑی بے دردی سے باہر نکالا تھا۔ گھر کے بیشتر کام اسی کے ذمہ تھے۔ چیزیں سنبھالنا‘ ڈسٹنگ‘ ملازمہ کی نگرانی‘ بھائیوں اور امی ابو کے کپڑے استری کرنا‘ کہیں بھی ہو کچھ بھی کر رہی ہو ٹیلی فون اسی کو اٹھانا ہوتا تھا۔ پالتو طوطے کو دانہ ڈالنا‘ سونے سے پہلے امی کو دوائیاں اور ابو کو دودھ کا گلاس دینا اسی کا کام تھا۔

جب غور کیا تو ہر سمت اسی کی پکار تھی۔

قندیل چائے بنا دو‘ امی آواز لگاتیں۔

قندیل کپڑے استری کر دو‘ بھائی آرڈر کرتے۔

قندیل سنو کس کا فون ہے‘ ابو کی آواز آتی۔

ہر طرف اسی کی پکار تھی وہ ان کاموں میں اس قدر پھنسی ہوئی تھی کہ کچھ سوچنے کا اور اپنی مرضی کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا تھا۔ کبھی فرحان کا فون آجاتا تو چند گھڑیوں کے لئے وہ ان سارے جھنجھٹوں سے آزاد ہو کر اس کے سنگ پیار کی وادی میں گھومتی پھرتی۔

اگر عطیہ پھوپھو کا گھر کھر میں نہ ہوتا تو یقیناً فرحان ہر دوسرے روز حاضری دیا کرتا۔ وہ اس کے دل میں رہتا تھا مگر اس سے دُور تھا۔ قندیل کو اکثر ہی اپنی تنہائی کا خیال ستاتا تھا۔ مگر اب حنا کی دوستی نے وقتی طور پر اس خیال کو زائل کر دیا تھا۔

تم چاہو تو پپاجی سے اجازت لے لو پھر ہم دونوں مل کر خوب سیر سپاٹے کریں گے۔ حنا نے اسے کھلی پیشکش کی۔

اب میں اتنی بھی بولڈ نہیں جتنا تم سمجھ رہی ہو اور نہ ہی کوئی ایسی سخت روک ٹوک ہے مجھ پر۔ اپنی جھینپ مٹانے کے لئے اسے فوراً جتا دیا کہ جیسا وہ سمجھ رہی ہے ویسا کچھ بھی نہیں جبکہ درحقیقت تو اسے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

گھر سے باہر جانے کے لئے امی ابو کی خاص اجازت لینی پڑتی تھی لیکن حنا کے مذاق اُڑانے پر اس نے چڑ کر اس کی بات رد کردی۔

تو ٹھیک ہے پھر کل چلتے ہیں شاپنگ کے لئے.....؟ وہ جیسے اس کا امتحان لینے پر تل گئی تھی۔

اس کے لئے اقرار کرنا بھی مشکل تھا اور انکار کرنا بھی۔ دونوں صورتوں میں اس کے لئے مسئلہ تھا اور حنا خوب سمجھ رہی تھی اس کی کیفیت کو۔ اس کی یہ مشکل بھی اس نے خود ہی آسان کردی۔ نہ جانے کس طرح کن لفظوں میں اس نے شگفتہ بیگم کو قائل کیا کہ انہوں نے دونوں کو ساتھ جانے کی اجازت دے دی وہ واپسی میں لدی پھندی گھر آئی تو شگفتہ چونک پڑیں۔

اتنی شاپنگ مگر میں نے تو تمہیں صرف ہزار روپے دیئے تھے حنا کے سامنے ہی بلاتکلف وہ اس سے پوچھ گچھ کرنے لگیں۔

حنا کی چبھتی نظروں سے اسے وہ ہمکی اٹھانی پڑی جس سے بچنے کی وہ ہمیشہ کوشش کرتی تھی۔ حنا نے راستے میں ہی اسے بتا دیا تھا کہ آنٹی اس سے اتنی شاپنگ پر سختی سے باز پرس کریں گی اور اب وہی ہوا جو اس نے کہا تھا۔ وہ روز بروز حنا کے سامنے پسپا ہوتی جارہی تھی کیونکہ وہ اس کی کمزوریوں کو سمجھ گئی تھی۔

امی یہ ..... حنا نے زبردستی.....وہ وضاحت دینے لگی۔

آنٹی یہ سب میں نے اپنی خوشی سے کیا ہے اور خاص طور پر یہ سوٹ آپ کے لئے لائی ہوں۔ اس سے پہلے کہ وہ قندیل پر گرم ہوکر اسے مزید شرمسار کرتیں حنا نے تحائف دے کر انہیں بھی اپنا اسیر کرلیا خوبصورت سوٹ دیکھ کر وہ نہال ہوگئیں۔

اس کی کیا ضرورت تھی.....؟ وہ سوٹ انہوں نے لے کر شرف قبولیت تو بخش دیا مگر رسمی کلمات کہنا نہ بھولیں۔

آنٹی یہ سب میں نے بڑے دل سے کیا ہے۔ قندیل مجھے عزیز ہے اور میں دیکھ رہی ہوں کہ اس کے اندر حوصلے کی بہت کمی ہے۔ کل کو سسرال جائے گی تو کیسے زندگی گزار پائے گی۔ اسے اب اپنے فیصلے خود کرنے چاہئیں ذرا سے ہی دنوں میں وہ قندیل پر تو کیا اسکی امی کے حواسوں پر بھی چھا گئی تھی۔

اس کی جرأت پر اگر وہ حیران تھیں تو کچھ حد تک متفق بھی تھیں۔ وہ تو اب تک اپنے بہت سے فیصلوں میں اپنے شوہر کی تابع تھیں اور وہ ذرا سی لڑکی ڈٹ کر بڑے اعتماد سے نہ صرف بولتی تھی بلکہ عملاً بھی اپنے حوصلے کا مظاہرہ کرتی تھی۔ وہ اس سے مرعوب سی ہوگئیں۔ قندیل انہی کی بیٹی تھی اور وہ جانتی تھیں کہ اس کی تربیت میں انہوں نے اسے اپنا وہ لڑکی ہونے کا خوف بھی دے دیا تھا جس کے باعث وہ کبھی سر اٹھا کر نہیں جی سکی تھیں۔ ان کے شوہر ابرار نذیر ایک سخت گیر انسان تھے اور ذرا سی بھول چوک اور غلطی کو معاف نہیں کیا کرتے تھے۔ اسی لئے ہر بات میں ان کی پسند اور مرضی کو انہیں مدنظر رکھنا پڑتا تھا۔

دیکھو تمہارے انکل کو پتا نہ چلے کہ میں نے تم دونوں کو اکیلے ساتھ جانے کی اجازت دی تھی وہ اتنے سخت نہیں ہیں اور نہ ہی دل کے برے ہیں بس وہ ان باتوں کو زیادہ پسند نہیں کرتے۔ ہم کہیں بھی جاتے ہیں تو انہی کے ساتھ جاتے ہیں مگر اب میں چاہتی ہوں کہ قندیل میں بھی کچھ ہوشیاری آئے۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

سیارہ ڈائجسٹ کی ایک اور فخریہ کاوش

لازوال اسلامی واقعات نمبر

شائع ہوگیا ہے

★ رسولِ خدا، خلفاء راشدینؓ صحابہ کرامؓ اور صالحینؒ کی قابلِ تقلید زندگیوں سے لیے گئے سنہری واقعات

★ دورِ نبوت، خلافتِ راشدہ اور تاریخ میں موجود عدل و انصاف کی عظیم روایات

★ مسلم خواتین کی ذہانت متانت اور شجاعت کے حیرت انگیز قصے

★ دورِ جدید میں نئی نسل کے جذبہ ایمانی کو از سرِ نو تازہ کر دینے والے روح پرور واقعات

★ ہر مسلم گھرانے کی لائبریری کی زینت، نوجوانوں کے لئے مشعل راہ۔

دعاؤں کے ساتھ

سیارہ ڈائجسٹ 240 ریواز گارڈن لاہور۔ فون: 042-7245412

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

حالانکہ وہ کسی غیر کے گھر نہیں اپنی پھوپھو کے گھر جا رہی ہے مگر لیتے وقت انسان کچھ اور ہوتا ہے اور بعد میں کچھ اور۔ بس مجھے یہی دھڑکا ہے۔ اس کی پھوپھیاں تو بہت اچھی طرح ملتی ہیں مگر مزاج کی ذرا ٹیڑھی ہیں۔ اس کے مستقبل کے حوالے سے جو فکریں وہ اندر ہی اندر پالتی رہتی تھی اس روز وہ حنا سے کہہ ڈالیں۔

شب و روز میں بڑی نمایاں سی تبدیلی آ گئی۔ اکثر کالج سے واپسی پر حنا بھی قندیل کے ساتھ چلی آتی۔ شگفتہ ان دونوں کو پیار کرتیں اور دونوں مل کر وہیں بیٹھ کر کھانا کھاتیں پھر کمرے میں جا کر مووی دیکھتیں یا گانے سنتیں۔ قندیل کی طرف سے شگفتہ بے فکر سی ہو گئیں کیونکہ اس طرح اسے اکیلے دیکھ کر انہیں بڑی فکر ستاتی تھی مگر اب حنا کی دوستی نے اس کے اندر کے جمود کو توڑ دیا تھا۔ اب اکثر انہیں اس کی ہنسی کی آواز سنائی دیتی تھی۔ ایک روز اچانک ہی فرحان چلا آیا کافی دن سے وہ قندیل کی بے توجہی محسوس کر رہا تھا۔ پہلے وہ اسے خود بہانے بہانے سے فون کرتی تھی اور اب وہ فون کرتا تو ہوں ہاں کرتی رہتی تھی۔ پہلے وہ اس سے نہ آنے کا گلہ کیا کرتی تھی مگر اب تو کئی روز سے اس نے اس سے فون پر بات بھی نہیں کی تھی۔

اوہو تو یہ ہے مصروفیت' آخر کون ہے بھئی یہ جس نے میری سیٹ پر بھی قبضہ جما لیا بلکہ میری ویلیو ہی ڈاؤن کر دی...... اس نے حنا کی جھلک دیکھ لی۔ اس روز حنا گھر آئی ہوئی تھی قندیل نے بڑی مشکل سے اسے مطمئن کیا اور حنا سے اس کی سلام دعا بھی کروادی۔

حیرت ہے بھئی راتوں رات اتنی گہری سہیلی کہاں سے ٹپک پڑی۔ اپنی ازلی ''خوبی'' اعتراض اور تنقید سے وہ باز نہ رہ سکا۔ مگر پھر قندیل کی ناراض صورت دیکھ کر چپ کر گیا۔ اتنے دنوں بعد ہونے والی ملاقات کو وہ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا اور اب قندیل تو اس کے دل میں روشنی بن کر پھیل گئی تھی۔ اس رشتے کے بعد خود بخود ہی اس کے دل میں قندیل کے لئے نرمی' انسیت اور اپنائیت کا خاص احساس پنپ کر چاہت میں ڈھل گیا تھا۔ وہ اس پر اپنا پورا حق سمجھتا تھا لیکن اس پر سختی بھی نہیں کر سکتا تھا اسی لئے اس سے اس کی بے توجہی کی شکایت کر کے وہ جیسے آیا تھا ویسے ہی چپ چاپ لوٹ گیا۔

انہی چپ چاپ سے دنوں میں امتحان قریب آ گئے وہ اکثر ہی دیر سے گھر آ رہی تھی اس کی دن رات کی محنت دیکھ دیکھ کر شگفتہ ہلکان ہو رہی تھی۔

اپنی کچھ پروا نہیں بس امتحان میں پاگل بنی ہوئی ہو۔ وہ اس پر خفا بھی ہوئیں۔

قندیل کالج سے اتنی دیر سے کیوں آ رہی ہے؟ چند ہی روز میں ابرار نذیر کو تشویش ہوئی۔

وہ کہہ رہی تھی کہ کالج کے بعد وہیں اس کے سر ایکسٹرا کلاسز لے رہے ہیں۔ انہوں نے قندیل کا جواب ان کے گوش گزار کر دیا۔ وہ مطمئن ہو گئے۔ ان کے لیے یہی بات تسلی بخش تھی کہ وہ اتنی لگن سے پڑھ رہی تھی۔ مگر سارا اطمینان اس وقت رخصت ہوا جب وہ رات قیامت بن کر ان پر مسلط ہوئی۔

شام ہو چلی تھی قندیل گھر نہیں لوٹی تھی۔ ابرار نذیر نے اپنے طور پر اسے ڈھونڈنا شروع کر دیا یہاں تک کہ رات کی سیاہی قندیل کی ساری زندگی پر غالب آ گئی۔ وہ رات بھر گھر سے غائب رہی۔ سب گھر والے ہر جگہ پاگلوں کی طرح اسے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ڈھونڈتے رہے۔ اِدھر اُدھر فون کرتے رہے اور صبح کے قریب جب امید کے ستارے ٹمٹما رہے تھے اور بجھنے کو تھے تو وہ چلی آئی۔ اس کا چہرہ بے خوابی کا مظہر تھا سوتی جاگتی آنکھوں میں پہچان تھی اور نہ جھجک.....

کہاں سے منہ کالا کر کے آرہی ہو.....؟ ابرار نذیر حلق کے بل دہاڑ اُٹھے۔

سارا دن اور ساری رات کا ضبط ہاتھ سے چھوٹا تو کچھ باقی نہ رہا۔ پیار' محبت' اعتماد اور بھروسہ سب رخصت ہوا۔ ان کی پوچھ گچھ پر وہ اپنی بند آنکھوں کے ساتھ مسکراتی رہی جیسے اپنے حواسوں میں نہ ہو۔ شگفتہ نے دہل کر اس کا بازو تھاما تو اس کے منہ سے ایک ناگوار بھپکا آیا۔ ان کے اوسان خطا ہوگئے' جب سب لٹ گیا تب انہیں ہوش آئی تھی۔ وہ کسی نشے کے زیر اثر تھی۔

دوستی کے پردے میں دشمنی کرنے والی حنا نے اس کے منہ پر کالک ملنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ بعد میں جب حقائق معلوم کیے گئے تو پتہ چلا کہ یہ سب کیا دھرا حنا کا تھا۔ دراصل وہ خود ایک کرپٹ لڑکی تھی جس کی اپنی فیملی ٹوٹی ہوئی تھی۔ قندیل کے اسمارٹ اور شاندار منگیتر فرحان کو دیکھ کر وہ اندرونی حسد کا شکار ہوگئی۔ شگفتہ کا اعتماد تو وہ حاصل کر ہی چکی تھی اس لئے ایک روز وہ اسے کالج سے واپسی پر اپنی نشے باز دوستوں کے اڈے پر لے گئی جہاں سب نے ہلا گلا کرتے ہوئے اسے بھی سموکنگ پر مجبور کردیا۔ اسے کچھ بھی یاد نہیں تھا' دھوئیں کے مرغولوں میں ڈوبتے ہوئے اسے محسوس ہوا تھا کہ وہ سب ایک دوسرے سے بے حیائی کی حرکتیں کر رہی تھیں۔ صبح اسے ہوش آیا تو اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس پر کیا گزری۔ اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ اب بھی پاکباز ہے یا نہیں۔ وہ جھومتی جھامتی بڑی مشکل سے گھر پہنچی تھی اور یہاں آنے کے بعد اس کے سر پر وہ قیامت ٹوٹی کہ اس کی ہستی کے پرخچے اُڑ گئے۔ ہونٹوں نکلی کو ٹھے چڑھی' لاکھ چھپانے پر بھی خبر ہر طرف پھیل گئی۔ بات رسوائی کی تھی مگر سب کو خبر ہوگئی۔ عطیہ بیگم کا پہلے تو غم و غصے سے بھرا فون آیا' شگفتہ کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ رات بھر باہر رہنے والی لڑکی اپنی ذات کا غرور بھی کھو دیتی ہے اور کردار کا مان بھی اس کی شان اور آن بھی ختم ہوگئی تھی۔

چلچلاتے سورج کی گرم دوپہر کی طرح اگلے روز عطیہ پھوپھو تنتناتی چلی آئیں۔ ان کی تیوری پر بے شمار بل تھے اور چہرے پر غصے کی سرخی۔ غصے کی وجہ سے ان کی آواز بھی صحیح سے نکل نہیں پائی۔ انہوں نے کسی بھی صفائی کا موقع نہیں دیا حالانکہ شگفتہ نے سوچ رکھا تھا کہ اس کے سارے میڈیکل ٹیسٹ کرا کر اس کی رپورٹ ان کے سامنے رکھ دیں گی۔ مگر انہوں نے کسی بھی وضاحت کا موقع نہیں دیا۔ عطیہ پھوپھو نے بڑی بے دردی سے اس کا فخر و غرور اس کے نام کے ساتھ جڑا فرحان کا نام اس سے واپس لے لیا۔ منگنی کی انگوٹھی اور دیگر تحائف وہ اسی وقت واپس کر گئی تھیں۔ ابرار نذیر نے لاکھ بہن کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کرنا چاہا مگر وہ کچھ سننے پر آمادہ نہیں تھیں۔

ہم ایسی لڑکی کو اپنی بہو نہیں بنا سکتے جس کا کردار داغدار ہو۔ اس کے الفاظ نوکیلی برچھیوں کی طرح ان کے اندر اُتر گئے۔

زندگی اندھیر ہوگئی.....وہ جو اس کی اولین ترجیح

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

تھا اس کی دسترس سے دُور ہوگیا۔ ابھی تو اس نے اسے پایا بھی نہیں تھا کہ وہ اس سے دُور چلا گیا۔ ابھی تو سفر شروع بھی نہیں ہوا تھا کہ سفر کی شام بھی ہوگئی۔ وہ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی تھی مگر دل اب بھی اسی کے نام پر دھڑکتا تھا۔ حالانکہ اس کی میڈیکل رپورٹ کلیئر آئی تھی اور ساری بات بالکل عیاں تھی مگر عطیہ پھوپھو کو وہ ایک پل بھی گوارا نہ تھی۔

بن موسم کی دھوپ نے اسے جھلسا ڈالا تھا۔ اندھی راتوں میں گھپ اندھیرا تھا' دل ویراں میں یاس کے بادل چھا گئے تھے۔ شگفتہ کو سانپ سونگھ گیا تھا' قندیل کی آب و تاب اور چندن سا روپ مٹی مٹی رنگ ہوگیا تھا۔ وہ اپنے دفاع میں ایک لفظ بھی نہیں بولی تھی بس پتھر بنی عطیہ پھوپھو کو گرجتے برستے دیکھتی رہی جنہیں منانے کی کوشش میں شگفتہ نڈھال ہو رہی تھی۔

میں نے اپنے فرحان کے لئے ہیرا ڈھونڈا تھا کیا خبر تھی کہ وہ کوئلہ ہے اور کوئلے سے نہ دوستی اچھی نہ دشمنی۔ کوئلہ گرم ہوتا ہے تو ہاتھ جلاتا ہے اور ٹھنڈا ہوتا ہے تو ہاتھ سیاہ کر دیتا ہے..... نہ بابا مجھے یہ رشتہ نہیں

دفتر سے باہر لنچ کرنا فائدہ مند ہے: نئی تحقیق

دفاتر میں کام کرنے والوں میں سے بعض افراد گھر سے کھانا لیکر آتے اور دفتر ہی میں بیٹھ کر لنچ کرتے ہیں جبکہ کچھ لوگ دفتر سے باہر جا کر لنچ کرنا پسند کرتے ہیں۔ ایک نئی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ جو افراد دفتر سے باہر جا کر لنچ کرتے ہیں وہ دفتر میں اپنے ڈیسک پر بیٹھ کر کام کرنے والوں کی نسبت زیادہ خوش رہتے اور بہتر طور پر کام انجام دیتے ہیں۔ ماہرین اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ لنچ کرنے باہر جانے کی وجہ سے ان افراد کے مزاج پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں جبکہ دفتر میں کام کرنے والے خود کو زیادہ بوجھ تلے دبا ہوا سمجھتے ہیں اور اس سے ان کی صلاحیتیں بھی متاثر ہوتی ہیں۔

اس حوالے سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ باہر جا کر لنچ کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کسی ریسٹورنٹ میں جا کر کھانا کھایا جائے بلکہ ماہرین کے مطابق سمندر کنارے بیٹھ کر سینڈوچ کھانے سے مزاج پر سب سے بہتر اثر پڑتا ہے جبکہ دوسرے نمبر پر کسی پارک کے بنچ پر بیٹھ کر کھانے سے لطف اندوز ہونا ہے۔ دوپہر کے کھانے کے لئے گھر واپس جانے سے بھی لوگوں کے مزاج میں بہتری پیدا ہوتی ہے، بلکہ تحقیق کے مطابق بس میں بیٹھ کر سنیکس سے لطف اندوز ہونا بھی لوگوں کو خوشی کا احساس دلاتا ہے۔ یہ تحقیق انگلینڈ کی سسیکس یونیورسٹی کے ماہرین کی ٹیم نے کی، ان کا کہنا ہے کہ دفتر سے باہر لنچ لوگوں کی کارکردگی میں نمایاں بہتر لانے کا سبب بنتا ہے۔

(مرسلہ: سعدیہ منظور۔ بہاولپور)

WWW.PAKSOCIETY.COM

جوڑنا۔ وہ سنگدلی اور اجنبیت کی ہر حد سے گزر گئیں۔

شگفتہ کی ہر اُمید مر گئی تھی۔ جوان بیٹی کی بدنامی کے اشتہار سب جگہ لگ گئے تھے اور قندیل تو جیسے بے گانی سی ہوگئی تھی۔ جب انسان دل میں اُترتا ہے تو زندہ ہوجاتا ہے اور جب دل سے اُترتا ہے تو پھر مر جاتا ہے اور قندیل بھی مر چکی تھی۔ اس کی روح کی سرزمین پر اس کا دُکھ ایڑیاں رگڑتا رہا تھا اور وہاں سے دُکھ کے چشمے پھوٹ رہے تھے۔

فرحان کے ساتھ کا وہ حسین سلسلہ درخت سے ٹوٹے ہوئے پتے کے مانند گر کر ٹوٹ چکا تھا اور جو پتے درخت سے ٹوٹ جاتے ہیں وہ پھر ہرے نہیں ہوتے۔ زندگی اس کی بانہوں میں آکر اس سے روٹھ کر دُور جا چکی تھی۔ اس کی ذات بکھر کر اتنے ٹکڑوں میں بٹ چکی تھی کہ جس کے سمٹنے کا اب امکان نہیں تھا۔ رنجشوں کے اس سفر میں کبھی بھی یہ دُوریاں نہیں سمٹ سکتی تھیں لیکن پھر سفر کی اس شام میں اس کے نصیب کا ستارہ ایک دم چمک اُٹھا۔ اس کے جذبوں کی شدت رنگ لائی تھی جب دُور تک اُڑتے غبار میں سنولائی ہوئی شام دھند سے بھر گئی تھی۔ اس نے سرخ آنکھوں سے سر اُٹھا کر دیکھا تو اس کے عین سامنے فرحان کھڑا تھا۔ جس کے چہرے پر ہمیشہ اسے دیکھ کر مسکراہٹ بکھرتی تھی مگر اس وقت وہ چہرہ بالکل سپاٹ تھا اور اس پر بلا کی سنجیدگی اور دُکھ نظر آ رہا تھا۔

اس کا دل شدت سے کانپا' ایک بار پھر اسے کٹہرے میں کھڑا ہونا تھا اور وہ سب کچھ دہرانا تھا جسے وہ بھول جانا چاہتی تھی۔ وہ مجرم بنی اس کے سامنے تھی۔ اس وقت اس کی خشک آنکھوں کے صحرا میں رشتوں' محبتوں' اعتماد اور وفا کے ٹوٹنے کی دھول سی اُڑ رہی تھی۔

مجھے تمہاری زبان سے کچھ بھی نہیں سننا قندیل' میں تمہیں ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا کیونکہ مجھے تم پر اور اپنی آنکھوں پر خود سے زیادہ اعتماد ہے۔ مجھے نہ میری نظریں دھوکہ دے سکتی ہیں اور نہ تمہاری معصوم بے گناہ صورت دھوکہ دے سکتی ہے۔ یہ آنکھیں' یہ چہرہ اور یہ انمول موتی پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ تم بے قصور ہو۔

ویسے بھی ماموں نے مجھے ساری تفصیلات بتا دی ہیں۔ وہ اس کے سامنے کھڑا تھا اور اس کا ایک ایک لفظ امرت بن کر اس کے اندر اُتر رہا تھا۔ اس نے بے یقینی کی نظروں سے سامنے کھڑے محبّ کو دیکھا جو اس کی بے گناہی کا اقرار کر رہا تھا۔

امی نے جو کچھ کہا غصہ میں کہا۔ فطری سی بات ہے وہ غصے میں آگئیں اور پھر اس موقع پر لوگ بھی تو بڑھ چڑھ کر جھوٹی سچی لگاتے ہیں۔ اب میں آگیا ہوں سب ٹھیک ہوجائے گا۔ اس روز اگر تمہاری اس نام نہاد دوست کو نہ دیکھ لیتا تو شاید میں بھی شک میں پڑا رہتا مگر نہ جانے کیا بات تھی کہ پہلی نظر میں ہی وہ مجھے کردار کی اچھی نہیں لگی تھی۔ اس کی آنکھیں اس کے کردار کی چغلی کھا رہی تھیں اور تمہارا سچ تمہارے ان آنسوؤں میں نظر آ رہا ہے۔ اس کے ٹھوس لہجے میں یقین' اعتماد' چاہت' محبت اور خلوص تھا۔

وہ دل سے اس بات کی قائل ہوگئی تھی کہ دل سے دل کا رشتہ اگر برقرار رہتا ہے تو درمیان میں کوئی بھی اس میں دراڑ نہیں ڈال سکتا۔ بدگمانی کے بادل چھٹنے کے بعد ہر سو بھیگا بھیگا منظر جھلملا رہا تھا جس میں خوشیوں کی آہٹیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

WAQAR
www.pakist

حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ

پروفیسر غلام رسول

اولیائے کرام کی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں' اللہ کے ولی کی زندگی کے ایمان افروز حالات و واقعات!

مولانا شیخ ابوسعید امجدؒ مرزا شاہ رخ کے زمانے میں بالکل نوجوان اور خوب رو انسان تھے۔ علم و دانش نے آپؒ کے حسن ظاہری میں ایک نکھار پیدا کر رکھا تھا لیکن آپؒ اچانک اور اتفاقاً ایک ایسی آزمائش میں پھنس گئے جس میں سے کسی نوجوان آدمی کا بظاہر نکلنا مشکل ہوتا ہے۔ آپ کو ایک نہایت خوبصورت عورت سے عشق ہوگیا۔ وصل کی خواہش اور قرب محبوب نے آپ کو بے حال کر کے رکھ دیا۔ ایک روز صورت جاناں میں مستغرق تھے کہ اچانک آپ کی اُمید بر آئی۔ آپ کی محبوبہ آپ کے

گھر آ گئی۔ گھر میں آپ اکیلے تھے۔ آپ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور قرب محبوب سے متمع ہونا چاہا۔ ابھی آپ محبوب سے چند قدموں کے فاصلے پر تھے کہ اچانک آپ کو آپ کے مرشد حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ کی آواز غیبی سنائی دی۔

''ابوسعید! کارمے کنی۔''

یہ سننا تھا کہ مولانا کی حالت غیر ہوگئی۔ آپ کے دل پر ایک ہیبت طاری ہوگئی اور آپ کے اعضا پر رعشہ سا طاری ہوگیا۔ آپ نے فی الفور اس عورت کو اپنے دل اور گھر سے باہر نکالا اور فوراً باوضو ہوکر سربسجود ہوئے اور خدا سے استغفار کی۔

کچھ عرصہ بعد مولانا کی ملاقات خواجہ عبیداللہ احرارؒ سے ہوئی تو انہوں نے مسکرا کر فرمایا۔

''ابوسعید! اگر اس روز خدا تعالیٰ کو تیری دستگیری منظور نہ ہوتی تو شیطان تجھے برباد کرکے رکھ دیتا۔ اس لئے تیرے لئے لازم ہے کہ تُو خدا کا شکر ادا کر اور آئندہ اپنے آپ کو ایسی لغویات سے دُور رکھ ورنہ روحانیت و عرفان میں جو کچھ تُو نے حاصل کیا ہے سب چھن جائے گا۔''

مولانا نے اس روز اپنے مرشد کے سامنے خدا سے استغفار و استقامت کا وعدہ کیا اور پھر عمر بھر اپنے عہد پر قائم رہے۔

حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ تاشقند کے سامنے ایک دیہات یاغستان میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کی ولادت باسعادت ماہ رمضان 806ھ میں ہوئی۔ آپؒ کے والد صاحب کا نام خواجہ محمود بن شہاب الدین تھا۔ آپؒ کے والد بھی نیک نہاد اور کامل انسان تھے۔ آپؒ کو ناصر الدین احرار کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ آپؒ کے جدامجد کا شمار عالی قدر بزرگان دین میں ہوتا ہے۔

مشہور بزرگ حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخیؒ آپؒ کے پیرومرشد تھے۔ اسی وجہ سے آپؒ سلسلہ احراریہ کے سرکردہ بزرگ کہلاتے ہیں۔ طریقت و حقیقت میں آپؒ قائد و ہادی تھے۔ آپؒ کو اللہ پاک نے اتنی شان و شوکت عطا فرمائی تھی کہ ماوراالنہر اور خراسان کے باشندے آپؒ کی بہت قدرومنزلت کرتے تھے اور سرآنکھوں پر بٹھاتے تھے۔

مشہور بزرگ حضرت مولانا عبدالرحمان جامیؒ حضرت خواجہ احرارؒ کے عقیدت کیش اور ارادت مند تھے بلکہ مولانا موصوف نے تو اپنی بعض تصانیف کو بھی آپ کے نام سے ہی معنون کیا ہوا تھا۔ خواجہ احرارؒ کو بھی مولانا جامیؒ سے بڑی محبت تھی۔ ایک مرتبہ خواجہ صاحبؒ نے مسکرا کر مولانا جامی سے فرمایا۔

''مولانا! آپ نے تو اس علم و عرفان اور تصنیف و تالیف کے کام میں اپنے تمام بال سفید کرلئے ہیں۔''

مولانا نے یہ بات سُنی تو فی البدیہ یہ شعر پڑھا

پیرانہ سر کشیدم سرور رہ سگانت
موئے سفید کردم جاروب آستانت

مولانا کو خواجہ احرارؒ نے گلے لگالیا۔

خواجہ احرارؒ نہایت صاحب ثروت انسان تھے۔ آپؒ کو خدا نے نہایت متمول بنایا تھا۔ آپؒ کی زمینداری کا سلسلہ بہت پھیلا ہوا تھا۔ آپؒ بلا کے فیاض بھی تھے۔ جودوسخا کا یہ عالم تھا کہ آپؒ اپنا مال راہ خدا میں صرف کردیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود جب مال ختم ہونے کے قریب ہوتا تو خدا آپؒ کو انبار کے انبار عطا فرمادیتا۔

NASIR AZEEM www.pakistanipoint.com

خواجہ احرارؒ کو اوائل عمری میں القا ہوا کہ آپؒ کی مدد سے شریعت کو تقویت پہنچے گی۔ آپؒ کے دل میں اس بات کا یہ حل پیدا ہوا شریعت کو پھیلانے کے لئے میں سلاطین وقت سے کوئی مدد لوں۔ اس مقصد کیلئے آپؒ مرزا عبداللہ حاکم سمرقند کے پاس گئے۔ آپؒ کے ہمراہ مولانا ناصر الدین احرارؒ بھی تھے۔ سمرقند پہنچ کر جب آپؒ نے مرزا عبداللہ سے ملاقات کرنی چاہی تو اس کے ایک مغرور امیر نے آپؒ سے آپؒ کی آمد کی غایت پوچھی۔ آپؒ نے اس کو اپنے آنے کا سبب بتایا۔

امیر بہت بدتمیز آدمی تھا اس نے آپؒ کے مرتبے کا لحاظ کئے بغیر کہا۔

"دیکھیں حضرت! ہمارا حاکم مرزا عبداللہ بڑا بے پروا اور جوان رعنا ہے۔ وہ دین کے معاملات اور درویشوں سے ملاقات میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ واپس چلے جائیں۔"

آپؒ نے فرمایا "اے امیر! ہم جیسے درویشوں کا سلاطین سے کیا کام؟ ہم خدا کے حکم سے یہاں آئے ہیں۔ اگر مرزا کو خدا کے کاموں اور خدا کے بندوں سے کوئی دلچسپی نہیں تو ہمیں بھی اس سے کوئی علاقہ و واسطہ نہیں۔ ہم واپس جاتے ہیں لیکن یاد رکھو تمہارا یہ حاکم اگر خدا کی نیابت کے فرائض انجام نہیں دے سکتا تو اس کو ہٹا کر دوسرا حاکم لایا جائے گا۔" یہ کہہ کر آپ سمرقند سے تاشقند کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا' وہ بدتمیز امیر ایسا بیمار ہوا کہ آناً فاناً اس کو موت نے اپنے نرغے میں لے لیا اور اس کی موت کے تقریباً ایک مہینہ بعد 855ھ میں سلطان ابوسعید مرزا بن مرزا شاہ رخ بن امیر تیمور ترکستان سے ظاہر ہوا اور مرزا عبداللہ پر حملہ کر کے اسے ہلاک کر دیا۔

مرزا سلطان ابوسعید بڑا نیک' خدا رسیدہ اور حضرت کا معتقد تھا۔ وہ اسلام کے معاملات اور خدا کے احکامات کی باقاعدگی سے پابندی کرتا تھا یہی وجہ تھی خواجہ احرارؒ اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ مرزا بابر بن مرزا نصیر بن مرزا شاہ رخ بن امیر تیمور ایک لاکھ سپاہ لے کر خراساں سے سمرقند کی طرف متوجہ ہوا۔ مرزا بابر بڑا طاقتور حکمران تھا۔ اس کا مقابلہ حاکم سمرقند سلطان ابوسعید مرزا کے بس کا روگ نہ تھا۔ اس لئے ابوسعید کے امیروں نے اسے مشورہ دیا کہ آپ ترکستان چلے جائیں اور وہاں جا کر قلعہ نشین ہو جائیں۔ سلطان کو امراء کا مشورہ پسند نہ تھا مگر وہ کچھ اور کر بھی نہ سکتا تھا۔ چنانچہ سامان باندھ لیا گیا اور روانگی کی تمام تیاریاں مکمل کر لی گئیں۔ جانے سے پہلے سلطان ابو سعید حسب عادت حضرت خواجہ احرارؒ کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔

حضرت نے پوچھا "ابو سعید کدھر کی تیاری ہے؟"

سلطان نے مرزا بابر کی لشکر کشی اور اپنی بے بسی کی روداد سنائی اور روانگی کے پروگرام سے حضرت کو آگاہ کیا۔

حضرت نے فرمایا "ابو سعید تمہیں جانے کی ضرورت نہیں تمہاری مہم کی ذمہ داری میں نے اپنے سر لے لی ہے اور تم گھبراؤ مت۔ تمہاری ساری مشکلات سمرقند میں ہی حل ہو جائیں گی۔"

حضرت کے حکم پر سلطان ابوسعید نے ترکستان جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور تیاریاں موقوف کر دیں۔ امیروں نے بہت واویلا مچایا کہ حضرت

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ہمیں مروادیں گے مگر مرزا سلطان ابو سعید نے امیروں کو اپنا حتمی فیصلہ سناتے ہوئے کہا "چاہے کوئی میرا ساتھ دے یا چھوڑے میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔ مجھے حضرت خواجہ احرارؒ کی زبانِ مبارک پر یقین کامل ہے اور ان شاء اللہ ان کا کہنا کبھی غلط نہیں ہوگا۔"

یہ کہہ کر سلطان سمرقند میں ہی قلعہ نشین ہوگیا اور حضرت کے حکم پر عمل پیرا ہونے کی تیاریاں کرنے لگا۔

دوسری طرف مرزا بابر جب سمرقند کے قلعہ کے اردگرد پہنچا تو اس کا سالار خلیل سمرقند کی عیدگاہ کے دروازے پر ٹھہر گیا۔ اور حملے کی تیاری کرنے لگا کہ اچانک سمرقند کے قلعہ سے مرزا سلطان کے چند آدمی نکلے اور انہوں نے خلیل کے لشکر پر حملہ کرکے اس کو گرفتار کرلیا۔ مرزا بابر سمرقند کے پرانے قلعے میں اُترا ہوا تھا۔ اس کے لشکری سامان معیشت کے لئے جس طرف جاتے اہل سمرقند ان کو پکڑ کر ان کے ناک اور کان کاٹ دیتے۔ مرزا بابر اہل سمرقند کے اس طرز عمل سے سخت پریشان ہوا۔ ابھی یہ پریشانی موجود ہی تھی کہ ایسی وباء پھیلی کہ مرزا بابر کے گھوڑے لگاتار بیمار ہوکر مرنے لگے۔ اس ناگہانی مصیبت نے مرزا بابر کو اور زیادہ پریشان کیا۔ اس کو جب کوئی اور صورت نظر نہ آئی تو اس نے مولانا محمد نعمانیؒ کو حضرت خواجہ احرارؒ کی خدمت میں روانہ کیا اور صلح کی درخواست کی۔ مولانا محمد نعمانی نے اثنائے گفتگو میں تفاخر کیا۔

"حضرت! ہمارا مرزا بہت غیور اور عالی ہمت بادشاہ ہے جس طرف جاتا ہے بغیر اسیر کے واپس نہیں آتا۔"

حضرت نے جواب دیا "مولانا آپ خاطر جمع رکھیں میں آپ کے مرزا کے دادا مرزا شاہ رخ کے زمانے میں ہرات میں تھا۔ اس نے میری بہت خدمت کی یہ اس خدمت کا ہی پاس ولحاظ ہے کہ مرزا بابر ابھی تک زندہ ہے ورنہ اب تک اس کا کام تمام ہوچکا ہوتا۔"

مولانا محمد نعمانیؒ نے اپنی غرورانہ بات کی معذرت کی اور پھر آخر کار مرزا بابر کی صلح کی درخواست منظور ہوئی اور وہ عفو خواہ ہوکر واپس چلا گیا۔

سلطان ابوسعید مرزا عمر بھر حضرت کا تابع فرمان رہا۔ 25 رجب 873ھ کو اس نے وفات پائی۔ اس کے پسماندگان میں گیارہ بیٹے تھے جو برسرِ حکومت آئے۔ جن میں مرزا بیگ کابل، مرزا سلطان احمد سمرقند، مرزا عمر شیخ ولایت اور جان و فرغانہ اور مرزا سلطان محمود حصار وقندوز بدخشان کے حکمران ہوئے۔

مرزا سلطان محمود اور مرزا سلطان احمد میں اکثر ٹھنی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ مرزا سلطان محمود نے سمرقند پر یلغار کرنے کا منصوبہ بنایا مرزا سلطان احمد اپنے باپ کی طرح سمرقند کا حاکم اور شریف النفس انسان تھا اور حضرت خواجہ کا مرید بھی تھا۔ وہ اپنے بھائی سے مقابلہ آرائی کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔

حضرت خواجہ احرارؒ نے مرزا سلطان محمود کو خط لکھا اور سمرقند پر چڑھائی کرنے سے روکا مگر وہ باز نہ آیا۔ اس کو اپنے بے شمار لاؤ لشکر اور ساز وسامان پر ناز تھا۔ چار ہزار ترکمان برکاب چغتائی لشکر سے بچنے کے لئے مرزا سلطان احمد اس جنگ سے فرار حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ سیدھا آپ کی خدمت میں حاضر

WAQAR ZEEMA www.pakistanipoint.com

ہوا اور سمرقند چھوڑ دینے کی اجازت چاہی۔ آپؒ نے اس کو تسلی دی اور فرمایا۔

"سلطان احمد تم مت گھبراؤ' تمہارے معاملے کا میں ذمہ دار ہوں اگر تمہارا دشمن مغلوب نہ ہوا تو تم مجھ سے مواخذہ کرنا۔"

یہ کہہ کر آپ نے بادشاہ کو اپنی خانقاہ میں پناہ گزین کرلیا اور اس کی تسلی کے لئے خانقاہ کے عقبی دروازے کے آگے ایک برق رفتار اونٹنی بٹھادی اور مرزا سلطان احمد کو کہا۔

"اگر خدانخواستہ تمہارے بچنے کی کوئی صورت نہ رہی تو تم اس عقبی دروازے سے نکل کر اس تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہوکر کہیں بھی نکل جانا۔"

یہ کہنے کے بعد آپؒ نے اپنے مریدوں مولانا سید حسین' مولانا قاسم' میر عبدالاولیٰ اور

عرضی

تین دن مزید گزر گئے۔ اس دوران اس کے گھر والے بھی اس سے ملنے آئے تھے۔ وہ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ماں کا رو رو کر بُرا حال تھا لیکن اس کے سکون میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ وہ مسلسل سمجھاتا رہا کہ میں نے اللہ کے سامنے عرضی رکھ دی ہے اسے پتا ہے میں بے گناہ ہوں دیکھ لیجئے گا وہ مجھے کچھ نہیں ہونے دے گا۔ میں نے اللہ پر اتنا یقین اس سے پہلے صرف پڑھا ہی تھا لیکن کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے دل میں اب اس کے لیے عقیدت کے جذبات پیدا ہونا شروع ہوگئے تھے۔ شاید اللہ کی محبت ہوتی ہی ایسی ہے جو پتھر دل کو بھی پگھلا دیتی ہے۔ اور پھر جب اسے عدالت میں پیش کیا جانا تھا اس سے ایک دن پہلے ہی عجیب واقعہ ہوا۔ جس شخص نے خود قتل کر کے الزام اس پر لگایا تھا وہ اپنی بیوی اور اکلوتے بچے کے ساتھ گاڑی میں کہیں جا رہا تھا کہ اسے ایک خوفناک حادثہ پیش آیا جس کے نتیجے میں اس کی بیوی اور بچہ تو موقع پر ہی جاں بحق ہوگئے جبکہ اسے شدید زخمی حالت میں ہسپتال منتقل کیا گیا۔ کافی گھنٹوں بعد ہوش میں آنے کے بعد اسے بیوی اور بچے کے مرنے کی خبر ملی تو اس کی حالت اور بگڑ گئی۔ اسی جاں کنی کے عالم میں اسے کچھ یاد آیا...... اس نے چیخ کر قریب موجود ڈاکٹر کو اس کی ویڈیو بنانے کا کہا۔ پہلے تو ڈاکٹر شش و پنج میں رہا لیکن بار بار اصرار پر ڈاکٹر نے نرس کو ویڈیو بنانے کا اشارہ کیا تو اس نے ویڈیو میں بڑی مشکل سے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور اس نوجوان کو بے گناہ قرار دے کر ہاتھ جوڑ کر معافی بھی مانگی۔ اس نے ڈاکٹر سے وعدہ لیا کہ وہ یہ ویڈیو ضرور پولیس سٹیشن لے کر جائے گا۔ شاید بیوی بچے کے مرنے کے بعد اور اپنی حالت کا علم ہو جانے کے بعد وہ اس گناہ کو ساتھ لے کر مرنا نہیں چاہتا تھا۔ ادھر ویڈیو پولیس سٹیشن پہنچی ادھر وہ آدمی مر گیا۔

آج عدالت میں اس کی پیشی تھی۔ عدالت کے سامنے اسکی بے گناہی کا ناقابل تردید ثبوت ویڈیو کی شکل میں موجود تھا۔ لہٰذا اسے باعزت بری کر دیا گیا۔ میں گم صم سا سوچ رہا تھا کہ اللہ ان بندوں کی جو صحیح معنوں میں اس پر ایمان لاتے ہیں ایسے بھی مدد کر سکتا ہے۔ اس کی ہتھکڑیاں کھول دی گئی تھیں ماں روتے ہوئے اس سے لپٹ گئی تھی باپ کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔ آج اس کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔ شاید اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے ان حالات میں تنہا نہیں چھوڑا تھا۔ اور مجھے یاد ہے مجھ سے ملنے کے بعد جب وہ جانے لگا تھا تو میں نے اسے کہا تھا کہ وہ کوئی ایسی بات بتا کر جائے جسے میں ہمیشہ یاد رکھوں۔ تو اس کے الفاظ تھے۔ "اللہ سے بڑھ کر کوئی ہمدرد اور دوست نہیں۔" وہ اب واپس جا رہا تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں آج ہی مسلمان ہوا ہوں۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

مولانا جعفر کو جو آپؒ کے اکابر اصحاب میں سے تھے کو حکم دیا کہ خانقاہ کے دروازے کے برج میں جاکر مراقبہ کریں۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور مراقبہ شروع کردیا۔ ان حضرات نے مراقبے میں ایک بڑا لشکر دیکھا جس کا مقابلہ ایک اور بڑا لشکر کررہا ہے جس کا ہر سپاہی حضرت خواجہ احرارؒ کا ہم شکل ہے۔

ادھر مرزا سلطان محمود جب میدان میں اُترا تو اس کا مقابلہ مرزا سلطان احمد کے مٹھی بھر سپاہیوں نے اس بے جگری سے کیا کہ سپاہی خود کہتے تھے کہ ہمیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہم سب کے ساتھ کوئی ایک مددگار بھی لڑرہا ہے۔ مرزا سلطان محمود اپنے تیر کمانوں اور امیروں کی جماعت کے ساتھ ایک تالاب کے کنارے کھڑا تھا' ناگاہ تالاب کی بالائی زمین کا ایک حصہ پھٹ گیا اور ایک دھماکہ ہوا جس سے چار سو سوار زمین کے اندر دھنس کے مرگئے۔ ابھی یہ آفت ذرا رُکی ہی تھی کہ اچانک زور کی آندھی چلی جس نے گردوغبار کا ایسا طوفان اُٹھایا کہ سارا لشکر پریشان ہوگیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان محمود کو شکست ہوئی اور مرزا سلطان احمد اور شہر کے دیگر لوگوں نے پانچ کوس تک اس کے لشکر کا تعاقب کیا اور بہت سا سامان' گھوڑے اور مال غنیمت لے آئے' یوں خواجہ احرارؒ کے ہاتھوں تیمور کے خاندان کے متعدد بادشاہوں نے فیض و کمال حاصل کیا۔

حضرت خواجہؒ کا ایک خادم سمرقند جانے لگا تو آپؒ نے اسکو فرمایا ''اے عزیز سمرقند سے ہمارے لئے چند ڈبے شہد لیتے آنا۔'' وہ خادم سمرقند سے واپسی پر کئی ڈبے شہد بھرے سربمہر کرکے لایا۔ راستے میں ایک بزاز جو اس کا دوست تھا اس کی دکان پر وہ ٹھہر گیا۔ دکان پر اس کی ملاقات ایک زن بازاری سے ہوگئی۔ اس شخص نے حرام کاری کی نیت سے اس عورت سے بات چیت کی لیکن وہ اپنا مقصد نہ پاسکا اور واپس اپنے سفر پر روانہ ہوا۔ جب حضرت خواجہؒ کی خدمت میں پہنچا اور شہد کے ڈبے پیش کیے۔ آپؒ نے ڈبوں کو کھولے بغیر کہا۔

''اے کم بخت میں نے تو تمہیں شہد لانے کو کہا تھا تُو شراب لے آیا ہے۔'' خادم نے عرض کی ''حضرت میں تو شہد لایا ہوں۔''

آپؒ نے ڈبے کھولنے کا حکم دیا تو ہر ڈبے میں شہد کے بجائے شراب تھی۔

حضرت خواجہ احرارؒ کے اوائل جوانی کا ایک واقعہ ہے جو کرامت کے زمرے میں آتا ہے۔ آپؒ ایک دفعہ مولانا سعد الدین کاشغریؒ کے سات ہرات میں سیر کررہے تھے کہ آپؒ نے دیکھا پہلوانوں کا دنگل ہورہا ہے۔ آپؒ بھی کشتی دیکھنے لگے۔ اس دوران آپؒ جس پہلوان کی طرف دیکھتے تھے یا توجہ فرماتے تھے وہ جیت جاتا تھا اور جو آپؒ کی نظر التفات سے محروم رہتا وہ ہار جاتا تھا۔

مولانا زادہ فرکتیؒ مولانا نظام الدینؒ کے مرید تھے جو اپنے مرشد کے وصال کے بعد حضرت خواجہ احرارؒ کی خدمت میں آگئے' وہ بیان فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے' سردیوں کے دن تھے' میں اور خواجہ احرارؒ کسی گاؤں میں جارہے تھے۔ سردیوں کے دن چھوٹے ہوتے ہیں' عصر کی نماز تک ہم نے بمشکل آدھا سفر طے کیا۔ شام ہونے کو آگئی مگر ابھی ہم منزل سے بہت دُور تھے۔ میرے دل میں خیال ہوا کہ سردیوں کے اس موسم میں اگر رات راستے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

میں آ گئی تو کیا ہوگا۔ ابھی یہ خیال میرے دل میں ہی تھا کہ خواجہ صاحب نے فرمایا۔

''مولانا اپنی گھوڑی تیز دوڑاؤ' ہوسکتا ہے خدا ہمیں منزل پر پہنچادے۔''

حضرت کے کہنے سے میں نے اپنی گھوڑی کی رفتار اور تیز کردی۔ میں گھوڑی بھی دوڑا رہا تھا اور بار بار میری نگاہ ڈوبتے سورج کی ٹکیہ پر بھی تھی۔ میں بار بار محسوس کررہا تھا کہ سورج کی ٹکیہ ایک جگہ یوں جمی ہوئی تھی جیسے کسی نے اس کے اندر کوئی میخ گاڑ رکھی ہو اور سورج مسلسل افق پر ٹھہرا ہوا ہے۔

آخر ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے اور ابھی ہم گاؤں کے اندر پہنچے ہی ہوں گے کہ سورج مکمل طور پر غروب ہوگیا اور اتنے میں عشاء کی اذانیں ہونے لگیں۔ میں بہت حیران تھا کہ سورج کی ٹکیہ کا مسلسل اٹکے رہنا' سورج غروب ہوتے ہی عشاء کی اذان ہوجانا چہ معنی دارد؟ میری حیرانی دیکھ کر حضرت خواجہؒ فرمانے لگے ''میاں حیرانی کی کیا بات ہے؟ تم پریشان تھے میں نے اللہ سے گزارش کی' اے اللہ ہمیں غروب آفتاب سے پہلے منزل پر پہنچا دے۔ خدا نے میری التجا قبول کرلی اور سورج کو تب غروب کیا جب ہم منزل پر پہنچ گئے۔ اوقات کے مطابق سورج کو غروب ہوئے اتنا وقت گزر چکا تھا اس لئے عشاء کی اذانیں ہونے لگیں۔ وہ تو حق تعالیٰ نے ہماری خواہش کے لئے سورج کو دیر سے غروب کیا۔''

ایک مرتبہ ایک شخص کا ایک غلام گم ہوگیا۔ اس نے اسکو ہر جگہ تلاش کیا مگر کوشش بسیار کے باوجود غلام نہ مل سکا۔ وہ شخص حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مسئلہ بیان کیا۔ آپؒ نے اس کو ایک گاؤں کا نام لے کر فرمایا ''فلاں گاؤں سے اپنے غلام کو تلاش کرو۔'' اس شخص نے کہا ''حضرت وہاں سے تو میں کئی مرتبہ بے نیل مرام واپس آچکا ہوں۔'' آپؒ نے فرمایا ''تب تم اپنی مرضی سے وہاں گئے تھے اب خدا کی مرضی اور حکم سے وہاں جاؤ۔'' وہ شخص حضرت کے بتائے ہوئے گاؤں میں گیا۔ ابھی چند ہی میل چلا تھا کہ اس نے دیکھا اس کا غلام سر پر گھڑا اٹھائے کھڑا ہے۔ اس شخص نے غلام کو فوراً پکڑ لیا اور پوچھا ''اے غلام تُو اب تک کہاں تھا؟'' غلام نے عرض کیا ''اے آقا میں ایک روز آپ کے گھر سے نکل رہا تھا کہ ایک شخص مجھے بہکا کر خوارزم لے گیا اور وہاں مجھے فروخت کردیا۔ میں خوارزم میں اپنے نئے مالک کے لئے دریا سے پانی بھر کر لارہا تھا کہ اچانک آپ کو سامنے دیکھا اور اب حیران ہوں کہ میں خوارزم سے سمرقند کیسے پہنچ گیا۔

وہ شخص اپنے غلام سمیت حضرت خواجہ احرارؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری بات سنائی۔ آپؒ نے اس شخص کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا ''اے شخص اب تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تُو اس غلام کو آزاد کردے۔''

اس شخص نے آپؒ کے حکم کو تسلیم کیا اور اپنے غلام کو آزاد کردیا۔

حضرت خواجہ احرارؒ نے نوے سال سے چند ماہ کم عمر پائی اور بروز شنبہ 29 ربیع الاول 895ھ میں واصل حق ہوئے۔ آپؒ کا مزار پروقار سمرقند میں آج بھی زیارت گاہ عام وخاص ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM www.pakistanipoint.com

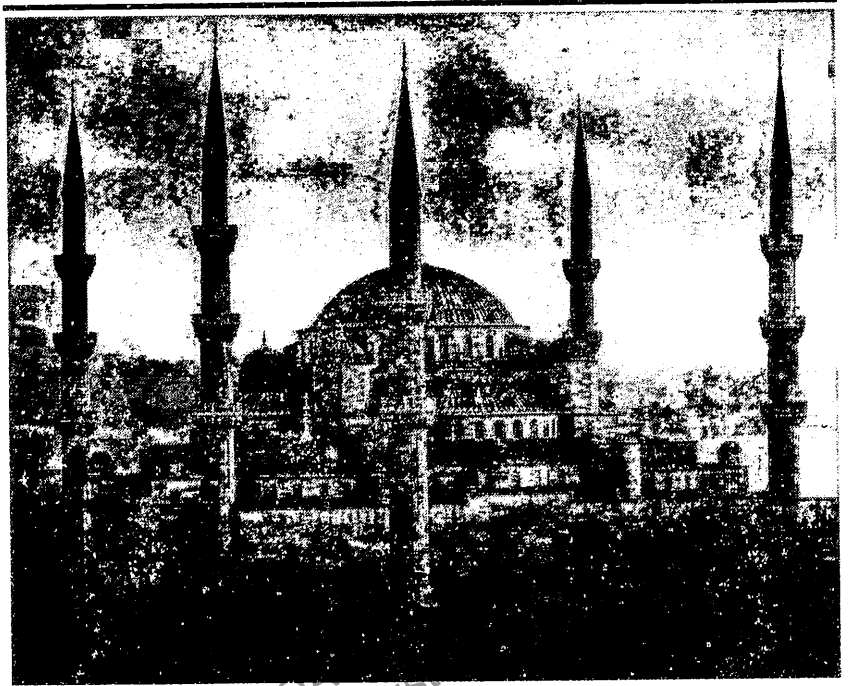

WAQAR
www.paksi

جمال میرا ہے

محمد بلال رضوی

کہنے والے کہتے ہیں کہ یہ جملہ سُن کر جمال ہانسویؒ کو ہوش تو آ گیا لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ حضرت جمال ہانسویؒ بابا فریدؒ کے چہرے کو جلال کی وجہ سے دیکھ بھی نہیں پا رہے تھے۔ اب وہ جانا نہیں چاہتے تھے لیکن اب رُکنے کیلئے فضا سازگار نہیں تھی۔

ایک صاحب کمال بزرگ کی رُوداد جنہیں ایک انتہائی کڑی اور صبر آزما آزمائش سے گزرنا پڑا!

''ہاں تو عمران میاں! ہم نے تم سے اپنی پہلی ملاقات میں جمال ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق استفسار کیا تھا' کیا تم جاننا چاہتے ہو کہ جمال ہانسویؒ کون تھے؟''

''جی حضور میں ضرور اس ہستی کے متعلق جاننا چاہوں گا جن کی زندگی کا عکس میری کہانی میں آپ کو نظر آیا ہے۔'' عمران نے سعادت مندی سے بابا صابر کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو بیٹا سنو! جمال ہانسویؒ صرف ایک بزرگ ہستی کا نام ہی نہیں ہے بلکہ جمال ہانسویؒ کی زندگی

ٹچ سکرین کا استعمال بچوں کیلئے خطرناک

ایک نئی تحقیق کے مطابق یہ بات سامنے آئی ہے کہ ٹچ سکرین کا استعمال بچوں میں لکھنے اور بولنے کی صلاحیت کو متاثر کر سکتا ہے۔ایک نئی تحقیق کے مطابق یہ بات سامنے آئی ہے کہ ٹچ سکرین کا استعمال بچوں میں لکھنے اور بولنے کی صلاحیت کو متاثر کر سکتا ہے۔یعنی اگر کوئی تعلیمی ایپلی کیشن یا کچھ سیکھنے سکھانے والی گیمز بھی ہوں، وہ بھی بچوں کی تخلیقی صلاحیتوں میں اضافہ نہیں کر سکتے۔اس لئے ماہرین کا کہنا ہے کہ جدید ٹیکنالوجی کے بارے میں بچوں کو بتائیں ضرور لیکن ان کے جسمانی کھیل کود پر زیادہ توجہ دیں۔

قیامت تک آنے والے عاشقوں کے لئے ایک درس و تاریخ ہے۔ یہ ایک صاحب کمال بزرگ تھے جو انتہائی حسین چہرے کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ علم و فضل کا شاہکار بھی تھے اور زمانے کے مشہور ولی حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے خاص اور چہیتے مرید بھی تھے۔ لیکن جمال ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک نادانستہ لغزش نے انہیں زمانے والوں کی نگاہ میں ایک عرصہ تک گمنام بنا ڈالا تھا۔

یہ ریاست ہانسی کے ایسے عالم تھے جن کا خطاب سننے کیلئے لوگوں کے دل بے چین رہا کرتے تھے اور ان کے پاس علم کی دولت کے ساتھ ساتھ دنیاوی متاع کی بھی کوئی کمی نہ تھی۔لیکن جب جمال ہانسویؒ کی پہلی نظر شہزادہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ پر پڑی تو اپنا سب کچھ بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں پر نچھاور کر ڈالا اور عشق و ادب کی منزلیں اتنی سرعت سے طے کر ڈالیں کہ بہت جلد بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کے ایسے منظور نظر بن گئے کہ بابا صاحب جب کسی کے سر پر ولایت کا تاج سجانا چاہتے تو یوں ارشاد فرماتے کہ ''پہلے ہانسی جا کر جمال سے مہر لگوا کر آؤ'' اور ''جمال میرا ہے' جمال میرا ہے۔'' کی صدا بابا صاحب کی زبان سے اتنی مرتبہ بلند ہوئیں کہ لوگ جمال ہانسویؒ کی زندگی پر رشک کرنے لگے اور حاسدین کی نگاہوں کے سامنے اندھیرا پھیلنے لگا۔یہاں تک کہ جمال ہانسویؒ کے سر پر امتحان کی گھڑی آ پہنچی۔''

''امتحان کی گھڑی؟'' عمران نے بابا صاحب کے خاموش ہوتے ہی تعجب سے پوچھا۔

''ہاں بیٹا امتحان کی گھڑی۔ جس کی وجہ سے ایک معشوق طالب اپنے حقیقی عاشق کی جدائی کا شکار ہو گیا۔''

''آخر ایسا کیا واقعہ ہو گیا تھا؟'' عمران نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے استفسار کیا..... ''بتا رہا ہوں بیٹا ذرا صبر سے تو کام لو۔'' کچھ لمحے توقف کے بعد بابا صابر صاحب نے ایک مرتبہ پھر گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''جیسا کہ میں نے ابھی بتایا تھا کہ حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہوں میں جمال ہانسویؒ اپنے اخلاص و ادب کی وجہ سے ایک خاص مقام حاصل کر چکے تھے جس کی وجہ سے بابا صاحب اکثر یہی کہتے سنائی دیتے تھے کہ جمال میرا ہے' ایک مرشد کریم کی اپنے ایک خاص مرید پر نظر کرم کا فیضان جاری تھا کہ اک دن سلسلہ سہروردیہ کے پیشوا حضرت بہاؤالدین ذکریاؒ کی نگاہ حضرت جمال ہانسویؒ پر پڑ گئی اور حضرت جمال ہانسویؒ کے کردار سے حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ ایسے متاثر ہوئے کہ حضرت

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

بہاؤالدین ذکریاؒ نے بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ سے اپنے تمام مریدوں اور خلفاء کے بدلے میں جمال ہانسویؒ کو مانگ لیا۔ جس کے جواب میں بابا فریدؒ نے ارشاد فرمایا کہ ”قیمت تو جنس کی وصول کی جاتی ہے جبکہ جمال کوئی شئے نہیں بلکہ میرا جمال (حسن) ہیں اور بھلا کوئی اپنا جمال بھی کسی کو بیچتا ہے۔“

بات بظاہر آئی گئی ہوگئی تھی لیکن جمال ہانسویؒ کے کردار نے شاہ سہرورد کو ایسا متاثر کیا تھا کہ کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت بہاؤالدین رحمتہ اللہ علیہ نے بذریعہ خط پھر اپنی اسی خواہش کا اظہار کر ڈالا۔ البتہ اس مرتبہ ہمیشہ کیلئے نہ سہی عارضی طور پر ملتان بھیجنے کی درخواست کی گئی تھی۔ بابا فریدؒ نے پھر وہی جواب دیا کہ ”جمال صرف میرا ہے اور ہمیشہ میرا ہی رہے گا۔“ اس طرح شاہ سہرورد نے تین مرتبہ اپنی خواہش کا اظہار فرمایا لیکن حضرت بابا فریدؒ چند دن کجا ایک لمحے کیلئے بھی جمال ہانسویؒ کو خود سے جدا کرنے کیلئے راضی نہیں تھے۔

اس کے بعد تاریخ یہی بتاتی ہے کہ بظاہر شاہ سہرورد نے خاموشی اختیار فرمالی۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آپؒ نے اپنے روحانی تصرف سے دھیرے دھیرے جمال ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ کے قلب کو اپنی محبت میں وارفتہ کردیا۔ چنانچہ ایک دن خود ہی جمال ہانسویؒ نے حضرت بہاؤالدین ذکریا رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے کیلئے ملتان جانے کی خواہش کا اظہار کر ڈالا۔ حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرید خاص کو ٹالتے رہے لیکن جمال ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ کا خود پر بس ہی کہاں تھا اس لئے وہ مرشد کریم کے چہرے پر پیدا ہونے والی ناراضگی کو دیکھ ہی نہ پائے جو لمحہ بہ لمحہ بڑھتی ہی چلی جارہی تھی۔ جمال ہانسویؒ بار بار ایک ہی رٹ لگائے جارہے تھے کہ مجھے ہر حال میں ملتان جانا ہے۔ اب ایک طرف حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کئی بار شاہ سہرورد کو اپنی روحانی اولاد کیلئے کورا سا جواب دے چکے تھے تو دوسری طرف وہی دلبر پسر خود ملتان جانے کی ضد کیے بیٹھا تھا۔ جمال ہانسویؒ کی بار بار کی تکرار رنگ لائی اور حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ نے غیض کی حالت میں جمال ہانسویؒ کو اپنے دربار سے یہ کہہ کر نکل جانے کا حکم صادر فرمادیا کہ ”اگر تمہاری یہی ضد ہے تو ابھی اور اسی وقت میری نظروں سے ہمیشہ کیلئے دُور ہوجاؤ۔“

کہنے والے کہتے ہیں کہ قہر سے ماموریہ جملہ سُن کر جمال ہانسویؒ کو ہوش تو آگیا لیکن اب بہت دیر ہوچکی تھی۔ حضرت جمال ہانسویؒ بابا فریدؒ کے چہرے کو جلال کی وجہ سے دیکھ بھی نہیں پارہے تھے۔ اب وہ جانا نہیں چاہتے تھے لیکن اب رُکنے کیلئے فضا سازگار نہیں تھی۔ کہنے والے تو یہ بھی کہتے ہیں کہ بابا فریدؒ کی ناراضگی کے بعد حضرت جمال ہانسویؒ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا تھا جیسے کسی دلہن کے چہرے کی دلکشی اسے دوسرے ہی دن گھر سے نکال دیئے جانے پر چھن جاتی ہے۔

بہرحال یہ کسی دنیاوی بادشاہ کی ناراضگی کا معاملہ نہیں تھا جو یہ معاملہ اتنی آسانی سے ٹل جاتا یہ تو خواجہ خواجگان کے شہزادے کی ناراضگی تھی جس نے جمال ہانسویؒ سے صرف ظاہری آب و تاب ہی نہیں چھین لی تھی بلکہ جمال ہانسویؒ اپنا ہوش و خرد بھی معتوب ہوکر کھو چکے تھے۔ تاریخ کے اوراق ہمیں یہی بتاتے ہیں کہ جمال ہانسویؒ دربار فریدؒ سے نکال دیئے جانے کے بعد کئی ماہ و سال تک زخم زخم جسم لئے بیابانوں میں دیوانوں کی طرح مارے مارے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

پھرتے رہے اور انہیں حالت دیوانگی میں اپنے زخموں سے رستے خون کی بھی خبر نہیں ہو پاتی تھی۔ کئی مریدین نے بابا فریدؒ کی خدمت میں جمال ہانسویؒ کا حال زار بیان کرنے کا سوچا لیکن بابا صاحب کے جلالی چہرے پر نگاہ پڑتے ہی ان کی یہ آرزو دل میں ہی دم توڑ جاتی۔

دوسری طرف بابا فریدؒ بھی جمال ہانسویؒ کے چلے جانے کے بعد ہر وقت افسردہ دکھائی دینے لگے تھے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی کہ جس جمال پر بابا صاحب نے اتنا ناز کیا تھا' جسے بابا فرید اپنا جمال کہتے رہے تھے وہی جمال خود رخصت لے کر دربار فرید سے نکل کر در در کی ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ حالانکہ بظاہر ٹھوکر جمال ہانسویؒ کھا رہے تھے لیکن ہر ٹھوکر کی چوٹ بابا صاحب کے دل پر ثبت ہو رہی تھی۔"

اتنا واقعہ سنا کر بابا صابر کی آواز رندھ گئی اور وہ اپنے دامن سے اپنی بہتی آنکھوں کو خشک کرنے لگے۔ عمران بھی اس واقعہ سے آبدیدہ ہو چکا تھا لیکن اس کی نم آنکھوں کی روانی سے زیادہ اس کا دل اس کہانی کے انجام کیلئے متجسس تھا۔ تھوڑی دیر انتظار کے بعد عمران نے بابا صابر سے بڑی بے چینی سے استفسار کیا "کیا پھر حضرت جمال ہانسویؒ کبھی بابا فرید سے نہیں ملے؟"

عمران کے استفسار پر بابا صابر صاحب نے اپنی حالت پر قابو پاتے ہوئے کہانی دوبارہ سنانی شروع کردی۔ "جب کافی عرصہ گزر گیا تب ایک دن جمال ہانسویؒ کے ایک تاجر پیر بھائی کی ملاقات جمال ہانسویؒ سے ہوگئی۔ اس نے جمال ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ کی خطابت بھی سنی ہوئی تھی اور دربار فریدؒ میں جمال ہانسویؒ کا مرتبہ بھی دیکھ رکھا تھا۔ تمام ماجرا جمال ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی سُن کر وہ تاجر بہت دیر تک روتا رہا اور اس نے اپنے دل میں ایک فیصلہ کرلیا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ آج

تدبر کی کرنیں

جب کوئی شاعر و ادیب قلم اُٹھاتے ہیں تو پہلے تدبر اور فکر کی مشعل روشن کرتے ہیں اس میں خون کی سیاہی بھرتے ہیں اور روح کی للکار دیکھتے ہیں یہ محض قلم کی ایک لکھائی نہیں ہوتی بلکہ تدبر کی ایک دنیا ہوتی ہے جسے وہ ایجاد کرتے ہیں۔ جس تحریر میں روح کی التجا نہ ہو وہ محض الفاظ کا مجموعہ ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ شاعری پر کبھی زوال نہیں آسکتا لیکن شاعری کے انداز میں زوال آچکا ہے۔ علامہ اقبالؒ کے کلام کو منظر عام پہ آئے ہوئے کافی عرصہ بیت گیا لیکن وہ روح کی آواز تھی وہ آج بھی تازہ ہے اس کی تاثیر آج بھی قائم ہے۔

وہ الگ بات ہے کچھ لوگوں نے شاعری کا رُخ عورت کی ذات کی طرف موڑ دیا۔ اُن کی شاعری صرف عورت کی ذات کا طواف کرتی رہی۔ محبت کے رشتے کو بس عورت مرد کی محبت سے جوڑ دیا۔

(مرسلہ: انعم سلمان۔ حافظ آباد)

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

اپنے روٹھے ہوئے مرشد کریم کو جمال ہانسویؒ کیلئے منا کر ہی دم لے گا۔

چنانچہ جب یہ تاجر مرید بابا صاحب کی محفل میں پہنچ گیا تب جمال ہانسویؒ کی حالت نے زاروقطار اسے سسکنے پر مجبور کردیا۔ بابا صاحب نے جب اس تاجر مرید کو یوں بلکتے ہوئے دیکھا تو اس کے غم کا مداوا کرنے کیلئے اسے اپنے سینے سے لگا کر رونے کی وجہ دریافت کی۔ تب اس نے روتے روتے جمال ہانسویؒ کی بربادی کی تمام داستان ہچکیاں لے لے کر بابا صاحب کے گوش گزار کردی۔ ایک مدت کے بعد دربار فریدؒ میں آج کسی کو ہمت ہوئی تھی کہ جمال ہانسویؒ کا تذکرہ بابا صاحب کے سامنے پیش کرے۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ نافرمان جمال کا تذکرہ سن کر بابا فریدؒ پھر سے ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمائیں گے لیکن بابا فریدؒ کے رخساروں پر بہتے آنسو اور زباں پر جاری یہ کلمہ کہ جمال کے چلے جانے کے بعد چین تو ہمارے دل کو بھی ایک لمحے کیلئے کہاں میسر آیا ہے۔ کچھ اور ہی کہانی بیان کررہے تھے۔ تاجر نے بابا صاحب کو مغموم دیکھ کر جمال ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ کیلئے معافی طلب کی جس کے جواب میں بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ نے جمال ہانسوی کیلئے معافی کا اعلان کرتے ہوئے انہیں اپنے آستانے پر لائے جانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

جب جمال ہانسویؒ اپنے زخمی جسم سے بہتے ہوئے خون کیساتھ بابا فریدؒ کی خدمت میں ندامت سے سر جھکائے حاضر ہوئے تو بابا فریدؒ اپنے روحانی فرزند کی ابتر حالت دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے، جس کے تمام بدن پر زخموں کے نشان سجے ہوئے تھے اور چہرے کی رونق کو زمانے کی دھوپ نے جھلسا کر رکھ دیا تھا۔ وہ چہرہ جسے دیکھ کر بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار نمودار ہوجایا کرتے تھے۔ آج اسی چہرے پر اتنی دھول پڑی تھی کہ بظاہر جمال ہانسویؒ پہچانے بھی نہیں جارہے تھے۔ بابا فریدؒ نے خود آگے بڑھ کر اپنے چہیتے روحانی پسر کو اپنے سینے سے یہ کہہ کر لگایا کہ ”کیا ہم نے یہ حال بنانے کیلئے تم کو خود سے جدا کرنے کی صعوبت برداشت کی تھی؟“

کافی لمحے یونہی جمال ہانسویؒ بابا صاحب کے سینے پر سر رکھ کر اپنی بھول کی معافی مانگتے رہے اور بابا صاحب نے تمام دربار میں اعلان فرما دیا کہ ”آج صرف ہمارا جمال واپس نہیں آیا بلکہ قطب عالم واپس آگیا ہے۔“

اب عمران کو سمجھ آرہا تھا کہ کیوں بابا صابر اسے حضرت جمال ہانسویؒ کا عکس قرار فرمارہے تھے۔ عمران کی آنکھیں جہاں اس غم ناک واقعہ سے بھیگ رہی تھیں اس کا دل اپنے مرشد کریم کی یاد میں مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا تھا۔ عمران نے بھیگی پلکوں سے بابا صابر کی جانب جونہی دیکھا تو بابا صابر نے بھرائی ہوئی آواز میں عمران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ”بیٹا دل کی بات سنو اور ہمیشہ دل کی ہی ماننی چاہئے۔ ارے تُو ایک پری کیلئے جو قیمت دینے کو تیار ہوگیا ہے اگر اپنے مرشد کی عظمت کو جان لیتا تو ایسی ہزار پریاں ان کے قدموں پر نثار کردیتا۔“

اس کی الفت کا مزہ سب سے الگ سب سے جدا
جیسے سورج کی تپش روکتی ہے کوئی ردا
جیسے ساقی نے پلائی کسی تشنہ کو شراب
جیسے ٹل جائے کسی عاصی کے سر پہ سے عذاب

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

پگڈنڈی

نوشابہ اختر

(قسط:6)

رشتوں کی ڈور انسان کو جینے کی قوت عطا کرتی ہے اور اس سے بندھ کر ہم خود کو زندگی کے جھمیلوں میں مصروف کر لیتے ہیں گویا ہمیں قدرت نے زندگی کے تمام مسائل کا حل تلاش کرنے کا سہارا فراہم کر دیا ہو۔ لیکن بعض اوقات یہی ڈور اُلجھ جاتی ہے اور سفر زیست انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر انسان اپنے رشتوں کی تلاش میں سرگرداں رہ جاتا ہے۔ نوشابہ اختر کا نام اب سیارہ ڈائجسٹ کے قارئین کے لیے جانا پہچانا نام ہے' اُن کی کہانیوں میں رشتوں کے بندھن اور اُن سے بندھے انسانوں کا احوال اس قدر پُراثر انداز میں سامنے آتا ہے کہ قاری خود کو کہانی کا کردار تصور کرنے لگتا ہے اور اسی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے جس میں کردار کو دکھایا گیا ہوتا ہے۔ زیر نظر ناول بھی ایسے ہی کرداروں پر مبنی ہے جو ہمیں اپنے آس پاس اور دیکھے بھالے معلوم ہوتے ہیں۔ اس کا بنیادی خیال بھی ایسا ہے کہ لگتا ہے یہ ہماری ہی کہانی ہے۔

''پگڈنڈی'' میں جذبات و احساسات کی اس خوبصورتی سے ترجمانی کی گئی ہے کہ بے اختیار جی چاہتا ہے کہانی کو پڑھتے ہی جائیں اور جب تک ناول مکمل نہ ہو جائے وقفہ نہ آنے پائے۔ یہی ایک اچھے ناول کی خوبی ہوتی ہے کہ وہ قاری کو اپنے سحر میں مبتلا کر دے اور پڑھنے والا اُس کی اگلی قسط کے انتظار میں رہے۔ نوشابہ اختر کا یہ یادگار ناول آپ کو یقیناً پسند آئے گا' اپنی رائے سے ہمیں ضرور آگاہ کریں!

(ایڈیٹر)

''میری تھکاوٹ کا تم بالکل نہ سوچو مانی..... یہ بتاؤ کیا تم اس شخص کو دل سے قبول کر رہی ہو؟''

''دل کی بات تو بہت بعد کی ہے پھوپھو..... کئی سال سے لگا ہوا نفرتوں کا پودا یوں ایک لمحے میں تو جڑ سے اکھڑ نہیں سکتا نا۔ اب یہ تو اسی انسان پر منحصر ہے کہ وہ اپنے سلوک سے اس پودے کو اکھاڑ پھینکے یا مضبوط کر دے۔''

اتنی جلدی وہ ہتھیار ڈال دے گی مجھے یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

''تم نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے نا مونا..... یہ زندگی بھر کے لئے ایک راہ ہے جو تم اس سے چن رہی ہو میری جان۔ اگر تمہاری اپنی کوئی پسند ہے تو مجھے بتا دو۔ بھیا کو میں خود منا لوں گی.....''

''نہیں پھوپھو..... میری کوئی پسند نہیں..... آج تک کسی مرد کو میں نے اس نظر سے دیکھا ہی نہیں۔ میں نے کبھی سوچا ہی نہیں کہ مجھے بھی شادی کرنا ہے۔ میں تو ان سب کو کھلونا بنا کر ان سے کھیل رہی ہوں اور..... اور اس کھیل میں

مجھے لطف آتا ہے..... اس لئے کہ..... مجھے یوں لگتا ہے میں اپنی بے گناہ ماں کا بدلہ ان سے لے رہی ہوں.....''

''لیکن اب تو تمہیں اپنے نظریات کو بدلنا پڑے گا مانی۔ کسی کو رفیق زندگی بنانے سے پہلے اس ماحول کے مطابق چلنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا بھی تو ضروری ہے نا.....'' میں نے اسے سمجھایا..... تو وہ مسکرادی۔

''وہ سب بھی کرلوں گی پھوپھو..... وقت تو آجانے دیجئے .....'' اس نے وقت دیکھا اور مسکراتے ہوئے میری آنکھوں پر اپنی نرم نرم انگلیاں رکھ دیں۔

''سوجایئے..... ورنہ..... ورنہ وہ ڈاکٹر سچ مچ مجھے مار بیٹھے گا..... اور پھر..... شاید اپنی طرف سے کوئی نرس ڈیوٹی پر لگا کر میرا یہاں داخلہ بھی بند کردے..... پھر..... کہیں میں اپنی پھوپھو کو دیکھنے کے لئے ترس ہی نہ جاؤں۔''

میں مسکرادی اور اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیکر آنکھیں بند کرکے سوچتی رہی۔ آخر وہ اتنی جلدی کیسے مان گئی ہے۔ صبح تک تو روتے روتے بے دم ہوئی جارہی تھی۔ چند روز بعد ہی کراچی سے اشعر اس کی امی اور دو بہنیں آگئیں۔ بھیا خوش تھے مونا نے ان کی رضا پر سر جھکا دیا تھا اور مونا' اس کے دلی جذبات کا صحیح اندازہ بھی کسی کو بھی نہ ہو سکا۔ اب میں دعویٰ کیسے کرلوں کہ میں اس کے جذبات سمجھ رہی تھی۔

بات پکی ہوگئی اور منگنی کی تاریخ مقرر کردی گئی۔ میری بیماری اتنی غیر یقینی سی تھی کہ میرے ٹھیک ہونے کا انتظار کرنا بات کو بہت دُور ڈال دینا تھا۔ مجھے یہ افسوس تو ضرور تھا کہ میں اس مبارک موقع پر ہسپتال میں لاچار و مجبور پڑی تھی لیکن کیا کرسکتی تھی۔ رخشی کے سپرد سارا کام کرکے میں صرف سننے والوں میں شامل ہوگئی اور وہ دونوں دوپہر' شام مجھے ساری خبریں سنا جاتیں۔

مونا کی منگنی کی خبر آگ کی طرح تیزی سے چاروں طرف پھیل گئی۔

میں اس صبح کمرے میں تنہا ہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے رخشی مونا کو لے کر چلی گئی تھی۔ اس سے دوسرے روز منگنی کی رسم باقاعدہ ادا کی جانے والی تھی۔ میں یہی سوچ رہی تھی کہ مونا دلہن بن کے کیسی لگے گی کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور پھر پردوں کے پیچھے سے ڈاکٹر عماد کا سراپا اُبھرا۔ ''کیا سوچ رہی ہیں آپ؟'' انہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا ''یقیناً یہی سوچ رہی ہوں گی کہ کل گھر میں اتنا ہنگامہ ہوگا اور میں یہاں لیٹ کر اس کے متعلق صرف سوچ سکوں گی۔''

''آپ تو دلوں کے حال جاننے لگے ڈاکٹر! بالکل یہی میں سوچ رہی تھی۔ دراصل..... آپ نہیں جانتے مونا مجھے کتنی عزیز ہے۔ میری دن رات کی دعاؤں سے یہ لمحات آئے ہیں..... لیکن میں دیکھ نہیں سکوں گی..... اور..... اور وہ پاگل سی لڑکی..... اس چیز کا بڑا اثر لے گی ڈاکٹر.....'' ڈاکٹر عماد کرسی پر بیٹھ گئے۔

''آپ اتنی آزردہ کیوں ہوتی ہیں راضیہ! میں نے کل اس وقت کے لئے آپ کو گھر بھیجنے کا انتظام کردیا ہے۔ لیکن آپ اس شرط اور وعدہ کے ساتھ جائیں گی کہ جہاں آپ کو ایک بار لٹایا جائے گا وہاں سے آپ خود نہیں ہلیں گی۔ اسی وقت آپ کو ہلایا جائے گا جب واپس ہسپتال لانا ہوگا.....''

''اوہ ڈاکٹر آپ کتنے اچھے ہیں۔''

وہ ذرا سا مسکرایا۔

''یہ میرا اخلاقی فرض تھا راضیہ! مجھے اس امر کا

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

احساس تو ہے کہ مونا گھر پر آپ کی کمی کو شدت سے محسوس کرے گی لیکن یوں آپ کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ کم از کم مطمئن تو رہے گی۔ اب آپ یوں کیجئے کل شام تک ذرا اپنی قوت ارادی سے کام لے کر زیادہ سنبھل جائیے۔"

"کاش یہ سنبھلنا میرے بس میں ہوتا ڈاکٹر! آپ کو کیا پتہ میں اس بیماری سے کتنا تنگ آچکی ہوں۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ معاملہ یوں بگڑ جائے گا تو میں آپریشن ہی نہ کرواتی۔"

"اوہ گھبرائیے تو نہیں نا، پرسوں ایک بہت بڑے اور ماہر سرجن انگلینڈ سے آرہے ہیں ان سے میں بات کروں گا بس آپ فکر نہ کیا کریں۔"

وہ اُٹھتے ہوئے مسکرادیا "اب تو آپ کو بہت جلد ٹھیک ہوجانا چاہیئے۔ بہت سے کام آپ کو کرنے ہوں گے اور ان کے لئے صحت بہت ضروری ہے۔"

دوسری شام حسب وعدہ ڈاکٹر عماد نے مجھے ایمبولینس میں گھر بھیج دیا۔ دو نرسیں باقاعدہ میرے ساتھ تھیں۔ مونا اسی بات پر اتنی خوش تھی کہ اس موقع پر میں بہرحال گھر تو پہنچ گئی۔ راوینہ سے کتنے روز بعد ملاقات ہوئی۔ اسکا بیٹا خاصا صحت مند اور خوبصورت تھا لیکن وہ خود بہت کمزور ہوگئی تھی بھیا البتہ بہت خوش تھے۔

سوسن یاسمین، روشن بابا، چراغ اور خیر دین سب کے سب بے انتہا مصروف تھے۔ مونا کی کئی سہیلیاں صبح سے ہی آگئی تھیں اور گھر کی آرائش و زیبائش میں لگی ہوئی تھیں۔ تقریباً ایک ماہ بعد میں نے گھر میں قدم رکھا تھا۔

ہر شے بڑی نکھری ہوئی لگ رہی تھی۔

مجھے اس کمرے میں لٹا دیا گیا جہاں ساری رسوم ادا کی جانے والی تھیں۔ مونا بھی وہیں میرے پاس بیٹھ گئی۔ کافی مہمان تھے باہر شامیانوں تلے جن کے بیٹھنے کا انتظام تھا۔ اشعر اور اس کے گھر والے آگئے۔ دیکھنے میں واقعی وہ لوگ قابل تحسین تھے۔ خوب قیمتی قیمتی ملبوسات پہنے اور ڈھیروں زیور کی نمائش کرتی اشعر کی امی اور دونوں بہنیں اندر آگئیں۔ مونا کے لئے منگنی کا بہت قیمتی غرارہ سیٹ اور ہیرے کا زیور تھا اور میک اپ بھی بہت اچھا تھا۔

دلہن بن کے مونا بہت پیاری لگ رہی تھی اور میرے ذہن کے دریچوں میں ہلکا ہلکا سا بھابی کا ہیولیٰ اُبھر رہا تھا جب وہ دلہن بن کے اس گھر میں آئی تھیں۔ آج وہ ہوتیں تو کتنے ارمانوں کے ساتھ بیٹی کی منگنی کرتیں۔ میں سوچ سوچ کر اُداس ہوتی رہی اور آنسوؤں کو چھپانے کی کوشش میں پلکیں جھپکتی رہی۔

اشعر کو انگوٹھی پہنانے کی رسم ادا کرنے کے لئے اندر لایا گیا۔ خاصی وجیہہ شخصیت کا مالک تھا اور چاروں طرف بکھری خوبصورت خوبصورت لباسوں میں ملبوس لڑکیوں کو دیکھ دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ مونا سر جھکائے شرمائی ہوئی بیٹھی تھی۔ ہیرے کی انگوٹھی اشعر نے اس کی انگلی میں پہنائی اور تالیوں کے شور میں مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

کافی دیر تک یہ ہنگامہ جاری رہا اسی اثناء میں ڈاکٹر عماد نے مونا کو فون کیا اور وہ میرے پاس آگئی۔

"ایمبولینس آرہی ہے پھوپھو۔ ڈاکٹر عماد نے کہا ہے کہ اب آپ واپس آجائیے۔ میں بھی ابھی آپ کے ساتھ چلونگی۔"

"ابھی تو سب مہمان گھر پر ہیں مونا، تم بعد میں آجانا۔" میں نے اسے سمجھایا۔

"نہیں...... نہیں پھوپھو...... میرا دل بہت

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

اُداس ہو رہا ہے۔ آپ چلی جائیں گی تو ......

تو......" اس کی آنکھوں میں کتنے سارے آنسو جمع ہو گئے تھے۔

"رونا نہیں میری جان!" میں نے اسے پیار کیا "جاؤ تم کپڑے بدل آؤ اور میرے ساتھ ہی چلو......"

اس کا کوئی پتہ نہیں تھا بعد میں آنسوؤں کے دریا بہانے بیٹھ جاتی۔

اور تھوڑی ہی دیر بعد میں مونا کے ہمراہ پھر ہسپتال میں تھی۔

"آپ نے تکلیف تو محسوس نہیں کی؟۔"

باوجود اس کے کہ اس وقت مجھے ٹانگوں میں ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں میں نے نفی میں گردن ہلا دی۔ "فنکشن کیسا رہا؟ لطف اندوز ہوئیں آپ......؟"

"جی ہاں......"

میں نے دیکھا ڈاکٹر عماد کے چہرے پر دُور...... دُور بہت دُور...... کہیں غم کے سائے لرزاں تھے۔ یوں لگ رہا تھا...... وہ...... ابھی ابھی...... کسی جنازے کو کاندھا دے کر آیا ہے۔

مونا باہر ہی رُک گئی تھی وہ آہستہ سے اندر آئی......ڈاکٹر عماد نے اس کی طرف دیکھا۔

"مبارک ہو مونا......"

"کاہے کی......" اس نے بے نیازی سے سوال کیا۔

"منگنی کی......" ڈاکٹر عماد نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ...... یہ کوئی مبارکباد کے قابل بات نہیں ہے ڈاکٹر عماد......"

اس کا لہجہ خاصا تلخ تھا۔

"اب آپ مکمل ریسٹ کیجئے کہیں پھر تھکاوٹ کی وجہ سے حرارت نہ ہو جائے۔"

اس نے مجھے نصیحت کی اور خدا حافظ کہتا ہوا چلا گیا۔

مونا کھڑکی میں کھڑی باہر آسمان پر درختوں کے پیچھے سے اُبھرتے ہوئے چاند کو دیکھ رہی تھی اور...... درد کی شدت کو دبانے کے لئے میں ہونٹوں کو چبا رہی تھی۔

اشعر کے گھر والوں نے بہت جلد بیاہ کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اور بھیا نے بھی ہاں کر دی۔ بھیا ان دنوں خدا جانے کس دنیا میں رہتے تھے کہ بغیر یہ سوچے سمجھے کہ شادی کی تیاری کرنے والا کوئی نہیں انہوں نے کہہ دیا کہ تین ماہ کے اندر اندر شادی کی تاریخ مقرر کر دی جائے گی۔ راوینہ الگ بیمار تھی بیٹے کی پیدائش کے بعد وہ مسلسل بیمار چلی آ رہی تھی اور مجھے بستر پر پڑے مہینہ ہو چکا تھا۔ جلد سے جلد بھی میں صحت یاب ہو جاتی تو بھی شادی کے اتنے ڈھیروں کام اتنی جلدی نہ کر سکتی لیکن بھیا کو تو یوں لگ رہا تھا جیسے خدانخواستہ مونا کہیں بھاگی جا رہی ہے۔ اور اس خبر کے ساتھ ہی مونا بالکل بجھ گئی۔

اس کی منگنی کے صرف دس روز بعد رخشی کی شادی ہو گئی۔ ان دنوں مونا خاصی مصروف رہی۔ راتیں بھی اس کی وہیں گزرتی تھیں۔ دن میں تھوڑی دیر کے لئے دونوں آ جاتیں۔ رخشی شادی کے بعد یو کے جا رہی تھی اور بچپن کی اس سکھی کی جدائی مونا کے لئے بڑی جان لیوا تھی' دُکھ اور غم سے اس کی آنکھیں ہر وقت نم رہتیں۔

ان دس دنوں میں' میں نے دیکھا ڈاکٹر عماد خاصے سنجیدہ ہو گئے تھے اور یوں لگتا تھا ان کی کوئی بہت قیمتی شے ان سے چھن گئی ہے۔

شادی کے تیسرے روز رخشی اور اس کا میاں جمشید مونا کے ہمراہ مجھے ملنے کے لئے آئے۔ رخشی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

دلہن کے لباس میں ہی تھی اور بڑی شرمائی ہوئی سی خاصی گھبرائی سی لگ رہی تھی۔ جمشید بھی اس کے مقابلے کا تھا دونوں کی جوڑی بڑی خوبصورت تھی۔

اور..... مونا ..... انتہائی اُداس اُداس سی چپ چاپ کھڑی ایک ٹک رخشی کی طرف دیکھے جارہی تھی۔ جانے کہاں سے اتنی حسرتیں' اتنی اُداسیاں..... اور اتنی محرومیاں اس کی آنکھوں میں بھر گئی تھیں کہ میں اس کی طرف دیکھ ہی نہ سکی ''تم بھی بیٹھ جاؤ مونا.....'' میں نے اسے کہا..... تو وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''یہاں سے تم کب جارہی ہو رخشی!''

''کل رات کی فلائٹ سے .....'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''کراچی کتنے روز قیام رہے گا۔''

''تین روز.....''

رخشی کی آنکھوں سے کتنے سارے آنسو نکل کر اس کے آنچل میں جذب ہوگئے۔ جمشید آہستہ سے اُٹھا' ''آپ لوگ باتیں کیجئے میں ذرا ایک دوست سے مل آؤں' ایک گھنٹے تک لوٹ آؤں گا۔''

وہ شاید ہمیں تنہائی میں باتیں کرنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ وہ چلا گیا تو رخشی بھی ذرا سنبھل کر بیٹھ گئی۔

''آنٹی..... بس اب جلدی سے مونا کی شادی کردیجئے..... اپنے گھر چلی جائے گی..... تو یہ ساری پریشانیاں دُور ہوجائیں گی.....''

''کیا محض شادی ان سب دُکھوں کا علاج ہے رخشی! رخشی جو تم یہاں بھی اپنا مشورہ دینے لگ گئیں .....'' اس کا لہجہ خاصا تلخ تھا۔

''ہاں مونا تمہیں پیار کی تشنگی ہے اور جب تمہیں پیار مل جائے گا تو تم سنبھل جاؤ گی۔''

''محض بکواس ہے..... جس شادی کی بنیادیں ہی دولت پر رکھی گئی ہیں ..... وہ میری حسرتوں کا مدفن تو ہوسکتی ہے رخشی! میری خوشیوں کی بنیاد نہیں بن سکتی.....'' اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

''کیا کہہ رہی ہو مونا.....'' میں نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا۔

''وہی جو حقیقت ہے لیکن جس کی اطلاع آپ کو نہیں دی گئی۔ انہیں دولت کی ضرورت ہے اور میرے باپ کو میرے لئے ایک شوہر کی' سودا خاصا اچھا رہے گا.....'' بڑے کڑوے تھے اس کے الفاظ جو میرے احساسات پر بم گراتے چلے گئے۔

''پاگل ہو تم تو مونا..... اور باپ پر شک کرنا تمہاری عادت ہوچکی ہے۔ جب تمہارے نام باپ کی اتنی بہت جائیداد ہے تو وہ تمہارے ہی نام کے ساتھ جائے گی انہیں اس سے فائدہ؟'' رخشی نے اسے بڑے پیار سے سمجھانے کی کوشش کی۔ ''یہ باتیں بے معنی ہیں مونا ڈیئر اصل شے انسان ہوتا ہے اور وہ لوگ خاصے پرخلوص قسم کے لگتے تھے خصوصاً اشعر کی امی.....''

''خلوص کا ملمع بھی تو چڑھایا جاسکتا ہے فریب دینا اس زمانے میں مشکل تو نہیں رہا.....''

''لیکن تمہیں یہ اطلاع کہاں سے ملی مانی..... بھیا تو کل مجھ سے کہہ رہے تھے کہ وہ لوگ جہیز وغیرہ کی بالکل پروا نہیں کررہے اور کہتے ہیں کہ ہمیں جلدی شادی چاہئے کیونکہ اشعر کو شاید نومبر کے شروع میں باہر جانا پڑے۔''

''محض بکواس ہے پھوپھو..... کل میں نے بہت سی باتیں خود ابو کی زبان سے سُنی ہیں۔ ان لوگوں نے بڑی لمبی چوڑی فہرست جہیز کی دی ہے اور کوٹھی اور کار اور نہ جانے کس کس چیز کا مطالبہ کیا ہے۔ میرے لئے ابو کو اس سے زیادہ لالچی انسان نہیں مل سکتا تھا.....؟''

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

جن سسکیوں کو وہ دانتوں تلے دبائے ہوئی تھی ٹوٹ کر بکھر گئیں۔ ''اس سے کہیں بہتر ہے ابو مجھے زہر دے دیں۔ میرا گلا گھونٹ دیں۔ لیکن ..... لیکن اس روحانی اذیت سے بچالیں۔ کیا ..... کیا میں ان کے لئے بوجھ بن گئی ہوں؟ کیا ..... میں اتنی سستی ہوں پھوپھو کہ مجھے سونے چاندی کے ساتھ تول کر وہ دوسروں کے حوالے کریں گے..... کیا ..... میری اپنی کوئی قدر ..... کوئی قیمت نہیں.....؟''

بظاہر اتنی لاپروا اور بے نیاز نظر آنے والی مونا.....اس وقت اتنی گہری باتیں کررہی تھی۔

رخشی نے اُٹھ کر اسے پیار کیا اور پانی پلایا اس کی باتوں کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں تھا سوائے اسے تسلی دینے کے ہم کیا کرسکتے تھے۔

''ابو سے کہہ دیجئے پھوپھو..... مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ میں ایسے لوگوں میں جانے سے پہلے زہر کھالوں گی جن کی نگاہیں دولت کی چمک سے خیرہ ہورہی ہیں۔ کاش ..... کاش آج میری بھی ماں ہوتی۔ میرے جذبات کو پہچاننے والا بھی کوئی ہوتا..... میری خوشیوں کو سمجھنے والی ہستی بھی میرے پاس ہوتی ..... پھوپھو..... مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں پھوپھو.....آپ نے حتی الوسع میری ماں کی کمی کو پورا کیا ہے.....لیکن لیکن آپ بھی تو نا تجربہ کار ہیں پھوپھو..... کاش ..... آپ ہی مجھ سے کئی سال بڑی ہوتیں۔''

اس کی سسکیاں رُکنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ ''مجھے موت کیوں نہیں آجاتی میرے اللہ میرے زندہ رہنے سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں..... میں مر.....''

''مونا.....'' میں نے تڑپ کر اپنا کانپتا ہوا ہاتھ اس کے لبوں پر رکھ دیا۔ ''خدا کے لئے مونا ایسی باتیں نہ کہو۔'' اس نے تڑپ کر اپنے کانپتے' سسکیاں لیتے ہوئے ہونٹ میری پیشانی پر رکھ دیئے۔

''مجھے معاف کردیجئے پھوپھو..... میں بغیر سوچے سمجھے بولتی چلی جاتی ہوں مجھے معاف کردیجئے.....''

اس کے بعد وہ ایک دم سنبھل گئی۔ نرس نے اسی وقت اسے آکر بتایا کہ اس کی کال آئی ہے اور وہ فون اٹینڈ کرنے چلی گئی۔

''یہ کیا ہوگیا رخشی!'' میں نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا۔ ''مجھے تو خود پتہ نہیں آنٹی میں تو صبح ہی لوٹی ہوں اور اس نے میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی۔ بس اُداس اُداس سی تھی اور میں نے یہی سمجھا کہ میرے جانے کی وجہ سے اُداس ہے۔''

''میں بھی تو یہی سمجھ رہی تھی رخشی لیکن بھیا کل شام ہی میرے پاس آئے تھے اور ان لوگوں کی بہت تعریف کررہے تھے۔''

''اب کیا ہوگا آنٹی؟ کیا انکل جانتے بوجھتے ہوئے آگ سے کھیل رہے ہیں؟ کیا وہ سب کچھ دیکھتے ہوئے یہ قدم اٹھا رہے ہیں؟''

''میں تو کچھ سمجھ نہیں سکتی رخشی یہ سب کیا ہے .....میرے تو حواس بھی اُڑ گئے ہیں۔''

اور میرا دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ لگتا تھا ابھی بند ہوجائے گا۔

''میں نے مونا سے کہا ہے وہ میرے ساتھ کراچی چلے۔ شہناز کے ابو کی ٹرانسفر وہیں ہوگئی ہے اور وہ لوگ تقریباً ایک ماہ ہوا ہے وہاں گئے ہیں۔ شہناز آئی ہوئی تھی اور بہت تاکید کرگئی تھی آنے کی۔ اگر آپ اجازت دیں تو۔''

''ہاں' ہاں ضرور اسے لے جاؤ شاید کہیں کچھ بہل جائے۔ مجھے تو یہ سب حالات پاگل بنا دیں

WAQAR AZEEM
www.pakistanipoint.com

گے۔ خدا جانے اس کے اندر کیسا لاوا اُبل رہا ہوگا۔" میں نے انتہائی پریشانی سے کہا۔ "میں اسے سمجھاؤں گی آنٹی ویسے آپ انکل سے سارے حالات پتہ کیجئے بلکہ کہیں اور سے بھی ابھی تو صرف منگنی ہوئی ہے توڑی بھی جاسکتی ہے۔"

اسی وقت مونا واپس آگئی۔ اور بات کا سلسلہ وہیں رُک گیا۔ "مونا آنٹی کہتی ہیں تم بھی کراچی چلی جاؤ چند روز رہ کر آجانا۔"

"نہیں رخشی مجھے وہاں جا کے کیا کرنا ہے پھر پھوپھو اگر ٹھیک ہوتیں تو چلی بھی جاتی۔"

"میں تو اب ٹھیک ہوں مانی۔ تم چلی جاؤ اتنی دیر یاسمین میرے پاس آجائے گی ویسے بھی علاج کے بدلے جانے سے خاصا افاقہ ہے۔"

"نہیں پھوپھو جی نہیں چاہتا آپ کو اس حالت میں چھوڑ کے چلی جاؤں۔"

"پگلی ہو میری حالت کو کیا ہوا ہے اب تو ٹھیک ہوں بس تم ضرور جاؤ۔"

خیر یہ طے ہوگیا کہ وہ رخشی کے ہمراہ کراچی جائے گی اور اس کے بعد چند روز شہناز کے پاس رہ کر لوٹ آئے گی۔ بڑی مشکل سے وہ جانے پر رضامند ہوئی۔

جمشید آگیا تو تھوڑی دیر بعد وہ دونوں چلے گئے۔ مونا کو بھی میں نے کہہ سُن کر گھر بھیج دیا تاکہ وہ جانے کی تیاری کرسکے اور وہاں سے ڈرائیور کو بھیج کے سیٹ بھی ریزرو کروالے۔

دوسرے روز شام کے وقت وہ تینوں پھر مجھ سے ملنے آئے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔

ڈاکٹر جان کے تجویز کردہ علاج سے میری طبیعت بہتر ہوتی جارہی تھی۔ بخار بالکل ختم ہوگیا تھا اور ٹانگوں میں تکلیف بھی روز بروز کم ہوتی جارہی تھی۔

اس روز کے بعد ڈاکٹر عماد نے مونا کے متعلق مجھ سے کوئی بات نہیں کی البتہ وہ چک جو مونا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں پیدا ہوجایا کرتی تھی اب ماند پڑ چکی تھی لیکن وہ ہمیشہ کی طرح مخلص اور مہربان تھا۔ ایسا اخلاص جو مریضوں کو زندگی بخشتا ہے۔ کراچی پہنچ کر مونا نے اپنے پہنچنے کی اطلاع فون پر دے دی تھی اس کے بعد رخشی کی روانگی کی بھی۔

میرا خیال تھا وہ کم از کم پندرہ بیس روز وہاں رہے گی اور وہ بھی اسی ارادے سے گئی تھی۔

تیسرے روز ڈاکٹر عماد نے مونا کو غیر حاضر پاکر پوچھ ہی لیا "مونا کہاں چلی گئی راضیہ؟ تین چار روز سے نظر نہیں آئی؟"

"وہ کراچی گئی ہے ڈاکٹر! رخشی کو سی آف کرنے۔"

"اوہ اچھا بہت دُکھ ہوگا اسے اتنی عزیز دوست کے بچھڑنے کا۔"

"ہاں ڈاکٹر..... یہ تو قدرتی بات ہے۔"

"پیار بھی تو دونوں میں بہت تھا بالکل سگی بہنوں جیسا۔ میرا خیال ہے وہ دونوں بہت بچپن سے ایک ساتھ ہیں۔"

"جی ہاں سکول کے زمانے سے اور میں تو سوچتی ہوں رخشی جیسی اچھی لڑکی کی دوستی نے اسے سنبھالے رکھا ورنہ آپ تو جانتے ہیں اس لڑکی کے بھٹکنے کے لئے کیا کیا اسباب نہ بنے۔"

"ہاں راضیہ میں جانتا ہوں رخشی کا گھرانہ بڑا پُرخلوص قسم کا ہے اور عادل سے دوستی ہونے کی وجہ سے میں اکثر ان کے ہاں جایا کرتا تھا بلکہ یوں کہہ لیجئے کہ اپنے ہاں لائٹ نہ ہونے کی وجہ سے وہیں پڑھائی کرتا تھا۔ ظاہر ہے جس گھر میں اتنا آنا جانا ہو وہاں کے تمام حالات سے شناسائی ہوتی ہے اور اس طرح میں مونا کے اکثر حالات سے باخبر تھا۔" ڈاکٹر

WAQARAZEEM www.pakistanipoint.com

عماد آہستہ آہستہ بول رہے تھے۔

''آپ مونا کے متعلق سب کچھ جان کر کیا سوچتے تھے ڈاکٹر؟'' میں نے بڑا بے تکا سا سوال کر دیا۔

''سوچتا..... سوچتا تو کچھ بھی نہیں تھا راضیہ البتہ اس کی معصوم صورت کو ہمیشہ جی چاہتا تھا..... کہ اس چھوٹی سی لڑکی کو دنیا کے کسی ایسے حصے میں لے جاؤں جہاں یہ سدا مسکراتی رہے۔''

''کیا اب بھی آپ ایسا چاہتے ہیں.....؟''

''اوہ..... میں ..... اب ..... اب تو میرا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا..... بہرحال ..... میری دعا ہمیشہ یہی رہے گی..... کہ وہ سدا خوش رہے..... آپ تو جانتی ہیں راضیہ..... ہم اگر کسی کو بہن بھائی بنا بھی لیں ..... تو بھی ..... دوسرے لوگ جینے نہیں دیتے اور میں .....اس کے لئے اس کی زندگی کو مشکل بنانے کا خواہش مند نہیں۔ میں .....اس کا خیر خواہ ہوں.....''

اس انسان کے الفاظ میں اتنا خلوص تھا کہ میرا جی چاہا چیخ چیخ کر بھیا سے کہوں..... آپ نے اپنی بیٹی کا مستقبل تباہ کر دیا ہے..... ترازو کے دونوں پلڑوں میں ایک طرف اس انسان کا خلوص اور اس کی خوبیاں رکھئے دوسری طرف اس کی ساری دولت رکھ دیجئے پھر بھی اس کا پلڑا بھاری رہے گا۔

''لیکن ..... ہمارے ہاں اصل خوبیوں کو کون پرکھتا ہے..... یہاں تو ظاہریت کو دیکھتے ہیں اور بس.....''

وہ تھوڑی دیر بعد چلا گیا اور میں اس کی کہی ہوئی باتوں کے متعلق سوچتی رہی۔

اور ابھی انہیں کراچی گئے ایک ہفتہ ہی گزرا تھا..... کہ اس شام مجھے یوں لگا ..... مونا آ گئی ہے.....

یاسمین باہر ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں ایک میگزین کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ شاید صبح کے دس بج رہے تھے کہ برآمدے میں مجھے مونا کی ہنسی کی آواز آئی۔ میں نے چونک کر کان ادھر لگا دیئے پھر اسے واہمہ سمجھ کر مطالعہ کرنے لگی لیکن چند ہی لمحوں کے بعد مونا اندر آ گئی۔

''پھوپھو ڈیئر..... پیاری پھوپھو..... کیا حال ہے.....؟'' میری گردن میں اپنی بانہیں ڈال کر اس نے مجھے پیار کرتے ہوئے پوچھا..... میں حیران ہی ہوتی رہی۔

''تم اتنی جلدی لوٹ بھی آئیں مونا..... یہ کیا.....''

''بس وہاں دل نہیں لگا.....'' اس نے بُرا سا منہ بنایا۔ ''آپ اتنی بہت یاد آتی تھیں اس لئے لوٹ آئی۔''

''یہ بھی کوئی بات ہوئی مونا۔'' میں نے پیار سے اسے جھڑکا۔ ''اتنی دُور گئی بھی اور واپس بھی آ گئی۔''

''تو پھر کیا کرتی پھوپھو..... نہ آتی کیا؟'' وہ ذرا سا جھکی۔ ''وہ ڈاکٹر عماد کا کیا حال ہے کئی کئی چکر قائم.....''

''ہٹو پیچھے آتے ہی فضولیات پر اُتر آئیں۔ ڈاکٹروں کا اور کیا کام ہوتا ہے سوائے مریضوں کو خوش رکھنے کے.....'' یاسمین بھی اس کے پیچھے ہی اندر آ گئی تھی۔ ہاتھ میں اٹیچی تھا۔

''گھر نہیں گئیں؟''

''جن کی کشش واپس لائی ہے پہلے وہاں آنا تھا یا گھر جانا تھا اجنبیوں کے دیس میں۔''

''بکو نہیں مونا.....''

''اچھا بابا نہ سہی ..... بس ..... ہم کچھ نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

بولتے۔" اس نے روٹھنے کے انداز میں منہ پھیر لیا۔

"رخشی گئی.....؟"

"ہاں ..... دفع ہوگئی..... اسے تو میاں کیا ملا بس اسی کی ہوکے رہ گئی ہے۔ ہم سے بولتی ہی نہیں....."

"تمہارے بھی وہ دن آرہے ہیں جب کسی سے نہیں بولوگی۔"

اس نے پلٹ کر گھور کے مجھے دیکھا۔

"پھوپھو..... ایسا مذاق مجھ سے نہ کیجئے مجھے پسند نہیں۔"

"اچھا شہناز کا کیا حال ہے؟"

"خوش ہے ..... اور ایم اے کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔"

"کراچی پسند آیا.....؟"

"اوں ہوں..... بالکل نہیں....."

"کیوں..... وہ تو اتنا خوب صورت شہر ہے۔"

"حُسن دیکھنے والے کی نظر میں ہوتا ہے پھوپھو جو ہمارے پاس نہیں۔"

"کیوں تمہاری نظر کو کیا ہوگیا.....؟ اتنی خوبصورت تو ہے۔"

"ظاہری حسن ہے نا..... باطنی نہیں....."

"اچھا گھر فون کرکے بتادو کہ تم آگئی ہو۔"

"اس خبر سے انہیں کون سی روحانی خوشی ملے گی۔ یا یہ خبر ان کے لئے اتنی اہم تو نہیں پھوپھو۔"

"کیوں نہیں۔ کل ہی بھیا تمہارا ذکر کررہے تھے کہ جانے کب لوٹے گی۔ خاصے اُداس لگ رہے تھے۔"

"رہنے دیجئے پھوپھو! میں اب وہ چند سال کی بچی نہیں ہوں جو آپ کی ہر بات پر بغیر سوچے سمجھے سر تسلیم خم کردیتی تھی۔ اب تو نظر بھی رکھتی ہوں اور شعور بھی۔ جانتی ہوں میری کیا قدر و قیمت ہے۔"

"اچھا بھئی چھوڑو ساری باتیں جاؤ ذرا نہا کر تازہ دم ہوجاؤ تاکہ سکون مل سکے۔"

"بہت اچھا جناب..... چل دیئے....."

وہ اٹیچی میں سے کپڑے اور تولیہ لے کر غسل خانے میں چلی گئی اور میں پھر سوچ میں ڈوب گئی کہ وہ اتنی جلدی کیوں لوٹ آئی ہے لیکن میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔

مونا کے یوں اچانک اتنی جلدی لوٹ آنے پر سبھی حیران تھے لیکن وہ خاصی بے نیازی سی تھی۔

اس کے آنے کی دوسری شام بھیا اور راوینہ مجھے ملنے کے لئے آئے' مونا اس وقت وہاں نہیں تھی انہیں بیٹھے تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ وہ بھی آگئی۔

"تم نے بتایا نہیں مونا! اتنی جلدی کیوں لوٹ آئیں.....؟"

"کوئی خاص وجہ نہیں ویسے میرا واپس آنا ناگوار گزرا ہو تو واپس چلی جاتی ہوں۔"

بھیا کے سوال کا یہ جواب خاصا تلخ تھا۔

"ناگوار کیوں گزرنے لگا بھئی لیکن گئیں تو دو ہفتہ کا پروگرام بنا کے تھیں اس لئے تعجب ہوتا ہے۔" بھیا مصلحت آمیز رویہ اختیار کئے ہوئے تھے۔

"وہ جگہ مجھے بالکل پسند نہیں آئی ایک دم فضول۔" اس نے نفرت سے ناک سکیڑی "وہ بھی کوئی جگہ ہے رہنے کی۔"

"لیکن کچھ عرصہ بعد تو تمہیں وہاں چلے جانا ہے۔" راوینہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس نے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔

"وہ صبح شاید ہی طلوع ہوسکے۔" آہستہ سے اس نے کہا تھا لیکن میں نے سُن لیا۔ یہ الفاظ مجھے پریشان کرنے کے لئے کافی تھے لیکن اس وقت اس

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

سے تفصیل پوچھنا ناممکن تھا۔ اس کے بعد مونا کے جہیز اور زیورات کپڑوں کی باتیں چھڑ گئیں اور مونا اُٹھ کر باہر چلی گئی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد بھیا اور راوینہ واپس چلے گئے تو مونا اندر آ گئی۔

''خدا کا شکر ہے گئے۔''

''مونا یہاں آؤ.....''

میں نے اسے آہستہ سے پکارا.....

''یہاں بیٹھ جاؤ.....''

وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھ گئی۔

''میں نے تمہاری صورت سے اتنا تو اندازہ لگالیا ہے مونا کہ تم کراچی سے اتنی جلدی بلاوجہ نہیں لوٹیں' یہ وجہ کیا ہے! تم نے شاید مجھے اس قابل سمجھا ہی نہیں کہ اپنا درد دل مجھ سے کہو۔ صرف مجھے اتنا بتا دو کہ کیا تمہیں مجھ پر بھی اعتماد نہیں رہا۔''

وہ چپ چاپ میرے دوپٹے کو اپنی انگلی پر لپیٹ رہی تھی اور آنسو اس کے رخساروں پر پھسل رہے تھے۔

''اگر آپ کا اعتماد بھی مجھے حاصل نہ ہوتا پھوپھو..... تو یقیناً مونا کئی سال پہلے ختم ہو جاتی ..... اسی اعتماد کے سہارے میں اب تک زندہ ہوں پھوپھو لیکن جہاں آپ نے قدم قدم پر میرے لئے خوشیاں فراہم کی ہیں میں اتنی بدنصیب ہوں کہ ہر قدم پر میں نے آپ کو رُلایا ہے' پریشان کیا ہے۔'' اس نے آنسو پونچھے۔ ''اب..... اب تو میں نے فیصلہ کرلیا تھا آپ کو دکھ درد کی اس آگ کی تپش تک محسوس نہ ہونے دُوں گی جو اس عظیم الشان شہر نے مجھے عطا کیا ہے۔''

''اس تمہید کو چھوڑو مونا مجھے ساری بات بتاؤ۔'' میں نے دھڑکتے دل کو قابو میں کرتے ہوئے کہا۔

''جب آپ پوچھتی ہی ہیں پھوپھو تو پھر سن لیجئے۔'' اس نے پھر آنسو پونچھے۔

''شہناز کے ساتھ میں اس کی ایک دوست کے ہاں گئی تھی۔ وہاں باتوں باتوں میں شادی اور منگنی کا ذکر بھی چل نکلا۔

وہ ہنستے ہوئے کہنے لگی۔

''آج کل لوگ عجیب وغریب ڈرامے کھیل رہے ہیں بغیر یہ سوچے سمجھے کہ اس ڈرامے کا انجام کیا ہوگا.....''

ہم دونوں نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا اور شہناز نے پوچھا۔

''کیا مطلب سمیعہ.....

''مطلب بھی بتاتی ہوں نازو.....'' وہ ہنستے ہوئے بولی ..... ''یہاں ہمارے پڑوس میں ایک صاحب رہتے ہیں قیوم ملک۔ دو ان کے بیٹے ہیں اور دو ہی بیٹیاں۔ بڑے بیٹے کی شادی انہوں نے آج سے کئی سال پہلے ایک بہت بڑے سیٹھ کی بیٹی سے کی۔ وہ لڑکی بدقسمتی سے سیٹھ صاحب کی تنہا اولاد تھی اور ساری جائیداد کی وارث۔ ظاہر ہے باپ نے بیٹی کو بہت کچھ جہیز میں دیا۔ ان لوگوں کی اصل بڑی معمولی سی تھی' لڑکی کو انہوں نے بہت تنگ کیا۔ باپ تک بات پہنچی خاصا جھگڑا ہوا بالآخر نوبت طلاق تک آ پہنچی۔ طلاق ہوئی اور انہوں نے جہیز واپس کرنے سے انکار کردیا۔ سیٹھ صاحب بیٹی کی بدقسمتی سے چل بسے اور مقدمہ وغیرہ بیچ ہی میں دھرا رہ گیا۔ اور اب وہ بے چاری لڑکی ایک سکول میں ٹیچر ہے اور انہوں نے بڑے بیٹے کی دوسری شادی کردی اور اب پہلی والی کے لاکھوں کے جہیز سے عیش کررہے ہیں۔ دوسرے بیٹے کی شادی بھی انہوں نے چار سال پہلے کی تھی۔ لڑکی بڑی خوبصورت اور اچھے گھرانے کی ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM www.pakistanipoint.com

لیکن اب انہیں پھر لاہور میں کوئی اچھی آسامی مل گئی ہے اور وہاں چند روز ہوئے بڑی دھوم دھام سے منگنی کرکے آئے ہیں......''

ظاہر ہے پھوپھو یہ باتیں سن کر میرے کان ضرور کھڑے ہوئے ہوں گے......

''لڑکے کا نام کیا ہے سمیعہ......؟''

میں پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

''اشعر اس کا نام ہے۔ کیوں کیا تم اسے جانتی ہو؟''

''نہیں تو ...... یوں ہی پوچھا تھا۔ اچھا کیا وہ سی ایس پی آفیسر ہے۔''

''نہیں تو مونا' وہ تو کسی بڑی معمولی سی نوکری پر ہے۔ ویسے مشہور انہوں نے یہی کر رکھا ہے۔'' اس نے جواب دیا ''لیکن تم کیوں پوچھ رہی ہو؟''

''ہمارے ایک ملنے والے ہیں ان کی لڑکی کی منگنی ابھی پچھلے دنوں ہوئی تھی قیوم ملک کے بیٹے سے اس لئے پوچھ رہی ہوں۔''

میں نے بات بنائی۔ یہ بھی مقام شکر تھا کہ شہناز کو اتنی تفصیل کا علم نہیں تھا۔

''اُفوہ......'' سمیعہ خاصی پریشان ہوگئی۔ ''تم ان لوگوں کو یہ سارے حالات بتا دینا ان سے کہنا خود پتہ کرالیں اور اپنی بیٹی کو اس آگ میں نہ جھونکیں۔ بے چاری لڑکی۔ پتہ ہے اس کی پہلی بیوی اتنی اچھی ہے لیکن اس کا جو حشر یہ ماں بیٹیاں کرتی ہیں کوئی نوکر کا بھی نہیں کرتا' دو اتنے پیارے سے بیٹے ہیں ان کا بھی کوئی خیال نہیں ان کو۔''

پھوپھو! آپ اندازہ لگا سکتی ہیں اس وقت میری کیا حالت ہوگی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا میرے گلے میں پھانسی کا پھندا ہے' نہ میری جان نکلتی ہے نہ مشکل آسان ہوتی ہے۔

اور اس سے دوسرے روز ہی میں نے واپسی کا تقاضا کردیا۔ شہناز اور اس کے گھر والے روکتے رہے لیکن میں نے ضد کرکے سیٹ ریزرو کروالی اور لوٹ آئی۔ جی تو چاہتا تھا سمندر میں چھلانگ لگا دوں پر شاید ابھی اور ٹھوکریں مقدر میں تھیں کہ یہ ارادہ بھی ترک کردیا۔''

یہ ساری باتیں یہ تلخ حقائق ایک ایسی آزمائش تھے جن میں سے گزرنا میرے اختیار میں نہ تھا۔

''ہوسکتا ہے مونا وہ کوئی اور لوگ ہوں۔'' میں نے تنکے کا سہارا لینا چاہا۔

''ہاں پھوپھو! ہوسکتا ہے۔ لیکن تعجب تو اس بات کا ہے کہ اس خاندان کے سب لوگوں کے نام بھی وہی ہیں۔'' اس نے تلخی سے کہا۔

''اچھا تم فکر نہ کرو میں خود انشاء اللہ اس سارے واقعہ کی تفتیش کروں گی اور جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک تم پر آنچ نہ آنے دُوں گی۔ مرگئی تو تمہاری قسمت۔''

''ایسا نہ کہئے پھوپھو! خدا آپ کو سلامت رکھے' آپ کی زندگی سے اس گھر کے در و دیوار سلامت ہیں آپ کے بعد شاید یہ بھی نہ رہیں۔''

وہ آنکھیں بند کرکے کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر چپ چاپ بیٹھ گئی۔ اور میں سوچ میں کھوگئی کہ آخر بھیا کیا چاہتے ہیں' اس سے تو واقعی کہیں بہتر تھا وہ اپنے ہاتھوں اس کا گھلا گھونٹ دیں۔

مونا کے ذہن پر کئی روز سے جو بوجھ تھا سب کچھ مجھے بتا دینے کے بعد ہلکا ہوگیا تھا اس لئے وہ کچھ دیر بعد وہیں بیٹھے بیٹھے سوگئی۔ کراچی میں میرا ایسا کوئی شناسا نہیں تھا جسے اعتماد میں لیا جاسکتا۔ خود میں اس قابل

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

کہاں تھی کہ چند روز کے لئے جا کر حقائق کو تلاش کر لیتی۔ سوچ سوچ کر پریشان ہوتی رہی لیکن کوئی حل تلاش نہ کر سکی۔

دوسرے روز مونا اپنی کسی ملنے والی کے ہاں چلی گئی۔ ڈاکٹر عماد ڈیوٹی پر راؤنڈ لیتے ہوئے آئے' چارٹ وغیرہ دیکھ کر جانے کے لئے مڑے تو میں نے روک لیا۔ انہیں دیکھ کر ایک دم اپنائیت کا احساس ہوا تھا۔

''اگر آپ کسی وقت فارغ ہوں تو مجھے ایک بہت ضروری کام ہے آپ سے.....''

انھوں نے ذرا پریشانی سے میری طرف دیکھا پھر حسب عادت مسکرا دیئے۔

''چھٹی لینا چاہتی ہوں گی.....''

''نہیں ڈاکٹر! اس سے بھی زیادہ ضروری یعنی کسی کی زندگی اور موت کے مسئلہ کا حل تلاش کرنا ہے.....''

''کیا.....؟'' وہ ایک دم پریشان ہو گئے ''جلدی سے بتا دیجئے راضیہ کیا بات ہے؟''

''اتنی جلدی بتائی جانے والی بات نہیں ڈاکٹر آپ فارغ ہو کر آیئے.....''

''بس آدھ گھنٹے میں آتا ہوں بلکہ اس سے بھی جلدی' آپ نے تو مجھے پریشان کر دیا ہے۔''

وہ تیز تیز قدموں سے نکل گئے اور میں سوچتی رہی کہ کیا اس انسان کو اعتماد میں لینا عقل مندی ہوگی۔

وہ بہت جلد لوٹ آئے اور کرسی میرے قریب کرتے ہوئے بولے۔

''اب بتایئے راضیہ! کیا بات ہے؟''

اور میں نے مونا سے سنی ہوئی تمام بات انہیں بتا دی۔ ''یہ بات سچ ہے یا جھوٹ اس کا پتہ صرف کراچی سے چل سکتا ہے اور میرا وہاں کوئی ملنے والا نہیں۔'' میں نے انتہائی بے چارگی سے کہا۔

ان کے چہرے پر لامحدود سوچوں کا تانا بانا تھا۔

''میرے ایک عزیز کراچی رہتے ہیں میں انہیں آج ہی سارے حالات لکھتا ہوں راضیہ اور اس کے ساتھ ہی کوشش کروں گا کہ ایک ہفتہ کی چھٹی مل جائے تو خود جا کر حقائق جمع کر سکوں۔''

''آپ کا بہت بڑا احسان ہوگا ڈاکٹر اس لڑکی کو بچا لیجئے۔''

''یہ تو میرا اخلاقی فرض ہے راضیہ! اسے احسان نہ کہئے۔ میں تو سوچتا ہوں خدا کا شکر ہے مونا آپ کے پاس لوٹ آئی ورنہ اس قدر پریشان کن خبر سن کر حواس کا بجا رہنا ایک معجزہ ہی سمجھئے۔''

''خدا جانے کتنے دن لگ جائیں گے.....''

''ظاہر ہے کافی روز لگیں گے راضیہ لیکن آپ یہ یقین جانئے میں انشاء اللہ بات کی تہہ تک پہنچوں گا' خدا بہتر کرے گا'' وہ کھڑے ہو گئے۔

''بس اب آپ دعا کیجئے راضیہ میں ابھی ندیم کو خط لکھتا ہوں۔''

ان کے جانے کے بعد میں نے رو رو کر خدا سے مونا کے بہتر مستقبل کی دعائیں کیں۔ اور نہ جانے کتنی دیر خدا کے سامنے ہاتھ جوڑے پڑی رہی۔

ڈاکٹر عماد کو کوشش کے باوجود چھٹی نہ مل سکی۔ کیونکہ ان دنوں انسپکشن ٹیم آ رہی تھی اور ہسپتال میں ہر قسم کے کام زوروں پر تھے۔ اور پھر انہیں چھٹی سے واپس آئے ابھی زیادہ روز بھی نہیں گزرے تھے۔ اب اصل حالات کا پتہ کرنا ان کے دوست ندیم کے ذمہ تھا اور ان کے کہنے کے مطابق وہ خاصا ذمہ دار شخص تھا۔

میری حالت سنبھل چکی تھی صرف اتنا انتظار تھا کہ ٹانکے ٹھیک ہو جائیں کیونکہ ایک بار کے تلخ تجربے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

اللہ کے رسول دین کے پیغمبر جو حیات و کائنات کی بنیاد ہیں

سیارہ ڈائجسٹ

کا

عظیم الشان اور روح پرور

کا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے

اپنی سابقہ روایات کے شایانِ شان یہ نمبر پیغمبرانِ خدا کی حیاتِ جاوداں اُن کے معجزات اور ایمان افروز واقعات پر مشتمل ایک متاع بے بہا اور جامع دستاویز ہوگا۔

کو میں دہرانا نہیں چاہتی تھی۔

میری صحت کی رفتار کے ساتھ ساتھ مونا اپنی پرانی ڈگر کی طرف تیزی سے بڑھ رہی تھی اور اب ..... اب تو رخشی بھی یہاں نہیں تھی جو مجھے اصل حالات بتاتی۔ یا مونا کو ہی برے بھلے کی تمیز دلاتی۔

کئی روز گزر گئے۔ کراچی سے فی الحال کوئی اطلاع نہیں ملی تھی اور میں پریشان تھی۔ مونا صبح کی گئی شام کو لوٹتی اور جب میں کچھ پوچھتی تو ہنس کے ٹال دیتی۔

''شادی تو اسی منحوس سے ہوگی پھوپھو جسے میرے پیارے ابو نے میرے لئے پسند کرلیا ہے۔ شادی سے پہلے تو عیش کر لینے دیجئے نا.....''

وہ ہمیشہ یہی جواب دیتی۔

''کل حسیب کے ہاں ڈنر تھا پھوپھو..... اور ڈنر کے بعد ناچ۔ اف شرجیل کو پارٹنر بنا کے لطف آ گیا کس قدر اچھا ناچتا ہے وہ لڑکا.....

پھر..... پھر پھوپھو..... وہسکی سرو کی گئی.....'' وہ بڑے کھوئے کھوئے سے انداز سے بول رہی تھی جیسے اب بھی ذہنی طور پر وہیں ہو..... سب نے خوب پی اور پھر بہکتے رہے۔''

''مونا..... مونا ..... میں یہ سب نہیں سن سکتی مونا..... خدا کے لئے چپ ہو جاؤ.....''

''میں نے تو نہیں پی تھی پھوپھو..... بس سب کو پلاتی رہی..... اور بکتے' جھکتے دیکھتی اور سنتی رہی..... مجھے مزا آ رہا تھا.....''

''اُف..... میرے خدا.....'' میرے لبوں سے بے اختیار نکل گیا۔

''کیا ہوا پھوپھو.....'' اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

''کیا تم یہ سب سنانے کے بجائے مجھے زہر نہیں دے سکتیں مونا۔''

میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ''ابا مرحوم نے کہا تھا میں جو بھی بناؤں گی تم وہی بن جاؤ گی۔ کیا میں نے تمہیں اسی سانچے میں ڈھالنے کے لئے زندگی وقف کی تھی مونا.....''

وہ چپ چاپ میری طرف دیکھتی رہی پھر میرے قریب بیٹھ گئی۔ ''یہ تو وقت ہی بتا سکے گا پھوپھو کہ میں آپ کی خواہشات کا پرتو بنی یا نہیں۔ آپ ابھی سے کیوں دُکھی ہوئی جاتی ہیں۔ پونچھ ڈالئے یہ آنسو پھوپھو..... میرے لئے نہ روئیے میں آپ کو روتے نہیں دیکھ سکتی۔''

اس نے میرے آنسو پونچھے۔

''جب تم ایسی باتیں کرو گی مونا تو میں رونے کے سوا کچھ نہیں کر سکوں گی میں تو ..... میں تو تمہیں ایک بہترین انسان کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''مجھ میں کوئی برائی نہیں پھوپھو سوائے اس کے کہ میں کئی لڑکوں سے دوستی لگائے ہوں..... اور اس کے پیچھے کیا ہے محض انتقام.....''

یہ کہتے کہتے وہ اُٹھ کر چلی گئی۔

شام ہو رہی تھی ..... جب مجھے دروازے کے قریب باتوں کی آواز سنائی دی۔ مونا کسی سے کہہ رہی تھی۔

''آپ پھوپھو کو سمجھا دیجئے میں اتنی بُری نہیں جتنا وہ مجھے سمجھے ہوئے ہیں۔ میں انہیں یوں اندر ہی اندر سلگتے نہیں دیکھ سکتی۔''

''تو تم انہیں سارے حالات بتاتی کیوں ہو.....'' بڑی آہستہ سے کسی نے پوچھا سرگوشی میں۔

''صرف اس لئے کہ دوسروں کی زبان سے جب

WAQAR AZEEM www.Pakistanipoint.com

پھوپھو یہ سب سنتی ہیں تو ان باتوں پر ہزاروں رنگ چڑھے ہوتے ہیں۔ میں بس انہیں اصل بات بتا دیتی ہوں تاکہ دوسروں کی باتوں کا زیادہ اثر نہ لیں۔'' وہ بھی بڑی آہستہ آہستہ بول رہی تھی۔

''لیکن آخر تم یہ ڈرامہ کب تک کھیلتی رہو گی'' دوسری سرگوشی اُبھری ''کب ختم ہوگا یہ سب!''

''بس ہوجائے گا ختم بہرحال جو کام میں نے آپ کے سپرد کیا ہے اسے اچھی طرح نبھائیے گا۔''

''فکر نہ کرو..... لیکن..... اتنا بتا دو..... کیا میں بھی اس ڈرامے کا ایک کردار ہوں۔''

''اوں ہوں..... باشعور انسان ایسے سوال نہیں کیا کرتے۔'' وہ ذرا سا ہنسی..... ''اچھا خدا حافظ.....''

اس کے قدموں کی چاپ پر میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ دھیرے دھیرے کچھ گنگنا رہی تھی اندر آتے ہی اس نے گنگنانا ختم کردیا اور آرام کرسی پر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد میں نے کروٹ لیتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

''ہیلو پھوپھو! خوب سوئیں آپ تو.....''

''تم کب آئیں.....؟''

''بس تھوڑی دیر ہوئی ہے آیئے آپ کو باہر کی سیر کراؤں موسم بڑا اچھا ہورہا ہے۔''

کئی روز سے میں نے چلنا شروع کردیا تھا۔ آہستہ سے اس کا سہارا لے کر میں اُٹھی اور باہر آ گئی۔ کافی دیر ہم لان میں چہل قدمی کرتی رہیں۔ وہ ادھر ادھر کی باتیں سناتی رہی پھر ایک دم بولی۔

''میرا رزلٹ آؤٹ ہوگیا پھوپھو۔''

''اچھا..... کب..... تم نے بتایا ہی نہیں.....'' میں نے حیرانگی سے پوچھا۔

''ایسی اہم بات تو نہیں تھی شاید میں نے آپ کو بتایا بھی تھا میرا رزلٹ لیٹر آن تھا' کل ہی پتہ چلا ہے۔''

''کیسا رہا.....؟''

''اچھا ہے' فرسٹ کلاس آ گئی ہے رخشی مجھ سے پندرہ نمبر زیادہ لے گئی ہے۔''

''بہت خوب! اس خوشی میں کوئی تقریب۔''

''آپ ٹھیک ہوجائیں تو پھر.....''

''تحفہ کیا لوگی.....''

وہ سوچ میں پڑ گئی۔

''آپ اپنی پسند سے دیجئے نا.....''

''نہیں اب کی بار تمہاری پسند ہوگی جو تم کہو.....''

''پھر..... پھر پھوپھو.....'' وہ رُک گئی۔

''ہاں ہاں بتاؤ نا.....''

''مجھے بے شرم تو نہیں کہیں گی.....'' اس نے سر جھکا کر کہا۔

''نہیں.....''

''وعدہ رہا.....''

''ہاں وعدہ.....''

''سرخ غرارہ سیٹ بنوا دیجئے۔ میرا پہلے روز کا جوڑا'' اس کے رخساروں پر سرخی ہی سرخی تھی۔

میں چونکی ''لیکن یہ تو دولہا والے لائیں گے.....''

''نہیں..... میں آپ کا پہنوں گی بس آپ مجھے رقم دے دیجئے میں اپنی پسند سے بنوالوں گی ابو کو بالکل نہیں بتایئے گا۔''

''بہت اچھا جیسے تمہاری مرضی۔''

تھوڑی دیر بعد ہم کمرے میں واپس آ گئیں وہ خاصی خوش تھی شاید یہ خوشی رزلٹ کی تھی۔

دوسری شام مونا کی کامیابی کی خوشی میں شاہد نے

PakistaniPoint www.pakistanipoint.com

ڈنر دیا تھا۔ وہ شام گھر گئی اور تیار ہوکر واپس میرے پاس آ گئی۔ سیاہ بنارسی ساڑھی میں وہ سراپا قیامت لگ رہی تھی۔ ان دنوں وہ بھابی کے کپڑے پہنتی تھی جو اسے بالکل پورے آتے تھے۔

''کیسی لگ رہی ہوں پھوپھو.....؟''

میں واقعی اسے نظر بھر کے دیکھ نہ سکی بڑا سا جوڑا بنائے ہلکے میک اپ میں وہ بالکل بھابی لگ رہی تھی۔

''چشم بدُور.....'' میں نے آہستہ سے کہا تو وہ ہنس پڑی.....

''اس کا مطلب ہے آپ نے پاس کردیا' اچھا خدا حافظ..... بہت دیر سے لوٹوں گی .....سو جایئے گا.....اور.....فکر نہ کیجئے گا۔''

اس نے جھک کر میری آنکھوں میں جھانکا اور پھر چلی گئی۔

''الٰہی.....اسے اپنے امان میں رکھیو۔'' میں اب صرف دعائیں کرسکتی تھی۔

''یہ بجلی کس کس کے خرمن حیات کو بھسم کرنے جارہی ہے۔'' بالکل دروازے کے قریب کل والی سرگوشی اُبھری۔

''آپ کا خرمن حیات بھسم ہوا کہ نہیں۔''

''بتا نہیں سکتا۔''

''ڈنر پر نہیں چل رہے۔''

''رات کی ڈیوٹی پر ہوں۔''

میں یہ جاننے کے لئے بے چین تھی کہ یہ کون ہے جس سے مونا اتنی بے تکلفی سے محو کلام ہے لیکن اُٹھ کر دروازے تک جاتی تو راز فاش ہوجاتا اس لئے یہی سوچا کہ رات کو جو بھی ڈیوٹی پر ہوگا سمجھ جاؤں گی۔

مونا چلی گئی۔ رات کی ڈیوٹی والی نرس آئی اس کے ساتھ ہی کھانا بھی آ گیا۔

''آج کس کی ڈیوٹی ہے سسٹر!''

''ڈاکٹر عماد کی.....''

وہ ٹمپریچر وغیرہ دیکھ کر چلی گئی۔ کھانے اور دوا سے فارغ ہوکر میں ڈاکٹر عماد کے انتظار میں لیٹ گئی۔ انہیں راؤنڈ پر تو آنا ہی تھا اور حسب عادت میرا حال پوچھنے بھی اندر ضرور آتے۔

دس بج رہے تھے جب دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور پردے ہٹا کر ڈاکٹر عماد اندر آ گئے۔

''کیا حال ہے؟'' وہ مسکرائے۔

''ٹھیک ہوں ڈاکٹر بس اب تو چھٹی دے دیجئے۔''

''بہت اچھا صرف ایک ہفتہ اور.....''

''بیٹھئے گا نہیں ندیم کا کوئی خط آیا.....؟''

وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔

''ابھی تک تو نہیں آیا تاہم فکر کی کوئی بات نہیں سب انشاء اللہ ٹھیک ہوجائے گا۔''

میں چاہتی تھی وہ مونا کا ذکر چھیڑے اس لئے آہستہ سے کہا۔

''مونا کے متعلق میں بہت پریشان ہوں خدا جانے آج کل اس کی کیا مصروفیات ہیں کن کن لوگوں کے ساتھ رہتی ہے..... بس رات گئے لوٹتی ہے اور عجیب وغریب باتیں سناتی رہتی ہے۔''

''آپ ناحق پریشان ہوتی ہیں راضیہ! وہ بچی تو نہیں سمجھ دار ہے اور بُرے بھلے کی تمیز رکھتی ہے۔ یہ یقین رکھئے کہ وہ بڑے پختہ کردار کی مالک ہے اور پھسل نہیں سکتی۔''

''لیکن لوگوں کی زبانوں کو کیسے بند کیا جائے کسی کو کیا خبر وہ یہ سب کچھ انتقاماً کررہی ہے۔''

''کہنے دیجئے لوگوں کو' کیا فرق پڑتا ہے۔ ذرا راشد صاحب کو بھی اپنے کئے کی سزا مل جائے۔''

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

''آپ بھی اس کی طرفداری کرنے لگے ڈاکٹر' بھیا کو تو کئے کی سزا مل رہی ہے لیکن میں کن ناکردہ گناہوں کی سزا میں انگاروں پر لوٹ رہی ہوں۔''

میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''آپ تو یونہی فکرمند ہوتی ہیں راضیہ' اگر میں آپ کو یقین دلاؤں کہ مونا کا کردار' مونا کا اخلاق اور مونا کی زندگی کا ہر پہلو آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہے تو آپ یقین کرلیں گی۔''

''میں اس کے متعلق اتنا کچھ سن چکی ہوں ڈاکٹر کہ شاید آپ کی یقین دہانی بھی مجھے اپنے اعتماد میں نہ لے سکے۔ میں تو اسے ایک مشرقی لڑکی کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ شرم و حیا اور وقار کا مجسمہ بنا دیکھنا چاہتی ہوں لیکن یہ سب کچھ.....''

''وقتی ہے راضیہ..... بالکل وقتی.....''

''آپ نے بھی تو مجھے نصیحت کی تھی..... کہ میں اسے سمجھاؤں..... وہ آگ سے کھیل رہی ہے اب کیا وہ آگ پھول بن گئی ہے جو آس پاس کے تاثرات کو وقتی کہہ رہے ہیں یا اس نے آپ کو بھی اپنے ڈراموں کا ایک کردار بنا کر مسحور کردیا ہے کہ آپ نے اس کی طرف داری شروع کردی ہے.....'' میرا لہجہ شاید زیادہ ہی تلخ تھا۔

''راضیہ! خدارا مجھے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ میرے اخلاص کو شک و شبہ کی تاریکیوں میں نہ لپیٹئے۔ اس لڑکی کے لئے میں نے ہمیشہ خوشی کی دعا مانگی ہے اور اس کی فلاح چاہی ہے آپ کو اندھیروں میں رکھنے کا مطلب اس سے دوستی نہیں دشمنی ہوگا اور میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں کہ میں' میں اس کا دوست ہوں دشمن نہیں۔''

اس کی آواز میں اخلاص اور محبت کی لہریں شامل تھیں۔ میں چپ چاپ کئی لمحے اس کی طرف دیکھتی رہی۔

''اگر میں آپ کے سامنے اپنا دل کھول کے رکھ سکتا راضیہ تو آپ دیکھتیں اس دل میں اس کا کیا مقام ہے..... یہ اور بات ہے میں غریب تھا۔ اور غریب کو محبت کرنے کا کوئی حق نہیں لیکن کسی کے جذبات و احساسات کو چھینا تو نہیں جاسکتا اور یقین جانئے آج بھی میرے دل میں اس کا وہی مقام ہے جو کئی سال پہلے تھا اور اب..... اب میں اس کا قریب سے مطالعہ کررہا ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ اس کی یہ ساری کارروائی ایک ڈرامہ ہے محض ایک ڈرامہ۔''

''اور اگر وہ اپنی زندگی کا سارا اثاثہ اس ڈرامے میں ہار بیٹھی تو..... تو کیا ہوگا ڈاکٹر عماد.....؟'' میں رو پڑی۔

''روئیے نہیں راضیہ..... یقین جانئے..... وہ انتہائی محتاط قسم کی لڑکی ہے۔ اور بقول اس کے وہ کئی جوان دلوں کی رسیاں اپنے ہاتھوں میں لئے بیٹھی ہے اس وقت کے انتظار میں جب وہ یہ ساری رسیاں ایک دم چھوڑ دے گی اور وہ سب منہ کے بل نیچے جا گریں گے۔ ان کے منہ لہولہان ہوں گے اور پھر دیکھنے والا نفرت سے منہ پھیر لے گا۔''

''خدا ہی بہتر جانتا ہے کیا ہوگا' میں تو ہر لمحے آنے والے خطروں سے لرزتی رہتی ہوں۔ باپ کی بے توجہی نے اچھی بھلی لڑکی کو تباہیوں کے دہانے پر کھڑا کردیا ہے.....''

''یہ تو حقیقت ہے راضیہ! انسان ازل سے محبت کا پیاسا ہے۔ ایک بچے کو دیکھئے کتنا ہی پریشان کیوں نہ ہو ماں کی نرم' ممتا بھری آغوش میں پہنچ کر کیسا پرسکون ہوجاتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ جذبہ بڑھتا جاتا ہے۔ راضیہ مونا کی مثال اسی بچے کی سی ہے بچپن میں

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

اسے اتنا بہت پیار ملا کہ وہ پیار کے سمندر میں ڈوب گئی لیکن شعور کے ساتھ ہی یہ سب کچھ اس سے چھن گیا یا تو بچپن سے ہی اسے یہ احساس نہ ہوتا کہ پیار کیا چیز ہے حالات کے یوں اچانک بدل جانے سے وہ باغی ہوگئی اور باپ کی لاپروائی نے اسے مجبور کردیا کہ وہ بدلہ لے۔''

''لیکن یہ بدلہ وہ کس سے لے رہی ہے.....؟''

''اپنے باپ کے ہم جنسوں سے۔ بچپن میں ہم سانپ جیسی موذی شے سے بھی کھیل لیتے ہیں راضیہ لیکن ایک بار کاٹ لے تو رسی تک سانپ نظر آتی ہے اور ہم اسے کچل دینا چاہتے ہیں۔ یہی احساس اس کے اندر بھی ہے۔ جب اس کے اس جذبے کی تسکین ہوجائے گی۔ تو وہ خود بخود پلٹ آئے گی بہت جلد فکر نہ کیجئے۔''

''کوشش کروں گی۔''

''نہیں وعدہ کیجئے..... وہ خود بھی آپ کے متعلق فکرمند رہتی ہے.....''

''کیا وہ میری خاطر ان راہوں کو چھوڑ نہیں سکتی۔''

''آپ اسے پیار سے سمجھاتی رہئے وہ سمجھ جائے گی۔'' وہ کھڑا ہوگیا ''مجھے اپنا بھائی سمجھئے راضیہ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے ہمیشہ مجھے قابلِ اعتماد سمجھا۔ خدا کرے میں آپ کے اعتماد پر پورا اُتر سکوں اور پریشان ہونے کے بجائے خدا سے دعا کیا کیجئے۔'' وہ ذرا سا رُکا۔

''اب مجھے اجازت دیجئے بہت دیر ہوچکی ہے شب بخیر.....''

وہ چلا گیا۔ اور میں ان گنت سوچوں میں کھو گئی۔ سوچتے سوچتے میں تھک کر سوگئی اور مجھے کچھ خبر نہیں مونا کب واپس آئی لیکن صبح وہ اپنے بستر پر سو رہی تھی۔

نومبر کے مہینے کا آغاز تھا کہ میں تقریباً دو ماہ ہسپتال میں گزار کر گھر واپس لوٹی..... مونا ایک روز پہلے گھر پہنچ کر میرا کمرہ سجا گئی تھی۔ یاسمین نے اس میں تازہ گلاب کی کلیاں لگا دی تھیں۔ بھیا اور رادینہ بھی مجھے لینے ہسپتال پہنچ گئے..... اور یوں میں ان تینوں کے ہمراہ گھر کے لئے چل پڑی۔ ڈاکٹر عماد اس وقت بھی نصیحتیں کررہے تھے۔

''بہت احتیاط برتنے گا..... زیادہ مشقت کا کام نہیں کرنا' کوئی وزن نہیں اٹھانا' زیادہ تیز نہیں چلنا' اچھلنا کودنا نہیں۔''

آخری جملے پر مونا زور سے ہنس پڑی۔

''آپ تو یوں انہیں نصیحت کررہے ہیں جیسے وہ ابھی چند سال کی بچی ہوں۔''

''بھئی ڈاکٹر کے سامنے مریض کی حیثیت بچے کی سی ہی ہوتی ہے۔'' قریب کھڑے ڈاکٹر شہباز مسکرائے اور میں سب کی دعائیں لئے پھر اپنے گھر لوٹ آئی۔

ڈاکٹر عماد ہر روز فون پر میرا حال پوچھ لیتے تھے اور گھر میں بھی سکون ہی سکون تھا اس لئے دوبارہ تکلیف کا کوئی ڈر نہیں تھا۔ اپنی مرضی سے چاہتی تو چل پھر لیتی تھک جاتی تو لیٹ جاتی۔

چند روز بعد ہی بھیا نے بتایا کہ اشعر کے گھر والے شادی کی تاریخ مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں جنوری کا مہینہ بتادیا ہے۔

میں پریشان ہوگئی۔

اسی شام میں نے ڈاکٹر عماد کو فون کیا اور دوسرے روز آنے کی تاکید کردی۔ بات فون پر کرنے کی نہیں تھی۔ دوسری صبح وہ آگیا اور میں نے اسے جنوری کی

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

تاریخ کی اطلاع دیتے ہوئے پریشانی کا اظہار کیا۔

''جب تک میرے ہاتھ میں کوئی بات نہ ہو میں بھیا سے ٹکر کیسے لے لوں عماد......''

''میں خود پریشان ہوں راضیہ کل دوپہر ہی مجھے اطلاع ملی ہے کہ ندیم وہاں سے بدل کر کہیں اور چلا گیا ہے اور تو میرا وہاں کوئی ایسا جاننے والا نہیں جسے اعتماد میں لے سکوں۔'' میں پریشان ہوگئی۔

اب کیا کروں اتنا کچھ سننے کے بعد بھی کیا میں مونا کو آگ کے شعلوں میں گر جانے دوں۔

''میں نے کل ہی ایک ہفتہ کی چھٹی کے لئے اپلائی کیا ہے راضیہ اور امید ہے اب تو چھٹی مل ہی جائے گی۔ میں سارے حقائق دیکھ کر ہی لوٹوں گا ضرورت پڑی تو اور چھٹی منگوالوں گا۔''

''اور یہ شادی کی تاریخ......تیاریاں......''

''یہ سب کچھ معمول کے مطابق چلنے دیجئے اگر مونا کی باتیں ٹھیک ہوئیں تو انکار کر دیجئے گا ورنہ بصورت دیگر تو سب کچھ کرنا ہی کرنا ہے۔''

اور اس کے تیسرے روز ڈاکٹر عماد پی آئی اے کی رات کی فلائٹ سے کراچی چلا گیا۔

''پھوپھو دسمبر کے پہلے ہفتہ میں آپ کا تحفہ تیار ہوگا میں نے آرڈر دے دیا ہے۔''

''اچھا'' میرا دل ہر شے سے اچاٹ سا تھا لیکن مونا ہر شے سے بے نیاز تھی۔ ''میں نے زیادہ کپڑے نہیں بنوانے پھوپھو...... فیشن بدل جاتا ہے تو سب دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔'' اس نے پھر بات جاری رکھی۔

''اچھا......'' میں نے پھر آہستہ سے جواب دیا۔

''اور زیورات بھی بس ہلکے سے ہوں بھاری بھاری تو دیکھ کر ہی دم گھٹ جاتا ہے۔''

''ہوں......''

''پھوپھو......'' وہ دیوان سے اُٹھ کر میرے پاس آ گئی۔ ''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا میری کسی بات کا جواب ہی نہیں دے رہیں۔''

''ہاں......'' میں چونکی...... ''ہاں میں ٹھیک ہوں مونا......'' میں نے اسے ٹالنا چاہا۔

''ٹھیک ہیں تو پھر اس طرح کیوں بیٹھی ہیں پریشان پریشان سی۔''

''کچھ نہیں مونا......''

میں نے اپنا دامن چھڑانا چاہا لیکن وہ چھوڑنے والی نہیں تھی۔

''بتائیں گی نہیں پھوپھو...... اب...... اب بھی جب کہ میں آپ کے پاس صرف چند روز اور ہوں صرف چند روز پھوپھو...... پھر...... کیا جانے قسمت کیا رنگ دکھائے۔'' اس کی سسکی پہ میں نے ایک دم اس کی طرف دیکھا اور اسے اپنے ساتھ لگالیا۔

''روتی کیوں ہے پگلی۔''

''کیا خبر پھوپھو کئی لاکھ کا جہیز اور جائیداد پا کر وہ لوگ وہ لوگ مجھے مار ہی ڈالیں مجھے ختم ہی کر دیں۔''

''خدا کے لئے مونا اتنی بُری بُری باتیں منہ سے نہ نکالو۔ میں نے عماد کو سارے حالات کا پتہ کرنے کے لئے کراچی بھیجا ہے۔ اگر یہ سب سچ ہے تو میں تمہیں کبھی اس آگ میں گرنے نہ دُوں گی۔ میں تمہیں بچالوں گی مونا......''

''ابو شاید ہی مانیں پھوپھو۔ آپ نہیں جانتیں راوینہ نے ان پر جادو کر دیا ہے اور یہ سارا کیا دھرا راوینہ کا ہے۔''

''لیکن میں انہیں سمجھاؤں گی، نہیں سمجھیں گے تو کوئی اور راہ سوچ لوں گی، یہ بات نہیں ہونے

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

دُوں گی۔''

یہ سات روز میرے لئے سات صدیوں سے کم نہ تھے اور ساتویں روز ڈاکٹر عماد واپس آ گیا۔ اس نے ایئرپورٹ سے ہی مجھے فون کیا۔

''صبح آپ مونا کے ساتھ ہسپتال ہی آ جایئے میری صبح کی ڈیوٹی ہے' ورنہ آپ کو شام تک انتظار کرنا پڑے گا.....''

رات میں نے انگاروں پر تڑپتے ہوئے کاٹ دی اور صبح نو بجے ہی تیار ہوگئی۔

''مجھے ذرا ہسپتال تو چھوڑ آؤ مونا۔''

''خیریت پھوپھو..... پھر طبیعت خراب ہوگئی کیا؟''

''نہیں..... میں ذرا ڈاکٹر عماد سے ملنا چاہتی ہوں۔''

''کیا وہ کراچی سے لوٹ آئے.....؟''

''ہاں۔''

''چلئے پھر.....''

وہ فوراً تیار ہوکر آ گئی۔ بھیا دھوپ میں بیٹھے تھے

''کہاں چل دیں راجی!''

''ذرا ہسپتال جا رہی ہوں رات کچھ طبیعت خراب تھی۔''

''اوہ پھر ٹانگوں کی تکلیف تو نہیں ہوگئی۔''

''کچھ سمجھ نہیں آتا بس بے چینی سی تھی۔''

''میں لے چلوں۔'' بھیا نے تکلف سے پوچھا۔

''نہیں مونا جا رہی ہے میرے ساتھ۔''

ہم دونوں تھوڑی دیر میں ہسپتال پہنچ گئیں ڈاکٹر عماد اپنے آفس میں پہنچ چکا تھا۔

''آپ بیٹھئے۔ میں ذرا چپڑاسی کو ہدایت کر آؤں کسی کو اندر نہ آنے دے۔''

ہم دونوں بیٹھ گئیں اور وہ تھوڑی دیر بعد لوٹ آیا۔ ''ہاں تو راضیہ جو کچھ اطلاعات مونا کو ملی تھیں وہ سب ٹھیک ہیں۔''

میرا دل ایک دم تیزی سے دھڑکنے لگا۔

''اُف خدایا' کیا ایک باپ اتنا سنگ دل بھی ہوسکتا ہے۔'' میرے ہاتھ پاؤں جیسے برف میں لگے ہوئے تھے۔

''آپ اگر یوں پریشان ہوں گی تو سارا معاملہ خراب ہوجائے گا۔ اب تو آپ کو بڑے حوصلے اور جرأت سے کام لینا ہوگا۔ راشد صاحب اور ان سے بھی بڑھ کر راوینہ سے آپ کا مقابلہ ہے۔'' میں نے مونا کی طرف دیکھا وہ انتہائی پریشان تھی۔ بالکل یوں لگ رہا تھا اس کے گلے میں پھانسی کا پھندا ہے اور وہ موت وحیات کی کش مکش سے نبرد آزما ہے۔

میں اسے کچھ بھی نہ کہہ سکی تسلی کے دو لفظ بھی میری زبان سے نہ نکل سکے۔

''میں آج ہی بھیا سے بات کروں گی عماد اور ان کے جواب پر کچھ اور سوچوں گی۔'' اور ہم دونوں لٹے ہوئے مسافروں کی طرح واپس آ گئیں۔ بالکل چپ جیسے ہماری قوت گویائی تک سلب کی جا چکی ہے۔

گھر پہنچتے ہی مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ بھیا اور راوینہ کا سامنا کرتی اس لئے سوچا کہ شام تک اپنی قوتوں کو جمع کر کے ان سے ملوں گی۔

اور اس رات بھیا اور راوینہ کہیں ڈنر پر مدعو تھے میں رات گئے تک ان کا انتظار کرتی رہی وہ نہیں آئے اور میرا پریشان ذہن تھک ہار کر سو گیا۔

دوسرے روز میں صبح ہی صبح بھیا کے کمرے میں چلی گئی وہ ابھی بیدار ہوئے تھے اور ناشتہ کر رہے تھے۔ ''بیٹھو راجی' کیا بات ہے آج تم پھر

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

بیمار لگ رہی ہو۔''

''میں تو ٹھیک ہوں بھیا۔''

میں ان کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔

''مجھے آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں بھیا۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''ہاں ہاں کہو کیا بات ہے؟'' جانے کیوں مجھے لگا بھیا کے انداز میں کہیں خلوص' پیار اور شفقت کا شائبہ تک نہیں۔

راوینہ اب تک دوسری طرف منہ کئے لیٹی تھی میری بات پر وہ بھی ہماری طرف متوجہ ہوگئی۔

''آپ نے قیوم صاحب کو شادی کی تاریخ دے دی؟''

''ایک تاریخ ابھی مقرر نہیں کی ویسے یہ لکھ دیا ہے کہ جنوری کے آخری ہفتہ میں یا فروری کے پہلے ہفتہ میں رکھ لیں۔''

''کیا آپ ان لوگوں کو بہت پہلے سے جانتے ہیں بھیا..... میرا مطلب ہے ان کے متعلق آپ کی معلومات مکمل ہیں.....؟''

''ہاں ہاں میں ان کے متعلق سب کچھ جانتا ہوں راجی۔'' وہ تیزی سے بولے لیکن آواز میں جیسے لرزش سی تھی ''لیکن تم نے یہ سوال کیوں کیا؟''

''اس لئے کہ مجھے پتہ چلا ہے ان لوگوں کا کوئی کریکٹر نہیں اور دولت مند لڑکیوں کو بیاہ کر لانے کے بعد انہیں تنگ کر کے اور کوئی اور ٹھکانہ تلاش کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔''

''بالکل غلط اتنی غلط اطلاع تمہیں کہاں سے ملی راجی؟'' راوینہ میری طرف ایک ٹک دیکھے جا رہی تھی' بھیا کی آواز میں حیرانی نہیں تھی۔

''مجھے یہ اطلاع دینے والا کوئی ایسا ویسا انسان نہیں ہے بھیا اور پہلی بار جب مجھے یہ پتہ چلا تھا تو میں نے اسے غلط سمجھ کر اس پر یقین نہیں کیا تھا اس لئے اب دوبارہ سے میں نے سب کچھ پتہ کروایا ہے۔''

''اور سورس کونسا ہے راضیہ؟'' راوینہ کا لہجہ انتہائی تلخ تھا۔

''یہ بتانا میں ضروری نہیں سمجھتی راوینہ کہ وہ کون ہے۔ بہرحال مجھے اس پر اعتماد ہے اور بھیا مجھے یہ سُن کر انتہائی افسوس ہوا ہے کہ آپ اپنی اس بیٹی کو جس کے پاؤں میں کانٹا چبھنے سے آپ کو تکلیف ہوا کرتی تھی خود جہنم کے شعلوں میں پھینک رہے ہیں۔'' میں غصہ میں بولی۔

''تم کہنا کیا چاہتی ہو راجی۔''

''میں کہنا صرف یہ چاہتی ہوں کہ یہ شادی نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ اشعر کی پہلی بیوی اور دو بیٹے موجود ہیں۔ اس سے پہلے اس کے بھائی نے ایک لڑکی پر ظلم و ستم کر کے گھر سے نکال دیا اور دوسری شادی کر لی اب اشعر بھی وہی سب کچھ کرنا چاہتا ہے۔''

''نہیں راجی یہ سب غلط ہے میں مونا کو اندھے کنویں میں دھکا دے دوں تم ایسا سوچ سکتی ہو۔''

''سوچنا تو اب بہت پیچھے رہ گیا بھیا۔ آپ سارا کچھ عملاً سرانجام دینے پر تلے بیٹھے ہیں۔ میں آپ کو اتنا سنگ دل کبھی نہیں سمجھتی تھی بھیا۔ یہ سب کچھ کیا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟ کیا وہ آپ کے خون کا ایک حصہ نہیں؟ کیا آپ کو اس سے ذرا بھی محبت نہیں رہی؟ کیا یہ سب ایک باپ کو زیب دیتا ہے بھیا مجھے بتائیے۔ اور اگر آپ ان سب باتوں کا جواب نہیں دے سکتے تو اس کی شادی کرنے سے کہیں بہتر ہے اس کا گلا گھونٹ دیجئے' اسے زہر دے دیجئے۔'' میں اپنے غم کو برداشت نہ کر سکی اور رو پڑی۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

بھیا بالکل چپ تھے۔ مجھے روتے دیکھ کر میرے قریب ہو گئے۔

''راجی اشعر ایک بڑی اچھی شخصیت کا مالک ہے اور وہ لوگ بہت اچھے ہیں تم کیوں اس قدر پریشان ہو رہی ہو' آخر مجھے مونا سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟ کیا تمہیں یقین ہے کہ مجھے اس سے محبت نہیں رہی۔ میرے دل میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ تم کیا جانو وہ میرے اولین پیار کی واحد نشانی ہے راجی۔ میرے اختیار میں ہوتا تو میں تمام عمر اسے سینے سے لگائے رکھتا لیکن دستور زمانہ یہ نہیں اس لئے.....''

''بس کیجئے بھیا..... یہ داستانیں آپ کسی دوسرے کے سامنے جا کر کہیں تو وہ یقین کر سکتا ہے۔ میں نے تو ہر زخم اپنے سینے پر سہا ہے۔ میں نے تو آپ کی سوئی ہوئی شفقت پدری کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر بیدار کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں مجھے کتنی کامیابی ہوئی یہ میں ہی جانتی ہوں اور آج اسی شفقت کا ثبوت دیتے ہوئے آپ اسے ان قصابوں کے حوالے کر رہے ہیں جو تیز دھار والا چاقو دکھا دکھا کر خون خشک کرتے ہیں اور خاردار راہوں پر تڑپنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ باپ نہیں قاتل ہیں اور اگر مونا نے خودکشی کر لی تو میں آپ کو قاتل کہوں گی۔ بیٹی کا قاتل۔''

''بکواس بند کرو راجی تم حد سے بڑھتی جا رہی ہو' وہ میری اولاد ہے میں جو چاہوں کروں تمہیں بولنے کا کوئی حق نہیں۔''

زندگی میں پہلی بار میرے کانوں نے اتنے تلخ الفاظ سُنے تھے۔ مجھے یوں لگا ایٹم بم میرے سر پر پھٹا ہے اور میرا جسم ریزہ ریزہ ہو کر رہ گیا ہے۔ مجھے ان سے ایسے جواب کی امید ہرگز نہ تھی۔ میں سر سے پاؤں تک لرز گئی۔ آخری بار پھر انہی کا سہارا لینا چاہا۔

''بھیا.....''

''چلی جاؤ..... تم یہاں سے چلی جاؤ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔''

انہوں نے دروازے کی طرف اشارہ کیا اور میں اپنے آپ کو گھسیٹتی بمشکل راہداری تک لا سکی۔ اس کے بعد میری ہمت جواب دے گئی اور میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش میں ناکام ہوتے ہوئے گر گئی۔ قریب رکھے لوہے کے گملہ سٹینڈ سے میرا سر ٹکرایا اور اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ خبر نہیں۔

وہ رات کیسے گزری ..... اس کا اندازہ مجھے صرف ان خوابوں سے ہے جو رات بھر مجھے پریشان کرتے رہے۔ سر میں درد ٹیس بن بن کے اُٹھتا تھا لیکن اُف کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ غنودگی میں جتنی بار میں نے آنکھیں کھولیں مونا کی دھندلی دھندلی سی صورت میرے سامنے اُبھری جو شاید میرے قریب ہی ساری رات بیٹھی رہی تھی' میرے ماتھے پر پٹی بندھی تھی۔

اور صبح جب میں نے آنکھیں کھولیں تو مونا چپ چاپ غم کی تصویر بنی میرے پاس بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھیں رات بھر روتے رہنے کی وجہ سے سوجھی ہوئی تھیں اور اس کے ہونٹوں سے خون رس رہا تھا۔ شاید سسکیاں روکنے کے لئے وہ رات بھر ہونٹ چباتی رہی تھی۔

میں نے اس کی طرف دیکھا اور اس نے میری طرف اور پھر اس نے اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔

''میں نے آپ سے کہا تھا پھوپھو وہاں نہ جائیے ان سے اب کسی بھلائی کی امید نہ رکھئے پھوپھو وہ تو میری زندگی سے کھیل رہے ہیں۔''

(جاری ہے)

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ازسرشتہ پارکس اینڈ ہارٹی کلچر اتھارٹی گوجرانوالہ

اشتہار نیلام عام ٹھیکہ فن لینڈ وکنٹین جناح پارک گوجرانوالہ برائے سال 21-2020ء

ہرخاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ پارکس اینڈ ہارٹی کلچر اتھارٹی گوجرانوالہ اپنی مد آمدن رقبہ 6 کنال برائے قائم کرنا فن لینڈ وکنٹین جناح پارک کو پارکس ہارٹی کلچر اتھارٹی گوجرانوالہ ایکٹ 2012ء و پی ایچ اے گوجرانوالہ ریگولیشن برائے مکینیکل رائیڈز 2018ء کے مطابق نیلام عام کرہی ہے نیلام عام مورخہ 15-07-2020 بوقت 12.00 بجے دن بمقام کمیٹی روم PHA جی ٹی روڈ بالمقابل غلام حسین پارک گوجرانوالہ میں ہوگا۔

اہم شرائط ٹھیکہ \ کرایہ داری درج ذیل ہیں۔

1۔ ٹھیکہ کی ابتدائی میعاد منظوری لیٹر جاری ہونے سے شروع ہوا یک سال تک ہوگی جو کہ سالانہ 10% اضافہ کے ساتھ باہمی رضامندی سے مزید دو سال کیلئے قابل توسیع ہوگی۔ مزید یہ کہ حالیہ عالمی وباء COVID-19 کے تناظر میں حکومتی حفاظتی اقدامات مثلاً لاک ڈاؤن \ پارک بند ہونے کی وجہ سے منظوری لیٹر کا اجراء پابندیوں کے خاتمے سے مشروط ہوگا۔

2۔ نیلامی میں حصہ لینے والے خواہشمند شخص \ فرم پر لازم ہوگا کہ وہ آفیسر نیلام کنندہ کے پاس نیلامی سے قبل اشتہار میں درج شدہ زرضمانت کی رقم بطور پکی بذریعہ پے آرڈر \ CDR جاری شدہ شیڈول بنک بنام پارکس اینڈ ہارٹ کلچر اتھارٹی گوجرانوالہ جمع کروائے گا جو کہ کامیاب بولی دہندہ کے علاوہ باقی سب کو بولی کے اختتام پر واپس کردی جائے گی۔ اس سلسلہ میں چیک اور کیش قابل قبول نہ ہوگا۔ مزید برآں بولی دہندہ سادہ کاغذ پر درخواست بمعہ مکمل پتہ، شناختی کارڈ کی مصدقہ کاپی، این ٹی این سرٹیفکیٹ بھی جمع کروائے گا اور فرم کی صورت میں رجسٹرار آف فرم کا مصدقہ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ جمع کروائے گا نیز کامیاب بولی دہندہ کی زرضمانت رقم بطور سکیورٹی محکمہ کے پاس رہیگی اور یہ سکیورٹی کی رقم اختتام معاہدہ پر قابل واپسی ہوگی۔

3۔ نیلام عام میں گورنمنٹ کے کسی ادارے کا رجسٹر ٹھیکیدار ہی شرکت کرنے کا اہل ہوگا مزید برآں متعلقہ فیلڈ میں تجربہ رکھنے والے تجربہ کار ٹھیکیداران کو ترجیح دیجائے گی۔

4۔ کامیاب بولی دہندہ \ ٹیکیدار بولی منظوری کا لیٹر جاری ہونے کے بعد کل زرنیلام کی رقم کا 10\1 حصہ 3 دن کے اندر اندر جمع کروائے گا اور باقی رقم مساوی اقساط میں ہر ماہ کی 5 تاریخ تک جمع کروانے کا پابند ہوگا اور 5 مئی 2021ء تک مکمل اقساط جمع کروانے کا پابند ہوگا۔

5۔ کامیاب بولی دہندہ \ ٹھیکیدار کو کسی قسم کی رعایت (REBATE) نہ دی جائے گی تاہم COVID-19 کے پیش نظر حکومتی علانیہ لاک ڈاؤن میں فن لینڈ وکنٹین کی بندش کی صورت میں فی یوم کے حساب سے رقم ٹھیکہ سے منہا کردی جائے گی۔

6۔ پارکس اینڈ ہارٹی کلچر اتھارٹی گوجرانوالہ یا گورنمنٹ یا کسی سرکاری ادارے کا نادہندہ \ بلیک لسٹ شدہ \ دیوالیہ قرار دیا ہوا شخص بولی میں حصہ لینے کا اور ٹھیکہ لینے کا مجاز نہ ہوگا۔

WWW.PAKSITEPOINT.COM

7۔ کامیاب بولی دہندہ منظوری کی اطلاع ملنے کے 7 دن کے اندر تحریری معاہدہ کرنے کیلئے اپنے خرچ پر مروجہ اشٹام پیپر بعداز تحریر و تکمیل کروا کر داخل دفتر کرنے کا پابند ہوگا نیز بطور گارنٹی ٹھیکہ کی رقم کے چیک دینے کا پابند ہوگا۔

8۔ انکم ٹیکس فائلر کامیاب بولی دہندہ\ ٹھیکیدار کل زرنیلام کا 10% انکم ٹیکس جبکہ نان فائلر ٹھیکیدار 20% انکم ٹیکس و دیگر ٹیکسز ایڈوانس جمع کروانے کا پابند ہوگا ٹیکسز کی شرح میں تبدیلی\ اضافہ ہونے کی صورت میں کامیاب بولی دہندہ اسی تناسب سے ٹیکس جمع کروانے کا پابند ہوگا۔

9۔ مجاز اتھارٹی ضرورت پڑنے پر گیمز\ جھولوں کی تعداد کم\ زیادہ کر سکتی ہے۔

10۔ کامیاب بولی دہندہ\ ٹھیکیدار فن لینڈ میں نئے جھولے\ گیمز و دیگر فنی آلات نصب کرنے کا پابند ہوگا اور ہر 3 ماہ بعد فن لینڈ میں لگائے گئے GAMES ATTRECTION وغیرہ کے فٹنس سرٹیفکیٹ جاری شدہ مکینیکل ڈیپارٹمنٹ یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور جمع کروانے کا پابند ہوگا۔

11۔ ٹھیکیدار اگر کوئی نئی گیمز\ جھولے وغیرہ کا اضافہ کرنا چاہے گا تو اس کا ریٹ PHA کی اجازت سے طے ہوگا اور اسی تناسب سے بڈ شیڈول میں بھی اضافہ ہوگا۔

12۔ اگر کامیاب بولی دہندہ بولی کی کسی بھی شرط کی خلاف ورزی کریگا تو PHA کو اختیار حاصل لہوگا کہ وہ ٹھیکہ منسوخ کردے اور ٹھیکیدار کی تمام جمع شدہ رقوم بحق PHA ضبط کرلے اور ٹھیکیدار\ فرم کو بلیک لسٹ کردے اور اگر کوئی بقایا جات ہوں گے اسے بطور مالیہ وصول کرے۔

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

نمبر شمار	نام گیمز	شرح ٹکٹ فی کس	نمبر شمار	نام گیمز	شرح ٹکٹ فی کس
1۔	رنگ ٹاور	30روپے	5	جھولے\ سوئنگ	30 روپے
2۔	پیرابوٹ	40روپے	6	منی ٹرین	30 روپے
3۔	جمپنگ کار	20روپے	7	میری گوراؤنڈ	30 روپے
4۔	فلائنگ ایلی فینٹ	30روپے	8	جمپنگ پیڈ	30 روپے

نمبر شمار	نام مدآمدن	ریزرو پرائس (علاوہ ٹیکس)	رقم زرضمانت	میعاد ٹھیکہ
1۔	جگہ برائے فن لینڈ و کنٹین رقبہ (6 کنال)	5,133,683/-	1,027,000\	منظوری لیٹر کے اجراء سے شروع ہو کر ایک سال تک

ڈائریکٹر جنرل

پارکس اینڈ ہارٹی کلچر اتھارٹی گوجرانوالہ

IPL 5348

TENDER NOTICE

Sealed tender based on item rates\ percentage above or below on approved estimated (DNIT)amount are hereby invited ,for the works mentioned below from the contractors\ firms enlisted \renewed with C&W Department in relevant category for the current finanical year in the field of buildings worsk.

Tender documents can be obtained from the date of publication of invittion to accompanied with attested coies of enlistment \ upto date renewal letter PEC license identity card of contractor\ managing partner\director of the firm along with registered power of artorney and on payment of prescribed tender fee in the form of CDR\Bank Draft\ cashier,s cheque of any scheduled bank.

Chief Engineer (Central Zone) punjab buildings department lahore.

Commissioner sahiwal division sahiwal.

superintending engineer buildings circle sahiwal.

deputy commissioner sahiwal.

executive engineer building division sahiwal.

assistant commissioner sahiwal.

Tender rates and amounts should be fieeed in figures as well as in words and tenders should be digned as per general directions given in the tender documents no rebate on tendered rates will be acceptable.

Tenders will be received in the office of chief engineer.(Central\ Zone)punjab buildings deprartment lahore and commissioner sahiwal division sahiwal and eill be opened simultaneously on fixed date and time by the respective tenders opening committee at tha above venues in the presence of intending contractors or their representatives & who opt to be present.

Conditional tenders and tenders not accompanied with earnest money@ 2%of estimated cost in shape of CDR\BANK DRAFT\CASHIER,s cheque of any seheduled bank and attested copies of registered partnership deed and power of attorney in case of firms will not be entertained .

The procuring agency\superintending engineer reserves the right of rejecting all of the tenders without assigning any reasons thereof.

All bid\proposal can be rejected under PPRA rule-35 sub rule(1) to (5)

The procuring agency may reject all dids or proposals at all time prior to the acceptance of a bid or proposal.

The agency shall upon request communicate to any bidders the grounds for its

WAQAR AZEEM www.pakistanipoint.com

ejection of all bids of proposals but shall not be required to justify those.

sr #	name of work	estimated cost	T.S No &date	tender fee	time limit	last date for submission of applicatons to purchase \issue tender	last date and time for receipt\opening of tenders
	2	3	4	5	6	7	8
	provision of missing facilities in existing institutions of social walfare department across punjab district industrial home sanatzar sahiwal	Rs.1499(m) E.M2%of estimated cost 3,00.000\-	E.E.building division swl no.3372\db dt;20.05.2020	10.000\-	18-months	14-07-2020	16-07-2020 time for receipt\ opening of tenders
2	provision of missing facilities in existing institutions of social walfare department across punjab shelter home (dar-ul aman sahiwal)	Rs.10.249(m) E.M2%of estimated cost 2,05.000\-	E.E.building division swl no.3372\db dt;20.05.2020	10.000\-	12-months	-do-	-do-
3	up-gradatin of existing sanatzar and qasr-e-behbood (pilot)sahiwal	Rs.6.575(m) E.M2%of estimated cost 1,31.500\-	E.E.building division swl no.3372\db dt;20.05.2020	10.000\-	12-months	-do-	-do-

EXECUTIVE ENGINEER
Buildings Division
SAHIWAL

SUPERINTENDING ENGINEER
Buildings Circle,
SAHIWAL

IPL-5326

NADAR AZEEM www.pakistanipoint.com

جسمانی اور اعصابی
کمزوری کو زائل کرے

سلاجیتی

بخشے توانائی

تحقیق، معیار، کفایت — اشرف® — اشرف® کی روایت

Since 1939

توانائی وہ جو آپ چاہیں

لبوب کبیر

خاص الخاص

جیناہے صحت کے ساتھ
Jeena hay sehhat kay sath

Product Enlistment No. 00541.0002

عنبر، کستوری، زعفران اور جواہرات جیسے قیمتی اجزاء اور نباتات سے تیار شدہ مرکب جو اعصاب و عضلات اور اعضائے رئیسہ کو طاقت پہنچائے اور زندگی کو پر لطف بنادے

آن لائن بھی دستیاب ہے

041-8847601-2 Fax: 041-8847607
info@ashraflabs.com www.ashraflabs.com
www.facebook.com/ashrafiabs

اشرف لیبارٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

DRAP Enlistment No. 00541

AL-HAMRA